(مُترجَم)

مِنہاجُ العابدِین

مؤلف

حُجّۃُ الاسلام حضرت سیّدُنا امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی

پیشکش:

مجلس المدینۃ العلمیۃ

شعبہ تراجمِ کتب

DAWAT-E-ISLAMI

طریقۂ عبادت کی الہامی ترتیب پر مشتمل امام غزالی کی آخری تصنیف

مِنہاجُ العابدین

مُؤلّف

حُجَّةُ الْاِسْلَام حضرت سیّدُنا اِمام محمد بن محمد غزالی شافعی

عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۵۰۵ھ)

پیش کش: مجلس اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیَه

(شعبہ تراجِمِ کُتُب)

ناشِر

مکتبۃُ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ   وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

نام کتاب : منہاج العابدین

مُؤَلِّف : حُجَّۃُ الْاِسْلَام امام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی (اَلْمُتَوَفّٰی ۵۰۵ھ)

مُتَرجِمِیْن : مَدَنی عُلَما (شعبہ تراجمِ کُتُب)

پہلی بار : رجب المرجب ۱۴۳۸ھ بمطابق اپریل 2017ء

تعداد :

ناشر : مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَہ فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پُرانی سبزی منڈی کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ   حوالہ نمبر: ۲۱۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب ''منہاج العابدین'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) پر مجلس تَفْتِیْشِ کُتُب ورَسائل کی جانب سے نظر ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے عقائد، کُفریہ عِبارات، اَخلاقیات، فقہی مسائل اور عَرَبی عبارات وغیرہ کے حوالے سے مقدور بھر مُلاحَظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کِتابت کی غَلَطیوں کا ذِمّہ مجلس پر نہیں۔

مجلس تَفْتِیْشِ کُتُب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

16 - 11 - 2016

WWW.dawateislami.net, **E.mail**:ilmia@dawateislami.net

اجمالی فہرست

فقہائے سبعہ

حضرت سیِّدُنا سعید بن مُسَیِّب، حضرت سیِّدُنا عُروہ بن زُبَیْر، حضرت سیِّدُنا قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث، حضرت سیِّدُنا خارجہ بن زید بن ثابت، حضرت سیِّدُنا عُبَیْدُ اللہ بن عبدُ اللہ بن عُتْبہ اور حضرت سیِّدُنا سلیمان بن یسار رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی۔

سیِّدی اعلیٰ امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن حَیَاتُ الْحَیْوَان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام دَمیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے بعض اہل خیر سے روایت کیا: اِنَّ اَسْمَاءَ الْفُقَھَاءِ السَّبْعَۃِ الَّذِیْنَ کَانُوْا بِالْمَدِیْنَۃِ الشَّرِیْفَۃِ اِذَا کُتِبَتْ فِیْ رُقْعَۃٍ وَّجُعِلَتْ فِی الْقَمْحِ فَاِنَّہٗ لَایَسُوْسُ مَادَامَتِ الرُّقْعَۃُ فِیْہِ یعنی مدینہ طیبہ کے ساتوں فقہائے کرام کے اسمائے طیبہ اگر ایک پرچہ میں لکھ کر گیہوں میں رکھ دیا جائے تو جب تک وہ پرچہ رہے گا گیہوں کو گھن نہ لگے گا۔ اسی (یعنی حَیَاتُ الْحَیْوَان) میں بعض اہل تحقیق سے روایت کیا: اِنَّ اَسْمَاءَ ھُمْ اِذَا کُتِبَتْ وَعُلِّقَتْ عَلَی الرَّاْسِ اَوْ ذُکِرَتْ عَلَیْھِمْ اَزَالَتِ الصُّدَاعَ (یعنی:) ان فقہائے کرام کے نام لکھ کر سر پر رکھے جائیں یا پڑھ کر سر پر دم کئے جائیں تو دردِ سر کھو دیتے ہیں۔

(فتاوٰی افریقہ، ص ١٧٣، نوری کتب خانہ لاہور پاکستان)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

"امام غزالی" کے 9 حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی "9 نیّتیں"

فرمانِ مصطفٰے: نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ یعنی مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(معجم کبیر، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

دو مَدَنی پھول: (۱) بِغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔

(۲) جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(۱) ہر بار حمد و صلٰوۃ اور تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صَفْحَہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے اس پر عمل ہو جائے گا) (۲) رِضائے الٰہی کے لئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مُطالَعَہ کروں گا۔ (۳) حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضو اور قبلہ رُو مُطالَعَہ کروں گا۔ (۴) قرآنی آیات اور اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا۔ (۵) جہاں جہاں "**اللہ**" کا نام پاک آئے گا وہاں **عَزَّوَجَلَّ** اور جہاں جہاں "**سرکار**" کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں **صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم** اور جہاں جہاں کسی **صحابی یا بزرگ** کا نام آئے گا وہاں **رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ** اور **رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ** پڑھوں گا۔ (۶) اس کتاب کا مُطالَعَہ شروع کرنے سے پہلے اس کے مؤلّف کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ (۷) (اپنے ذاتی نسخے کے) "یادداشت" والے صَفْحَہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا۔ (۸) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (۹) کتابت وغیرہ میں شَرْعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا۔

(ناشرین وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اَلْمَدِيْنَةُ الْعِلْمِيه

از: شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطّاؔر قادری** رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ”**دعوتِ اسلامی**“ نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ عِلمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے مُتَعَدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ”اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ“ بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلَما و مفتیانِ کرام کَثَّرَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت (۲) شعبہ تراجِمِ کُتُب (۳) شعبہ درسی کُتُب

(۴) شعبہ اِصلاحی کُتُب (۵) شعبہ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبہ تخریج[1]

”اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ“ کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیِ سنّت، ماحیِ بِدعت، عالِمِ شَریعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر وبَرَکت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری شاہ

---

[1] ... تادمِ تحریر (رجب المرجب ۱۴۳۸ھ) شعبے مزید قائم ہو چکے ہیں: (۷) فیضانِ قرآن (۸) فیضانِ حدیث (۹) فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (۱۰) فیضانِ صحابیات وصالحات (۱۱) شعبہ امیر اہلسنّت مَدَّظِلُّہٗ (۱۲) فیضانِ مدنی مذاکرہ (۱۳) فیضانِ اولیا وعلما (۱۴) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (۱۵) رسائلِ دعوتِ اسلامی (۱۶) عربی تراجم۔ **(مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ)**

امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اوراشاعتی مَدَنی کام میں ہر ممکن تعاوُن فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مُطالَعَہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالِس بَشُمُول ''اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیہ'' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عَمَلِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّتُ البقیع میں مدفن اور جنّتُ الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مدنی انعامات کا کارڈ پُر کر کے ہر مدنی ماہ کے دس دن کے اندر اندر اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابندِ سنّت بننے، گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لئے کُڑھنے کا ذہن بنے گا۔

مُصَنِّف ایک نَظَر میں

نام ونسب: محمد بن محمد بن محمد بن احمد طوسی غزالی شافعی۔ **کنیت:** ابوحامد۔

لقب: حُجَّۃُ الْاِسْلَام، کیونکہ آپ کو دیکھ کر بڑے بڑے عیسائی مسلمان ہوئے۔

ولادت: ۴۵۰ھ خراسان کے ضلع طوس کے علاقے طابران میں ہوئی۔

خاندان: والدماجد دھاگے کے تاجر ہونے کی وجہ سے ''غزالی'' کہلاتے تھے، بڑے نیک انسان تھے، عُلَما کی صحبت میں رہ کر ان کی خدمت کرتے، عالِم اولاد کی دعا کرتے جو اِمام غزالی اور احمد غزالی کی صورت میں مقبول ہوئی، انہوں نے اپنا تمام سرمایہ بیٹوں کی تعلیم وپرورش پر خرچ کرنے کی وصیت فرمائی۔

تعلیم وتدریس: ابتدائی تعلیم اپنے ہی شہر میں سیِّدُنا احمد رازکانی سے حاصل کی، پھر جرجان ونیشاپور میں سیِّدُنا ابونصر اسماعیلی اور امامُ الحرمین جوینی کی شاگردی اِختیار فرمائی اور اُن کے وصال کے بعد امامُ الحرمین کے منصب پر فائز ہوئے، پھر چار سال بغداد میں علم کا اجالا پھیلایا، پھر حج کے بعد دمشق پہنچے، ایک عرصہ بیْتُ المقدس میں گزرا، دوبارہ دمشق آئے اور 10 سال تک شام میں رہے۔ پھر حجاز، بغداد اور نیشاپور آنا جانا رہا اور بالآخر اپنے آبائی شہر طوس واپس آکر عبادت وریاضت میں مشغول ہوگئے۔

بیعت: 27 سال کی عُمر میں سیِّدُنا شیخ فضل بن محمد فارمذی طوسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے جو کہ سیِّدُنا امام ابو القاسم قشیری کے جلیلُ القدر شاگرد ہیں۔

تصنیف وتحریر: کئی علوم وفنون میں سینکڑوں کتب ورسائل لکھے جن میں ''اِحیاءُ العلوم، مِنْہَاجُ العابدین، کیمیائے سعادت اور اَیُّہَا الْوَلَد'' وغیرہ کو بہت شہرت ملی۔

وصال شریف: ۱۴ جُمادَی الاُخریٰ ۵۰۵ھ طابران کے مقام پر ہوا۔

پہلے اسے پڑھ لیجئے!

عبادت وہ غایتِ تعظیم ہے جو بندہ اپنی عبدیت اور معبود کی اُلوہیت کے اعتقاد و اعتراف کے ساتھ بجالائے۔[1]

عبادت ایک طرف ایمان کا نور، جان کی راحت، دل کا سرور، آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب و روح کی صفائی کا سامان ہے تو دوسری طرف شیطان سے جنگ اور نفس سے لڑائی ہے۔ انسان کی تخلیق کا سب سے ایک بڑا مقصد عبادت ہے۔ سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جُنَید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی سے عرض کی گئی: کچھ لوگ پیدا ہوئے کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دی ہے اور کہتے ہیں کہ شریعت تو ''راستہ'' ہے، ہم پہنچ گئے ہمیں ''راہ'' کی حاجت نہیں۔ فرمایا: ''صَدَقُوْا لَقَدْ وَصَلُوْا وَلٰکِنْ اِلٰی اَیْنَ اِلَی النَّار یعنی وہ سچ کہتے ہیں ضرور پہنچ گئے مگر کہاں تک، جہنم تک۔'' پھر فرمایا: اگر مجھے صدہا برس کی عمر دی جائے تو فرض تو فرض جو نفل مقرر کر لئے ہیں ہرگز نہ چھوڑوں۔[2]

پھر یہ کہ جب انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو اب اُسے ساری زندگی عبادت کرنی ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیبِ مکرم، شفیعِ معظَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ (پ۱۴، الحجر: ۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

معلوم ہوا کہ عبادت نہ صرف لازم ہے بلکہ ساری عمر کے لئے ضروری ہے اور

1... خزائن العرفان، پ۱، البقرہ، تحت الآیۃ: ۲۱

2... فتاوی رضویہ، ۱۴/ ۴۰۹

بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ولی بن جائے وہ عبادات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جب امامُ الانبیاء، حبیبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو آخری دم تک عبادت کرنے کا حکم دیا گیا تو ہم کیا چیز ہیں۔ اس سے ان لوگوں کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو اپنے آپ کو بڑے بلند مقام و مرتبہ پر فائز سمجھ کر عبادات کے معاملے میں خود کو بے نیاز جانتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہیے کہ وہ کہیں شیطان کے خفیہ اور خطرناک وار کا شکار تو نہیں ہو گئے کیونکہ شیطان نے ایسے واروں کے ذریعے بڑے بڑے مشائخ کو گمراہ کیا ہے۔[1]

یاد رہے کہ ظاہری لحاظ سے عبادت ایک مشکل امر ہے کیونکہ اس کے ذریعے بندے کو اپنی منزل جنت تک پہنچنا ہے اور حدیث پاک میں ہے: "اِنَّ الْجَنَّۃَ حُفَّتْ بِالْمَکَارِہِ یعنی بے شک جنت کو سختیوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔"[2] پھر یہ کہ جیسے ہر مسافر کے لیے راستے اور اس میں آنے والی مشکلات کا علم ہونا ضروری ہوتا ہے یونہی راہ جنت کے مسافر کے لیے اس راہ کا علم، اس میں آنے والی مشکلات کا علم اور ان مشکلات سے نکلنے کا علم ہونا ضروری ہے لہٰذا عبادت کے لیے سب سے پہلے "علم" ضروری ہے کہ یہ کیسے اور کس طرح کی جائے۔ حدیث پاک ہے کہ "اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْہٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُوْنَۃِ یعنی بغیر علم عبادت کرنے والا اس گدھے کی طرح ہے جو آٹے کی چکی میں جتا ہو۔"[3] اور حضور غوث پاک شیخ عبدُ القادر جیلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: تَفَقَّہْ ثُمَّ اعْتَزِلْ مَنْ عَبَدَ اللّٰہَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ مَا یُفْسِدُہٗ اَکْثَرَ مِمَّا یُصْلِحُہٗ خُذْ مَعَکَ مِصْبَاحَ شَرْعِ

1...صراط الجنان، پ۱۴، الحجر: ۹۹، ۵/ ۲۷۴

2... معجم کبیر، ۹/ ۱۰۴، حدیث: ۸۵۴۶

3...حلیۃ الاولیاء، خالد بن معدان، ۵/ ۲۴۹، حدیث: ۷۰۰۵

رَبِّكَ یعنی فقہ حاصل کر اس کے بعد خلوت نشین ہو، جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا، اپنے ساتھ شریعتِ الٰہیہ کی شمع لے لے۔[1]

حصولِ علم کے بعد اُس پر عمل اور عمل میں استقامت و اخلاص کی باری آتی ہے۔ حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مِصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی ارشاد فرماتے ہیں: "سب لوگ مردے ہیں سوائے علما کے اور سب علما سورہے ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے اور سب عمل کرنے والے دھوکے میں ہیں سوائے اخلاص والوں کے اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے میں ہیں۔"

غور کیجئے کہ منزل اتنی عالی شان ہے، راستہ مشکل و طویل ہے اور مسافر انتہائی کمزور ہے، ساتھ ہی ساتھ دنیاوی مشاغل اسے گھیرے ہوئے ہیں، عمر بھی کم ہے اور غفلت نے بھی بسیرا کر رکھا ہے الغرض اس راہ کا توشہ (عبادت) جمع کرنا بظاہر مشکل و دشوار ہے مگر یہ کہ جو بندہ اپنی تمام تر ہمت جمع کرکے، غیر ضروری مصروفیات کو پس پشت ڈال کر اور نفس و شیطان سے مقابلے کے لیے ہتھیاروں سے لیس ہو کر اس راہ پر چل پڑے تو رحمتِ الٰہی اس کوشش کرنے والے کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

زیرِ نظر کتاب "مِنْهَاجُ الْعَابِدِیْن" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ کتاب حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کی مشہور و معروف آخری تصنیف ہے جس میں عبادت، علم، عمل، استقامت، اخلاص، توبہ، عبادت پر اُبھارنے

[1] ...بھجۃ الاسرار، ذکر فصول من کلام مرصعا بشیء... الخ، ص۱۰۶

والی اور اس میں رکاوٹ بننے والی باتوں اور حمد و شکر کو الہامی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔

دعوت اسلامی کی علمی، تحقیقی اور اشاعتی مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ کے "شعبہ تراجم کتب" (عربی سے اردو) کو اس ترجمہ کی سعادت ملی۔ ترجمہ کے لیے مؤسسۃ الرسالۃ بیروت کے مطبوعہ تحقیقی نسخے (۱۴۰۹ھ/ 1989ء) کو معیار بنایا گیا اور اس کے ساتھ مؤسسۃ السیروان دمشق، دارالفکر بیروت اور مصطفی البابی مصر کے مطبوعہ نسخے پیش نظر رہے نیز ترجمہ میں اکابرین اہلسنت کے تراجم سے بھی رہنمائی لی گئی ہے۔

اس کے ترجمہ و تقابل، نظر ثانی و تفتیشِ تخریج و پروف ریڈنگ وغیرہ کاموں کے لئے خصوصاً 2 اسلامی بھائیوں نے خوب کوشش فرمائی ہے: (۱)... **محمد امجد خان تنولی عطاری مدنی** اور (۲)... **ابو واصف محمد آصف اقبال عطاری مدنی**۔ اس کتاب کی شرعی تفتیش دارالافتاء اہلسنت کے مفتی حافظ **محمد حسّان عطاری مدنی** زِیْدَ عِلْمُہٗ نے فرمائی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے ہمیں اس کتاب کو پڑھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسرے اسلامی بھائیوں بالخصوص مفتیانِ عِظام اور عُلَمائے کرام کی خدمتوں میں تحفۃً پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور **ہمیں اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنے کے لئے مَدَنی اِنعامات پر عمل کرنے کی توفیق** اور **مَدَنی قافلوں** میں سفر کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور **دعوتِ اسلامی** کی تمام مجالس بشمول مجلس **اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ** کو دن پچیسویں اور رات چھبیسویں ترقّی عطا فرمائے!

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

شعبہ تراجِم کُتُب (مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ وَحَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡل

نیک، پرہیزگار اور فقیہ بزرگ حضرت سیِّدُنا عبدالملک بن عبداللہ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں: میرے استاد امام اَجَل، متقی وزاہد، خوش بخت وتوفیق یافتہ، اسلام کی حُجَّت، دین کی زینت اور امت کی عزت حضرت سیِّدُنا ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی طوسی عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی نے یہ کتاب مجھے املا کروائی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی روح کو بابرکت رکھے اور جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ یہ مختصر کتاب ان کی آخری تصنیف ہے جسے ان سے اُن کے خاص شاگردوں نے ہی لکھا ہے۔

کتاب کی ابتدا

تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جو حکمت والا بادشاہ، جواد وکریم، غالب اور رحم فرمانے والا ہے، اسی نے انسان کو اچھی صورت پر بنایا اور اپنی قدرت سے آسمان اور زمین بنائے، اپنی حکمت سے دونوں جہاں کے امور کی تدبیر فرمائی اور جن وانس کو اپنی عبادت کے واسطے پیدا فرمایا، پس اس کا ارادہ کرنے والوں کے لیے راستہ واضح ہے اور دیکھنے والوں کے لیے اس پر روشن دلیل ہے لیکن اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے، بے شک وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔ تمام انبیا ومرسلین کے سردار حضرت محمد مصطفٰے پر اور آپ کی نیک وپاکیزہ آل اور تمام اصحاب پر قیامت تک درود وسلام نازل ہو اور ان کی عظمت قائم رہے۔

جنت کا راستہ

میرے بھائیو! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور ہمیں اپنی رضا کی سعادت سے سرفراز فرمائے۔

جان لو کہ عبادت علم کا پھل اور عمر بھر کا فائدہ، بندے کی کل متاع، اولیا کی جمع پونجی، مضبوط لوگوں کا راستہ، مُعَزَّزِین ومُکَرَّمِین کا حصہ، ہمت والوں کا مقصد، مردوں کا پیشہ، بصیرت والوں کی پسندیدہ چیز اور یہی خوش بختی اور جنت کا راستہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کرو۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْیُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (پ۲۹، الدھر: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

پھر جب ہم نے عبادت میں نظر کی اور اس کے ابتدائی راستوں سے اس کے انتہائی مقاصد جن کی عبادت گزاروں کو تمنا وآرزو ہے، تک غور وخوض کیا تو معلوم ہوا کہ یہ راستہ انتہائی دشوار اور مشکل ہے، اس میں بڑی بڑی گھاٹیاں، شدید مشقتیں، لمبی مسافتیں، بہت آفتیں، کثیر رکاوٹیں اور سخت دشواریاں ہیں، اس میں ہلاکت وتباہی چھپی ہوئی ہے، دشمن اور لٹیرے بے انتہا ہیں اور اس کے مسافر بہت تھوڑے ہیں، اس راستے کو ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ یہ جنت کا راستہ ہے اور اس کے مشکل ہونے کی تصدیق رسولِ خدا، تاجدارِ انبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ان دو فرامین سے ہوتی ہے:

﴿1﴾... اِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ وَاِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ یعنی جنت کو تکالیف سے اور جہنم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ (1)

(1)... معجم کبیر، ۹/۱۰۴، حدیث: ۸۵۴۶

﴿2﴾...اَلَا وَاِنَّ الْجَنَّةَ حَزْنٌ بِرَبْوَةٍ اَلَا وَاِنَّ النَّارَ سَهْلٌ بِسَهْوَةٍ یعنی سنو! بے شک جنت کی راہ انتہائی کٹھن ہے خبردار! جہنم کی راہ بہت آسان ہے۔ (1)

جب مطلوب بڑا ہو تو۔۔۔!

ان مشکلات کے ساتھ ساتھ بندہ بھی کمزور ہے، زمانہ مشکل ہے، دین کے معاملات پستی کی طرف جارہے ہیں، مددگار بہت تھوڑے ہیں، مصروفیات بہت زیادہ ہیں، عمر قلیل ہے اور عمل میں بھی کوتاہی ہے جبکہ عمل کو جانچنے والا بصیر ہے، موت بھی قریب ہے اور سفر بہت طویل ہے، اس کا زادِ راہ بھی صرف عبادت ہی ہے جس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ عبادت ہمارے پاس موجود نہیں ہے اور ہمیں اس کے لیے واپس بھی نہیں لوٹایا جائے گا پس جو عبادت کو زادِ راہ بنانے میں کامیاب ہو گیا یقیناً وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامیاب اور خوش بخت ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا یقیناً وہ گھاٹا اُٹھانے والوں کے ساتھ گھاٹے میں رہا اور ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاکت میں جا پڑا۔

خدا کی قسم! یہ راستہ بہت دشوار اور پر خطر ہے، اسی وجہ سے اس راستے پر چلنے والے بہت تھوڑے ہیں، مقولہ ہے کہ ”اِذَا عَظُمَ الْمَطْلُوْبُ قَلَّ الْمُسَاعِد یعنی جب مطلوب بڑا ہو تو کوشش کرنے والے تھوڑے ہوتے ہیں۔“ پھر اس راستے پر چلنے والوں میں سے بہت کم ہی ثابت قدم رہتے ہیں اور ان میں سے بھی بہت تھوڑے مقصود و مطلوب تک رسائی پانے میں کامیاب ہوتے ہیں، اصل میں یہی وہ مُعَزَّزِین ہوتے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی معرفت و محبت کے لیے منتخب فرمایا اور اپنی توفیق سے ان کی حفاظت فرمائی پھر اپنے فضل سے انہیں اپنی رضا اور جنت تک پہنچایا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

1...مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ۱/ ۷۰۰، حدیث: ۳۰۱۷

اپنی رحمت سے ہمیں اور تمہیں ان کامیاب لوگوں میں سے کر دے۔(آمین)

منہاج العابدین لکھنے کی وجہ

جب ہم نے اس راہ کو اتنا مشکل پایا تو اسے پار کرنے کے لیے گہرا غور و خوض کیا اور دیکھا کہ بندہ اس میں کن چیزوں کا محتاج ہوتا ہے مثلاً: قوت و طاقت، آلات اور علم و عمل کی تدبیر وغیرہ تو اس امید کے ساتھ کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے سلامتی کے ساتھ اس راہ کو پار کر جائے اور اس کی ہلاکت خیز گھاٹیوں میں گر کر ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک نہ ہو، لہٰذا ہم نے اس راہ پر چلنے اور اسے پار کرنے کے متعلق چند کتابیں لکھیں جیسے: اِحیَاءُ عُلُوْمِ الدِّیْن، اَسْرَارُ الْمُعَامَلَات، اَلْغَایَةُ الْقَصْوٰی اور اَلْقُرْبَةُ اِلَی اللہ وغیرہ، یہ کتابیں باریک علمی نکات پر مشتمل ہیں جس کی وجہ سے عام لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور اسی کم فہمی کی وجہ سے لوگ ان میں عیب لگانے لگے اور جو باتیں پسند نہ آئیں ان میں سرگرمی دکھانے لگے، بھلا ربُّ الْعٰلَمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ کے کلام سے بڑھ کر بھی کوئی کلام فصیح و بلیغ ہو سکتا ہے، کہنے والوں نے تو اس کے بارے میں بھی کہہ دیا کہ "یہ تو اگلوں کی داستانیں ہیں۔"[1] کیا تم نے حضرت سیِّدُنا امام زین العابدین علی بن حسین بن علی عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہ فرمان نہیں سنا:

اِنِّیْ لَاَکْتُمُ مِنْ عِلْمِیْ جَوَاهِرَهٗ	کَیْلَا یَرٰی ذَاكَ ذُوْ جَهْلٍ فَیَفْتَتِنَا
وَ قَدْ تَقَدَّمَ فِیْ هٰذَا اَبُوْ حَسَنٍ	اِلَی الْحُسَیْنِ وَوَصّٰی قَبْلَهُ الْحَسَنَا
یَارُبَّ جَوْهَرِ عِلْمٍ لَوْ اَبُوْحُ بِهٖ	لَقِیْلَ لِیْ اَنْتَ مِمَّنْ یَّعْبُدُ الْوَثَنَا
وَلَاسْتَحَلَّ رِجَالٌ مُّسْلِمُوْنَ دَمِیْ	یَرَوْنَ اَقْبَحَ مَا یَاْتُوْنَهٗ حَسَنَا

1...پ۱۸، الفرقان: ۵

ترجمہ:(۱)... میں اپنے علمی جواہر پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ جہلا انہیں دیکھ کر فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔(۲)...اس کے متعلق اس سے پہلے حضرت سیِّدُنا ابو حسن علیُ المرتضٰی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم بھی حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو وصیت کر گئے کہ(۳)... میرے ایسے کئی پوشیدہ علوم ہیں جنہیں میں ظاہر کر دوں تو مجھے کہا جائے گا تو تو بتوں کی پوجا کرنے والا ہے اور(۴)... مسلمان میرے خون کو حلال سمجھ بیٹھیں گے (یعنی مجھے قتل کر دیں گے) اور اس برے کام کو اچھا سمجھیں گے۔

مگر اب حالات کا اربابِ دین سے تقاضا ہے کہ وہ ساری خلقِ خدا کو نظرِ رحمت سے دیکھیں اور بحث و مباحثہ ترک کر دیں۔ میں نے اُس کی بارگاہ میں التجا کی جس کے قبضہ میں تمام مخلوق اور ہر معاملہ ہے کہ وہ مجھے ایسی کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائے جس پر سب کا اتفاق ہو اور اسے پڑھ کر لوگ فائدہ اٹھائیں پس اس نے میری التجا قبول فرمائی کیونکہ جب کوئی بے چین و مُضْطَر اسے پکارے تو وہ اس کی پکار سنتا ہے، اس نے اپنے فضل سے مجھ پر اس تصنیف کے راز آشکار فرمائے اور ایک ایسی منفرد ترتیب الہام فرمائی جو علومِ دینیہ کے حقائق پر مشتمل میری سابقہ کتب میں نہیں تھی، یہ میری وہ تصنیف ہے جس کی تعریف میں خود کرتا ہوں۔ توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

...

عبادت کا بیان

آسمانی اشارہ اور توفیقِ الٰہی

بندے کو عبادت کے لیے بیدار کرنے اور راہ عبادت پر چلنے کے لیے ابھارنے والی سب سے پہلی چیز آسمانی اشارہ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے خاص توفیق ہے، اس فرمانِ باری تعالیٰ میں اسی توفیق کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ (پ۲۳، الزمر: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے۔

اور اسی توفیق کی طرف حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان عالی سے اشارہ فرمایا کہ ”اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الْقَلْبَ اِنْفَسَحَ وَانْشَرَحَ یعنی بے شک جب دل میں نور داخل ہوتا ہے تو دل کشادہ اور وسیع ہو جاتا ہے۔“ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس کی کوئی نشانی بھی ہے جس سے اس کی پہچان ہو سکے؟ ارشاد فرمایا: ہاں! دھوکے کے گھر (یعنی دنیا) سے کنارہ کشی، ہمیشہ کے گھر (یعنی جنت) کی طرف رغبت اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری۔[1]

سب سے پہلے

بندے کے دل میں جب سب سے پہلے یہ خیال آجائے کہ میں خود کو طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال پاتا ہوں مثلاً: زندگی، طاقت، عقل، قوتِ گویائی اور ان کے علاوہ کئی اعلیٰ صفات و لذات اور میرے پاس ایسے اسباب بھی ہیں جن کے ذریعے میں خود سے آفات اور تکلیف دہ چیزوں کو دور کر سکتا ہوں۔ یہ ساری نعمتیں دینے والا ایک محسن بھی ہے جو مجھ سے ان کے شکر اور اپنی عبادت کا مطالبہ کر رہا ہے، اگر میں اس سے غافل ہوا تو یہ نعمتیں مجھ سے چھن جائیں گی اور مجھے اپنے محسن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی و عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا، پھر اس پاک ذات نے میری طرف ایک رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

---

1 ...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، ما ذکر عن نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، ۸/۱۲۶، حدیث: ۱۳

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی تو بھیجا ہے جسے ایسے معجزات عطا فرمائے ہیں جو عادات کے خلاف اور انسانی طاقت سے ماوراء ہیں، انہوں نے ہی مجھے بتایا کہ میرا ایک رب ہے جو شان والا، قدرت والا، علم والا، ارادہ فرمانے والا اور کلام فرمانے والا ہے، وہ حکم بھی دیتا ہے اور منع بھی فرماتا ہے، وہ اِس پر قادر ہے کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو وہ میری پکڑ فرمائے اور وہ اس پر بھی قادر ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں تو وہ مجھے ثواب عطا فرمائے۔ وہ میرے چھپے ہوئے کو بلکہ وہم وخیال میں آنے والی ہر بات کو جانتا ہے، اس نے جنت کا وعدہ بھی فرمایا ہے اور جہنم کی وعید بھی سنائی ہے اوراس نے شرعی قوانین کی پابندی کرنے کا حکم دیا ہے۔

خوف و گھبراہٹ کی ضرورت

اب بندہ یہ خیال کرے کہ وہ ذات قادر مطلق ہے اور میں ممکن وفانی ہوں اور ایسا تصور کرنا کوئی مشکل بھی نہیں پہلی کوشش میں ہی بندہ یہ تصوُّر قائم کر سکتا ہے۔ جب یہ تمام باتیں اس کے تصور میں ہوں گی تو وہ اپنے معاملے کا خوف کھانے لگے گا اور اس پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ پس یہی گھبراہٹ اس بندے کو بیدار کرتی ہے، اسی سے بندے کو حجت لازم ہوتی ہے اور یہی گھبراہٹ بندے کے حیلے بہانے جڑ سے کاٹ کر بندے کو آیاتِ الٰہیہ میں غور وفکر اور استدلال پر بَرانگیختہ کرتی ہے۔ اب بندہ مجبور ہو کر حیرانی وپریشانی میں اپنے دل ودماغ سے سوچ کر یا لوگوں سے معلوم کر کے اپنی نجات وچھٹکارے کا راستہ ڈھونڈتا ہے تو اسے اس کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا کہ اپنی عقل کے ذریعے وجودِ کائنات سے کائنات کو بنانے والے پر دلائل تلاش کرے تاکہ اسے اس کا علم اور یقین حاصل ہو جائے جو اس سے پوشیدہ ہے اور وہ جان لے کہ اس کا ایک ربّ عَزَّوَجَلَّ ہے جس نے اسے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا پابند کیا ہے۔

راہِ عبادت کی پہلی گھاٹی

عبادت کی راہ میں پیش آنے والی یہ پہلی گھاٹی ہے اور اسے علم و معرفت کی گھاٹی کہا جاتا ہے تاکہ بندے کو عبادت کے معاملے میں بصیرت حاصل ہو جائے اور وہ بغیر تکلیف کے اس راہ پر چل پڑے اس طرح کہ دلائل میں نظر اور مکمل غور و فکر کرے، علمائے آخرت سے پوچھے جو کہ اس راہ کی رہنمائی کرنے والے اور اُمت کے چراغ و پیشوا ہیں، ان سے استفادہ کرے اور نیکوکاروں سے التجا کرے کہ وہ اس کے لیے توفیق و مدد کی دعا کریں تاکہ یہ توفیقِ الٰہی سے اس گھاٹی کو طے کر سکے اور اسے غیب پر علم اور یقین نصیب ہو جائے اور وہ یقین یہ ہے کہ اُس کا ایک معبود ہے جو واحد و یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے اُسے پیدا کیا اور اُس پر یہ ساری نعمتیں فرمائیں، اس پر اپنا شکر لازم کیا، اُسے ظاہر و باطن سے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا، اسے کفر و معاصی سے بچایا اور اپنی اطاعت کرنے پر ہمیشہ کے ثواب اور نافرمانی کرنے پر ہمیشہ کے عذاب کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اب یہ معرفت اور غیب پر یقین بندے کو اس انعام فرمانے والے بادشاہ کی عبادت پر مُستَعِد و کمربستہ کرتا ہے جس کی اُس نے طلب کی تو اُسے پالیا اور اُس سے ناواقفی کے بعد اس کی معرفت حاصل کر لی، لیکن بندہ جانتا نہیں کہ اس کی عبادت کیسے کرے اور ظاہر و باطن میں اس کی اطاعت کو کیسے خود پر لازم کرے، پس اِس قدر معرفتِ الٰہی حاصل ہونے کے بعد بندہ خوب کوشش کرے یہاں تک کہ خود پر لازم ظاہری و باطنی فرائضِ شرعیہ سیکھ جائے۔

راہِ عبادت کی دوسری گھاٹی

جب فرائض کی معرفت اور علم مکمل کر لے تو عبادت کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو

اور عبادت میں مشغول ہونے لگے تو اپنی طرف نظر کرے کہ میں تو خطاؤں اور گناہوں میں لتھڑا ہوا ہوں۔ اکثر لوگوں کا یہی حال ہے۔ پس خود سے کہے: میں عبادت کی راہ پر کیسے گامزن ہو سکتا ہوں حالانکہ میں تو گناہوں میں لتھڑا ہوا ہوں اور اس وقت بھی ان پر ڈٹا ہوا ہوں لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے میں گناہوں سے توبہ کروں تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری بخشش فرمائے اور مجھے گناہوں کی قید سے چھٹکارا مل جائے اور میں ان کی پلیدی و گندگی سے پاک صاف ہو کر عبادت و قربت کے لائق ہو جاؤں۔ اب یہاں بندے کو توبہ کی گھاٹی درپیش ہوتی ہے۔ اس گھاٹی کو عُبُور کرنا بھی ضروری ہے تاکہ بندہ اپنے مقصود تک پہنچ سکے، لہٰذا اسے عبور کرنے کے لیے توبہ کی تمام شرائط اور حقوق پورے کرے یہاں تک کہ اسے عبور کرنے میں کامیاب ہو جائے۔

راہِ عبادت کی تیسری گھاٹی

پھر جب اسے سچی توبہ نصیب ہو جائے اور وہ اس گھاٹی کو عبور کر لے تو عبادت کی طرف متوجہ ہو جائے مگر یہاں وہ دیکھتا ہے کہ اسے طرح طرح کی رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ہر رکاوٹ اپنے طور پر اسے عبادت سے روکے گی۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ رکاوٹیں چار ہیں: (۱)... دنیا (۲)... مخلوق (۳)... شیطان اور (۴)... نفس۔

لہٰذا بندہ ان رکاوٹوں سے دور ہونے اور ان کو خود سے دور کرنے کا شدید محتاج ہے ورنہ وہ اپنے مقصود یعنی عبادت میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اس مقام پر بندے کو رکاوٹوں کی گھاٹی درپیش ہوتی ہے، یہ گھاٹی عبور کرنے کے لیے اسے چار چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے: (۱)... دنیا سے کنارہ کشی (۲)... مخلوق سے تنہائی (۳)... شیطان سے جنگ اور (۴)... نفس کی مخالفت۔

مشکل ترین معاملہ

نفس کا معاملہ ان سب سے زیادہ مشکل ہے کیونکہ اس سے علیحدگی نہیں ہوسکتی، نہ ہی شیطان کی طرح اس پر انتہائی سختی کرکے مکمل طور پر مغلوب کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ عبادت کی سواری اور ذریعہ ہے، بندہ جس عبادت کا بھی ارادہ کرکے اس کی طرف متوجہ ہونا چاہے نفس سے اس کی موافقت کی امید نہیں کی جاسکتی کیونکہ نیکی و بھلائی کی مخالفت کرنا اور خواہش کی پیروی کرنا اس کی فطرت میں شامل ہے، ایسی صورت میں نفس کو تقویٰ کی لگام دینا ضروری ہے تاکہ نفس سرکشی و بغاوت نہ کرے اور بندے کا مُطیع و فرمانبردار رہے اور بندہ اسے نیک اور اچھے کاموں میں استعمال کرے اور ہلاکت و فساد کی جگہوں سے روکے، یوں اس گھاٹی کو عبور کرنے کا سوچے اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد چاہے۔

راہِ عبادت کی چوتھی گھاٹی

پھر جب بندہ اس توبہ کی گھاٹی کو عبور کرکے عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہاں پھر چند عوارض اس کا راستہ روک دیتے ہیں اور عبادت کی طرف بڑھنے دیتے نہ عبادت کے لیے وقت نکالنے دیتے ہیں۔ ان عوارض کی بھی چار قسمیں ہیں: **پہلا عارضہ رزق ہے۔** نفس اس کا مطالبہ کرتا ہے اور کہتا ہے: میرے لیے رزق اور غذا ضروری ہے، اگر میں دنیا سے کنارہ کشی اور مخلوق سے گوشہ نشینی اختیار کرلوں گا تو میرے کھانے پہننے کا کیا ہوگا؟ **دوسرا عارضہ:** ہر اس چیز کا خیال جس سے تم ڈرتے ہو یا جس کی امید کرتے ہو، جسے چاہتے ہو یا جسے ناپسند کرتے ہو حالانکہ نہ تم اس کی بہتری کو جانتے ہو نہ فساد کو کیونکہ تمام امور کے انجام پوشیدہ ہیں اور دل ان میں مشغول ہے، اسی لیے

بندہ بسا اوقات کسی ہلاکت یا فساد میں پڑ جاتا ہے۔ **تیسرا عارضہ:** مصائب اور تکالیف جو ہر طرف سے حملہ آور ہوتی ہیں خاص طور پر جب بندہ مخلوق کی مخالفت، شیطان سے جنگ اور نفس کی مخالفت کے لیے کمربستہ ہوتا ہے، اس وقت کئی مرتبہ غصہ پینا پڑتا ہے، کئی مرتبہ تکلیف وشدت برداشت کرنی پڑتی ہے، کئی رنج وغم درپیش ہوتے ہیں اور کئی مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ **چوتھا عارضہ:** قضائے الٰہی کی مختلف صورتوں کا پیش آنا، کبھی میٹھی کبھی کڑوی، یہ قضا بندے پر وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے کبھی نفس ناراضی کی طرف جلدی کرتا ہے کبھی فتنے کی طرف دوڑتا ہے۔

الغرض یہاں بندے کو چار عوارض کی گھاٹی کا امتحان درپیش ہوتا ہے اور اسے عبور کرنے کے لیے بندے کو چار چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے: (۱)...رزق کے معاملے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل کرنا (۲)...وسوسوں کی جگہ میں معاملہ سپردِ خدا کر دینا (۳)... مصیبت وتکلیف میں صبر کرنا اور (۴)... قضائے الٰہی پر راضی رہنا۔ پس بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حسن توفیق اور تائید سے عوارض کی اس گھاٹی کو عبور کرلیتا ہے۔

راہِ عبادت کی پانچویں گھاٹی

جب بندہ اس گھاٹی کو پار کرکے عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نفس تو بہت کمزور اور سست ہے، نیکی کی طرف کماحقہ چستی اور پھرتی نہیں دکھاتا، اس کا میلان تو ہمیشہ غفلت، نیکیوں سے دوری، سرکشی، آرام وراحت، برائیوں اور لغو وبے ہودہ باتوں کی طرف ہوتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ ایک چلانے والا ہونا چاہیے جو اسے نیکی اور فرمانبرداری کی طرف بلائے اور اس میں عبادت کا شوق پیدا کرے، یونہی ایک روکنے

والا بھی ہونا چاہیے جو اسے گناہوں اور نافرمانیوں سے باز رکھے اور وہ دو چیزیں یہ ہیں: (۱)...رجا(یعنی امید)اور(۲)...خوف۔رجا یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ملنے والے عظیم ثواب اور اس کی طرف سے مختلف انعامات و بزرگیوں کے وعدوں کی امید رکھے اور انہیں یاد کرے۔تو یہ امید نفس کو نیکی پر ابھارے اور اس کا شوق دلائے گی جبکہ **خوف** یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے تیار کردہ دردناک عذاب اور اس کی جانب سے طرح طرح کی سزاؤں اور رسوائی کی وعیدوں سے ڈرے۔تو یہ ڈر نفس کو گناہوں سے ڈرائے اور باز رکھے گا،پس یہاں بندے کو بواعث یعنی عبادت پر ابھارنے والی چیزوں کی گھاٹی کا سامنا ہوتا ہے اور اسے طے کرنے کے لئے خوف ورجا کی ضرورت ہے لہٰذا بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے اس گھاٹی کو طے کرنا شروع کردے۔

راہِ عبادت کی چھٹی گھاٹی

جب بندہ اس گھاٹی کو عبور کرلیتا ہے تو دل جمعی کے ساتھ عبادت کی طرف بڑھتا ہے،اب نہ اسے کوئی رکاوٹ نظر آتی ہے نہ کوئی مشغولیت بلکہ وہ اپنے اندر عبادتِ الٰہی کی دعوت دینے اور ابھارنے والے اوصاف و جذبات پاتا ہے۔یوں بندہ بڑے شوق سے عبادت کی طرف بڑھتا اور کیف و سرور کے ساتھ اس میں مشغول ہوجاتا ہے پھر اسے ہمیشگی نصیب ہوجاتی ہے مگر جس عبادت کے لئے بندے نے اتنی مشقتیں اٹھائی تھیں اب اچانک اس میں دو بڑی آفتیں سر اٹھالیتی ہیں اور وہ ریاکاری اور خود پسندی ہیں۔بعض اوقات بندہ اپنی عبادت سے لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتا ہے تو وہ برباد ہوجاتی ہے اور اگر ریاکاری سے رُک جائے اور خود کو ملامت کرے تو پھر خود پسندی میں مبتلا ہوکر عبادت کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔یہ قوادِح یعنی عبادت کو خراب کرنے والی چیزوں

کی گھاٹی ہے، لہٰذا اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لئے بندہ اخلاص اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان وانعام کو یاد رکھنے کا محتاج ہوتا ہے تاکہ اس کے نیک اعمال سلامت رہیں، پس وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اذن اور توفیق وتائید کے ساتھ خوب کوشش اور مکمل بیداری سے اس گھاٹی کو طے کرنا شروع کردے۔

راہِ عبادت کی ساتویں گھاٹی

جب بندہ مذکورہ چھ گھاٹیوں سے نکل جائے گا تو اسے ایسی عبادت نصیب ہوگی جیسا عبادت کا حق ہے اور وہ تمام آفتوں سے پاک ہوگی۔ مگر اس مقام پر پہنچ کر بندہ دیکھتا ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسانات کے سمندر میں ڈوبا ہوا ہے جیسے نیکیوں کی توفیق، گناہوں سے بچنے کی قوت، دشمنوں کے خلاف مدد اور ان سے حفاظت وغیرہ تو اب بندے کے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ کہیں نعمتوں کے شکر سے غافل ہو کر ناشکری میں نہ پڑ جاؤں کہ اس طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخلص بندوں کے بلند مرتبہ سے گرا دیا جاؤں گا، یہ عزت والی نعمتیں چھین لی جائیں گی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نظرِ رحمت اور طرح طرح کے لطف وکرم سے محروم ہو جاؤں گا۔ اب یہاں بندے کے سامنے حمد وشکر کی گھاٹی آجاتی ہے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں پر کثرت سے حمد وشکر کر کے اس گھاٹی کو عبور کرے۔

عبادت کا پھل

جب بندہ اس آخری گھاٹی کو عبور کر لیتا ہے تو اپنے مقصود کو اپنے سامنے پاتا ہے مگر اب بھی مکمل خوش نہیں ہوتا جب تک کہ وسعت اور شوق ومحبت کے میدان میں

نہ پہنچ جائے۔ اس کے بعد وہ خوشی کے باغوں، اُنس و محبت کے چمنستانوں، قرب الٰہی کے مرتبے اور مناجات کرنے والوں کی مجلس میں پہنچ کر انعامات و کرامات حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ان نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے اور اپنی زندگی کے باقی ایام اس شخص کی طرح بسر کرتا ہے جس کا جسم دنیا میں اور دل آخرت میں ہو۔ یہ ہر دن بلکہ ہر وقت زیادہ سے زیادہ کا منتظر رہتا ہے یہاں تک کہ مخلوق سے اس کا دل اچاٹ ہو جاتا ہے، دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھتا اور موت کا انتظار کرنے لگتا ہے۔ اب اس کا انتہائی شوق یہ ہوتا ہے کہ مَلاءِ اعلیٰ کی طرف کوچ کر جائے کہ اچانک رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے قاصد اس کے پاس آتے ہیں اور اسے راضی ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے راحت وخوشبو اور رضا و خوشخبری کی بشارت دیتے ہیں۔ پھر اسے پاک نفس اور مکمل خوشی و محبت کے ساتھ فتنوں کے اس فانی گھر سے بارگاہِ الٰہی کی طرف لے جاتے اور جنت کے باغات میں ٹھہراتے ہیں، وہ وہاں اپنی کمزور اور مسکین جان کے لیے چین و نعمت اور بہت بڑی سلطنت دیکھتا ہے، وہاں وہ اپنے رحیم و کریم اور فضل فرمانے والے آقا و مولا جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرف سے لطف و شفقت، خیر مَقْدَم و قربِ خاص اور ایسا انعام واکرام پاتا ہے جس کے اوصاف اور خوبیاں بیان کرنے والے بیان کرنے سے قاصر ہیں، پس اس کی یہ نعمتیں ہر دن ہمیشہ ہمیشہ زیادہ ہوتی رہیں گی۔ کتنی بڑی خوش بختی اور کتنی عظیم دولت ہے اس بندے کے لیے جو اس کا مالک ہو گیا، یقیناً وہ انتہائی قابلِ رشک اور بہترین شان والا ہے اور ہزار ہا مبارک باد کا مستحق ہے اور خوشخبری ہے اس کے لیے اور اس کا انجام بہت ہی اچھا ہے۔

ہم رَحیم و کَریم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ یہ عظیم نعمت اور بڑا احسان ہم پر بھی فرمائے، بے شک یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کچھ مشکل نہیں ہے اور ہم دعا کرتے

ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان لوگوں میں سے نہ بنائے جنہیں ان نعمتوں کے اوصاف زبانی سننے سنانے اور سرسری معلومات کے سوا کوئی فائدہ نہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے علم کو بروزِ قیامت ہمارے خلاف دلیل نہ بنائے بلکہ اپنی پسند و رضا کے مطابق ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بے شک وہ سب سے بڑھ کر رَحم وکَرم فرمانے والا ہے اور ہمارے سردار حضرت محمد مصطفٰے اورآپ کی آل واصحاب پر درود وسلام نازل ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی شرافت وکرامت میں اضافہ فرمائے۔

اس ابتدائی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ سات گھاٹیاں ہیں:

﴿1﴾... علم کی گھاٹی ﴿2﴾... توبہ کی گھاٹی ﴿3﴾... عَوائق وموانع یعنی رکاوٹوں کی گھاٹی ﴿4﴾... عوارض کی گھاٹی ﴿5﴾... بَواعث یعنی عبادت پر ابھارنے والی چیزوں کی گھاٹی ﴿6﴾... قوادح یعنی عبادت کو خراب کرنے والی چیزوں کی گھاٹی ﴿7﴾... حمد وشکر کی گھاٹی۔

ان تمام کو بیان کرنے کے ساتھ ہی کتاب ''مِنْھَاجُ الْعَابِدِیْن اِلٰی جَنَّۃِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن'' مکمل ہو جائے گی۔ اب ہم ان گھاٹیوں کو اس طرح بیان کریں گے کہ کم الفاظ میں تمام مطلوب ومقصود نِکات شامل ہو جائیں نیز ہم ہر گھاٹی کو الگ الگ باب میں بیان کریں گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے اور اسی کے کرم سے سیدھی راہ پر چلا جاسکتا ہے اور نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی قوت وطاقت بلند وبرتر ربّ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

...

حضرت سیِّدُنا بِشر بن حارث عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَارِث فرماتے ہیں: اگر علم کو ذہن نشین کرنا چاہتے ہو تو گناہ چھوڑ دو۔ (الجامع فی الحث علی حفظ العلم، ص۹۰)

پہلی گھاٹی

علم کا بیان

علم وعبادت کی شان

اے اخلاص اور عبادت کے طلبگار! اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے توفیق سے نوازے، سب سے پہلے تجھے علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ سارا مدار اسی پر ہے۔ جان لو کہ علم اور عبادت دو ایسے جوہر ہیں کہ لکھنے والوں کی کتابوں، سیکھانے والوں کی تعلیمات، واعظین کے وعظ اور مُفَکِّرِین کے تَفَکُّرات سے تم جو کچھ دیکھ یا سن رہے ہو یہ سب انہی دو کی وجہ سے ہے، علم وعبادت ہی کے لیے کتابیں نازل کی گئیں اور حضرات رُسُل کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام بھیجے گئے بلکہ زمین و آسمانوں اور ان کی ساری مخلوق کو ان دونوں ہی کی وجہ سے پیدا کیا گیا ہے۔ تم قرآن کریم کی ان دو آیتوں میں غور کرلو:

...﴿1﴾

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

علم کی فضیلت کے لیے یہ آیت مبارکہ کافی ہے خاص طور پر علمِ توحید کے لیے۔

...﴿2﴾

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا

ترجمۂ کنز الایمان: اور میں نے جن اور آدمی

لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (پ۲۷، الذّٰریات: ۵۶) اتنے ہی (اسی) لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

یہ آیت مبارکہ عبادت کی فضیلت اور بندے کو عبادت پر ابھارنے کے لیے کافی ہے۔ علم وعبادت کے معاملے کو بڑا سمجھو کہ دونوں جہان کی تخلیق سے مقصود یہی دو چیزیں ہیں لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں میں ہی لگا رہے، انہی کے لیے خود کو تھکائے اور انہی میں غور وفکر کرے۔ پس جان لو کہ علم وعبادت کے علاوہ جتنے بھی کام ہیں سب بے کار وفالتو ہیں ان کا کوئی فائدہ اور حاصل نہیں۔

علم عبادت سے افضل

پھر تم یہ بھی جان لو کہ علم وعبادت میں سے علم زیادہ شرف وفضیلت رکھتا ہے، اسی لئے حضور سیّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِیْ عَلٰى اَدْنٰى رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِی یعنی عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت اپنی امت کے ادنٰی شخص پر ہے۔[1]

اور ارشاد فرمایا: نَظْرَةٌ اِلَى الْعَالِمِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَ قِيَامِهَا یعنی عالم کو ایک نظر دیکھنا مجھے ایک سال کے روزوں اور اُس کی راتوں میں قیام کرنے سے زیادہ پسند ہے۔[2]

یوں ہی حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں بلند مرتبہ جنتیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیوں نہیں! ضرور بتایئے؟ ارشاد فرمایا:

---

1 ...ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ، ۴/ ۳۱۳، حدیث: ۲۶۹۴

2 ...المقاصد الحسنۃ، حرف النون، ص۴۵۴، حدیث: ۱۲۵۱، بتغیر قلیل

هُمْ عُلَمَاءُ اُمَّتِی یعنی وہ میری امت کے علما ہیں۔[1]

اب تم پر واضح ہو گیا کہ علم عبادت سے افضل ہے لیکن بندے کے لیے علم کے ساتھ عبادت بھی ضروری ہے ورنہ اس کا علم بکھرے ہوئے ذرے ہو جائے گا کیونکہ علم درخت اور عبادت پھل کی مانند ہے، بزرگی درخت ہی کی ہے کیونکہ وہ اصل ہے مگر اس کا نفع اس کے پھل ہی سے ملتا ہے لہٰذا عبادت کا ہونا بھی ضروری ہے تا کہ علم کی عزت وبزرگی سلامت رہے بلکہ بندے کے لیے علم و عبادت دونوں میں سے کچھ حصہ ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے حضرت سیِّدُنا خواجہ حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: اُطْلُبُوْا هٰذَا الْعِلْمَ طَلَبًا لَا یَضُرُّ بِالْعِبَادَةِ وَاطْلُبُوْا هٰذِهِ الْعِبَادَةَ طَلَبًا لَا یَضُرُّ بِالْعِلْمِ یعنی اس علم کو ایسے طلب کرو کہ عبادت کو نقصان نہ پہنچائے اور یہ عبادت ایسے بجالاؤ کہ علم کو نقصان نہ دے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ بندے کے لیے علم و عبادت دونوں کا ہونا ضروری ہے تو یقینی طور علم اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے پہلے بیان کیا جائے کیونکہ یہی اصل اور رہنما ہے، اسی وجہ سے حضور سرورِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْعِلْمُ اِمَامُ الْعَمَلِ وَالْعَمَلُ تَابِعُهُ یعنی علم عمل کا پیشوا اور عمل اس کا پیرو کار ہے۔[2]

جب علم اصل اور پیشوا ہے تو تم پر دو وجہ سے اسے عبادت پر مُقَدَّم رکھنا لازم ہے۔

علم کے مُقَدَّم ہونے کی پہلی وجہ

علم کو اس لئے مقدم کرو تا کہ تم عبادت حاصل کر سکو اور وہ سلامت بھی رہے

---

1 ...تاریخ جرجان للسهمی، حرف الباء، ص ۱۷۲، حدیث: ۲۱۵

2 ...الترغیب والترھیب، کتاب العلم، ۱/۶۵، حدیث: ۱۰۸

کیونکہ سب سے پہلے تم پر لازم ہے کہ تم معبود کو پہچانو پھر اس کی عبادت کرو، اس لئے کہ تمہیں جس کے نام کا پتا ہو نہ ذات وصفات کا اور نہ یہ معلوم ہو کہ اس کے لیے کیا واجب وضروری ہے اور کون سی شے اس کی شان کے خلاف ہے تو تم اس کی عبادت کیسے کروگے؟ جب علم نہیں ہوگا تو کبھی تم اس کی ذات یا صفات کے بارے میں کوئی ایسا عقیدہ بنا لوگے جو مَعَاذَاللہ اس کی شان کے خلاف ہوگا تو یوں تمہاری عبادت بکھرے ہوئے ذرے بن کر رہ جائے گی۔ اس مقام پر جو بڑا خطرہ ہے ہم نے اس کی وضاحت اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' کے باب ''خوف کا بیان'' میں ''برے خاتمہ کا مفہوم'' کے عنوان سے کر دی ہے۔

اس کے بعد تم پر لازم ہے کہ جن واجباتِ شرعیہ کی ادائیگی تمہارے ذِمَّہ ہے تم اُن کا علم حاصل کرو تاکہ انہیں ادا کرسکو اور جن ممنوعاتِ شرعیہ کا چھوڑنا تم پر لازم ہے ان کا بھی علم حاصل کرو تاکہ ان سے بچ سکو ورنہ تم اُن عبادات کو کیسے بجالاؤ گے جن کے بارے میں جانتے ہی نہیں کہ وہ کیا ہیں؟ کیسی ہیں اور ان پر عمل کس طرح کرنا ضروری ہے؟ اور اُن گناہوں سے کیسے بچو گے جن کا گناہ ہونا تمہیں معلوم نہیں حتّٰی کہ تم اُن میں مبتلا ہونے سے بچ سکو۔ پس شرعی عبادات جیسے طہارت اور نماز روزہ وغیرہ کی ادائیگی کے لیے اُن کے احکام و شرائط کو جاننا تم پر لازم ہے۔ بعض اوقات طویل عرصہ یا کئی سال یوں گزر جاتے ہیں کہ تم کوئی ایسا فعل کررہے ہوتے ہو جو تمہاری طہارت اور نماز برباد کر رہا ہوتا ہے یا اُس کی وجہ سے طہارت و نماز سنت کے موافق ادا نہیں ہوتیں جبکہ تمہیں اس کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ یونہی بسا اوقات تمہیں کوئی مشکل درپیش آجاتی ہے تو تمہیں ایسا کوئی نہیں ملتا جس سے پوچھ سکو اور اُسے تم نے سیکھا نہیں ہوتا۔

باطنی عبادتوں کا علم

پھر ان ظاہری عبادات کو سیکھنا کافی نہیں بلکہ اُن باطنی عبادتوں کا علم بھی ضروری ہے جن کا تعلق دل سے ہے لہٰذا توکل و تفویض، صبر و رضا اور توبہ و اخلاص وغیرہ کا علم سیکھنا بھی تم پر واجب ہے، ان کا بیان آگے آئے گا،اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ یونہی دل کی وہ ممنوع چیزیں جو باطنی عبادات کی ضدیں ہیں جیسے غصہ، لمبی امیدیں، ریاکاری، تکبُّر اور خود پسندی وغیرہ کا جاننا بھی تم پر واجب ہے تاکہ تم ان سے بچ سکو۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مُقَدَّس کتاب میں اور اپنے محبوب ِ مُکَرَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبان مبارک سے ان باطنی عبادتوں کو بجالانے اور ان کی ضدوں سے بچنے کا واضح بیان فرمادیا ہے۔ چنانچہ

باطنی عبادات پر پانچ فرامین باری تعالیٰ

﴿1﴾...

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۳ (پ۶، المآئدۃ: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

﴿2﴾...

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۱۷۲ (پ۲، البقرۃ: ۱۷۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور **اللہ** کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

﴿3﴾...

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (پ۱۴، النحل: ۱۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر **اللہ** ہی کی توفیق سے ہے۔

﴿4﴾...

وَ اصۡبِرُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿ۚ۴۶﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر کرو بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

(پ۱۰، الانفال:۴۶)

﴿5﴾...

وَ تَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا ؕ﴿۸﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

(پ۲۹، المزمل:۸)

یعنی خالص اسی کے ہو جاؤ۔ ان کے علاوہ بھی باطنی عبادات کے متعلق آیاتِ مبارکہ موجود ہیں۔

معلوم ہوا کہ نماز روزہ کی طرح اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان قلبی عبادات کا بھی حکم فرمایا ہے، پھر تمہیں کیا ہے کہ نماز روزہ تو کرتے ہو مگر ان فرائض کو چھوڑے بیٹھے ہو حالانکہ دونوں کا حکم ایک ہی ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک ہی کتاب میں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم ان فرائض سے غافل ہو اور ان میں سے کچھ بھی نہیں جانتے، کیا تمہیں ان لوگوں کے فتووں نے غافل کر رکھا ہے جو دنیا پر فَریفتہ ہیں[1] حتّٰی کہ انہوں نے نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی کا درجہ دے دیا اور ان پاکیزہ علوم سے بے پروا ہو گئے

[1]...بدمذہب و دنیا کی طرف مائل بُرے علما و فقہا مراد ہیں جن کا مقصود علم سے فقط دنیا کا حصول ہوتا ہے ورنہ عِلمِ ظاہر اور فقہی مسائل کی احتیاج تو ہر مسلمان کو زندگی کے ہر ہر لمحہ میں رہتی ہے اسے بتانے سمجھانے والے باعمل علما و فقہا تو دین کے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں خوفِ خدا اور خوفِ روزِ جزا ہی کی بنا پر اپنی اور دوسروں کی اصلاح میں مشغول رہتے ہیں ان حضرات کے تو قرآن و حدیث میں فضائل بیان ہوئے ہیں جن کی مذمت بیان کی جاتی ہے وہ علمائے سوء ہوتے ہیں بدمذہب یا بے عمل ریاکار دنیادار علما اور وہ ضرور قابلِ مذمّت ہیں۔ (علمیہ)

جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں نور، حکمت اور ہدایت جیسے الفاظ سے تعبیر کیا ہے اور وہ لوگ اس چیز کی طرف متوجہ ہیں جس سے حرام مال کمائیں اور ذلیل دنیا جمع کریں۔

بڑا دھوکا اور بُری غفلت

اے بھلائی کے طلبگارو! کیا تمہیں کوئی خوف نہیں کہ تم ان واجبات میں سے بعض بلکہ اکثر کو چھوڑ کر اور نفلی نماز روزے میں لگ گئے ہو اور جو مقصودی معاملہ ہے اس کو چھوڑ بیٹھے ہو اور کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ بعض اوقات تم کسی ایسے گناہ پر ڈٹ جاتے ہو جو جہنم میں لے جانے والا ہوتا ہے جبکہ کھانا پینا اور نیند وغیرہ مباح چیزیں چھوڑ کر قربِ الٰہی تلاش کرتے ہو یوں تم بے فائدہ چیز میں پڑ جاتے ہو اور اس سے بڑھ کر یہ کہ تم کسی امید میں پڑے ہوتے ہو حالانکہ وہ امید محض گناہ ہوتی ہے اور تم اسے نیتِ خیر گمان کرتے ہو کیونکہ تم ان کے درمیان فرق کو نہیں جانتے۔ بعض اوقات تم کسی گھبراہٹ اور ناراضی وغصہ میں مبتلا ہوتے ہو اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رونا گڑگڑانا تصور کرتے ہو اور یوں ہی کبھی خالص ریاکاری میں پڑے ہوتے ہو اور اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور لوگوں کو بھلائی کی طرف بلانا سمجھ لیتے ہو تو اس طرح تم گناہوں کو نیکیاں اور قابلِ گرفت کاموں کو ثوابِ عظیم شمار کرنے لگتے ہو پس تم بڑے دھوکے اور بُری غفلت میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ خدا کی قسم! بغیر علم عمل کرنے والوں کے لیے یہ بہت بڑی اور بُری مصیبت ہے۔

ظاہری وباطنی اعمال کا باہمی تعلّق

یہ بھی یاد رہے کہ ظاہری اعمال کے ساتھ باطنی صفات جیسے اخلاص، ریاکاری،

خود پسندی اور احسان کا تذکرہ وغیرہ کا بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے جو ظاہری اعمال کو درست یا خراب کر دیتے ہیں تو جو شخص ان باطنی صفات، ظاہری عبادات میں ان کے اثر، ان سے بچنے اور اعمال کو ان سے محفوظ رکھنے کی کیفیت کو نہیں جانتا تو اس کا ظاہری عمل بہت کم سلامت رہ پاتا ہے، یوں اس کی ظاہری و باطنی عبادات فوت ہو جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ صرف میل کچیل اور مشقت ہی آتی ہے اور یہ کھلا نقصان ہے۔ حضور مُعَلِّمِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ نَوۡمًا عَلٰی عِلۡمٍ خَیۡرٌ مِنۡ صَلَاۃٍ عَلٰی جَھۡلٍ یعنی علم کے ساتھ سونا جہالت کے ساتھ نماز سے بہتر ہے۔[1] کیونکہ بغیر علم کے عمل کرنے والا بہت سے درست کاموں کو بھی خراب کر دیتا ہے۔

بد بخت علم سے محروم

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم علم کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "یہ خوش نصیبوں کو دیا جاتا ہے اور بد بختوں کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔"[2] حقیقی علم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے مگر ہمارے علم کے مطابق حدیث پاک کا مطلب ہے کہ اس کی پہلی بد بختی یہ ہے کہ وہ علم سیکھتا ہی نہیں اور دوسری بد بختی یہ ہے کہ وہ صرف عبادت کی دِقّت و مَشَقَّت اٹھاتا ہے جس سے سوائے تھکاوٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نَعُوۡذُ بِاللہِ مِنۡ عِلۡمٍ لَایَنۡفَعُ وَعَمَلٍ لَایُرۡفَعُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے ہیں اُس علم سے جو نفع نہ دے اور اُس عمل سے جو قبول نہ ہو۔ اسی لئے گزشتہ لوگوں میں دنیا سے بے رغبت باعمل علما کا علم پر توجہ دینا بڑی عظمت

1 ...حلیۃ الاولیاء، سعید بن فیروز ابو البختری، ۴/۴۲۹، حدیث: ۶۰۹۴

2 ...جامع بیان العلم وفضلہ، باب جامع فی فضل العلم، ص۷۷، حدیث: ۲۴۰

رکھتا ہے اور عقل والے اور تائید یافتہ لوگ یوں ہی غور و فکر کرتے ہیں۔

جب اس گفتگو سے تم پر یہ بات واضح ہو گئی کہ بغیر علم کے نہ تو عبادت ادا ہو سکتی ہے اور نہ ہی سلامت رہ سکتی ہے تو علم کو عبادت پر مقدم کرنا لازم و ضروری ہے۔

علم کے مُقَدَّم ہونے کی دوسری وجہ

علم کو عبادت پر مقدم رکھنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عِلْمِ نافع دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا خوف اور خشیت پیدا کرتا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (پ۲۲، فاطر: ۲۸)

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جو کماحقُّہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت نہیں رکھتا وہ کما حقہ اس سے ڈرتا ہے نہ اس کی حرمت و تعظیم کا حق ادا کرتا ہے لہٰذا علم ہی ایسی چیز ہے جس کے ذریعے بندے کو اس کی معرفت، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی ہیبت کی پہچان ہو سکتی ہے، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے تمام عبادات علم ہی کا ثمرہ ہیں اور علم ہی کے ذریعے بندہ تمام گناہوں سے بچ سکتا ہے اور ان دو باتوں کے سوا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے بندے کا کوئی اور مقصد بھی نہیں۔ اے آخرت کی راہ پر چلنے والے! اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و کرم سے تجھے سیدھے راستے پر چلائے، تم سب سے پہلے علم دین کا حصول اپنے اوپر لازم کر لو۔

تین علوم کا سیکھنا فرض ہے

شاید تم کہو کہ صاحب شرع حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: ”طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یعنی علم طلب کرنا ہر مسلمان پر

فرض ہے۔"[1] تو اب کونسا علم سیکھنا فرض ہے اور عبادت کے لیے بندے کو کتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے؟ تو یاد رکھو جن علوم کا حاصل کرنا فرض ہے وہ تین ہیں: (۱)... علمِ توحید (۲)... دل اور اُس کے باطنی مسائل سے تعلق رکھنے والا علمِ سِر اور (۳)... علمِ شریعت۔ ان میں سے ہر علم کتنا اور کس قدر سیکھنا ضروری ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ضروری علمِ توحید

علم توحید میں اتنا جاننا ضروری ہے جس سے دین کے بنیادی اصول معلوم ہو جائیں۔ وہ اصول یہ ہیں: تمہیں یہ معلوم ہو کہ تمہارا ایک معبود ہے جو علم والا، قدرت والا، ہمیشہ سے زندہ، ارادہ فرمانے والا، کلام فرمانے والا، سننے والا، دیکھنے والا اور یکتا و واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں، وہ تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے، تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور ہمیشہ سے ہے، حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اس کے بندے اور رسول ہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس سے جو بھی لائے ہیں اور انہوں نے آخرت کے بارے میں جو بھی فرمایا سب میں سچے ہیں۔ پھر رسولِ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنت کے مسائل و اصول جاننا بھی تم پر لازم ہے اور جس چیز کو کتابُ اللہ اور سنتِ رسول نے بیان نہیں کیا اس کو دین میں بدعت بنانے سے بچنا بھی تم پر لازم ہے ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ تمہارا معاملہ بہت بڑے خطرے سے دوچار ہو جائے گا۔

توحید کے تمام دلائل کی اصل قرآنِ کریم میں موجود ہے اور ان دلائل کو ہمارے بزرگوں نے دینی اصولوں پر مشتمل اپنی کتابوں میں بیان فرما دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ

---

[1]... ابن ماجہ، کتاب السنة، باب فضل العلماء... الخ، ۱/۱۴۶، حدیث: ۲۲۴

ہر وہ چیز جس سے عدمِ واقفیت اور جہالت ہلاکت میں ڈال دے اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے تمہارے لیے اس کے ترک کی کوئی راہ نہیں۔ اس بات کو مضبوطی سے تھام لو اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

ضروری علمِ سِر

علمِ سر یعنی باطنی علم اتنا سیکھنا فرض ہے کہ یہ پتا چل جائے کہ کن چیزوں سے دل کی صفائی ہوتی ہے اور کن چیزوں سے دل کو بچانا ضروری ہے یہاں تک کہ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم، اس کے لیے اخلاص، نیت کی درستی اور عمل کی سلامتی نصیب ہو جائے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! ایسی تمام ضروری باتوں کا بیان ہماری اسی کتاب میں آئے گا۔

ضروری علمِ شریعت

علمِ شریعت سے اتنا سیکھنا فرض ہے جس سے تمہیں ہر وہ چیز معلوم ہو جائے جس کا کرنا تم پر فرض ہے تاکہ تم اسے ادا کر سکو مثلاً: طہارت، نماز اور روزہ جبکہ حج، جہاد اور زکوٰۃ کا علم سیکھنا تم پر اس وقت فرض ہے جب یہ عبادات تم پر لازم ہو چکی ہوں ورنہ نہیں۔

یہ علم کی وہ مقدار ہے جس کا حاصل کرنا بندے پر بہر صورت لازم ہے اور اب ضروری ہونے کی حیثیت سے علم کی فرضیت مُتَعَیَّن ہو گئی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

کیا مجھ پر ضروری ہے کہ میں توحید کا اتنا علم حاصل کروں جس سے تمام باطل دینوں کی کمر توڑ کر ان پر اسلام کی حقانیت ثابت کر دوں اور تمام بدعتوں کی جڑ کاٹ کر سنتِ رسول کی حُجَّت و صداقت ثابت کر دوں؟

اس حوالے سے جان لو کہ یہ فرضِ کفایہ ہے، تمہارے لیے صرف اتنا سیکھنا ضروری ہے جس سے تمہارا اپنا عقیدہ دینی اصولوں کے بارے میں مضبوط اور پختہ رہے اس سے زیادہ نہیں۔ بلکہ تم پر علمِ توحید کے فروعی اور باریک مسائل سیکھنا بھی فرض نہیں، ہاں! اگر تمہیں دینی اصولوں میں کوئی شک وشبہ واقع ہو جس سے تمہارا عقیدہ خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اب ضروری ہے کہ ممکنہ حد تک تسلی بخش گفتگو کے ذریعے کسی عالِم سے اسے حل کروالو اور بحث ومباحثہ اور کھینچا تانی سے بچنا تمہارے لیے ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں لہٰذا اس سے بچنے میں اپنی پوری کوشش لگا دینا کیونکہ جو بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جائے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا سوائے اس کے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل ورحمت اور لطف وکرم سے ڈھانپ لے۔ پھر یہ بھی جان لو کہ جب ہر خطے میں علمائے اہلِ سنت موجود ہیں جو ایسے شکوک وشبہات کو دور کرتے اور بدمذہبوں کا رد کرتے ہیں، اس علم میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں اور اہلِ حق کے دلوں کو بدمذہبوں کے وسوسوں سے پاک کرتے ہیں تو ان کی موجودگی میں دوسروں سے اس کی فرضیت ساقط ہوگئی۔

یونہی تمہارے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ باطنی علوم کی باریکیوں اور تمام قلبی عجائبات کی معرفت حاصل کرو، ہاں! جو باطنی بیماریاں تمہاری عبادت کو خراب کرنے والی ہوں انہیں سیکھو تاکہ ان سے بچ سکو۔ یونہی اخلاص، حمد، شکر اور توکُّل وغیرہ باطنی صفات سے مُتَّصِف ہونا تمہارے لیے ضروری ہے ان کا علم حاصل کرو تاکہ انہیں ادا کر سکو اور جو ان کے سوا ہے وہ ضروری نہیں۔

یونہی فقہ میں خرید وفروخت، اجارہ، نکاح، طلاق اور جنایات وغیرہ کے تمام

ابواب کا جاننا بھی تم پر لازم نہیں یہ سب فرضِ کفایہ ہیں (صرف اپنی موجودہ حالت کے مسائل سیکھنا فرض ہیں)۔

مُعَلِّم کی ضرورت

اگر تم یہ کہو کہ کیا انسان ضروری علم توحید بغیر کسی سکھانے والے کے اپنے غور و فکر سے حاصل کر سکتا ہے؟ تو جان لو کہ استاد مشکلات کو آسان اور واضح کرنے والا ہوتا ہے لہٰذا اُس کے ذریعے سیکھنا زیادہ آسان اور خوش کن ہوتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے فضل سے احسان فرمائے کیونکہ سکھانے والی ذات تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ علم کی گھاٹی اگرچہ بہت دشوار ہے مگر مقصود و مطلوب (یعنی عبادت و نجات) تک رسائی کا راستہ یہی ہے، اس کا نفع بہت زیادہ ہے اور اسے پار کرنا بھی بہت مشکل ہے، اس میں بڑے بڑے خطرات بھی ہیں، بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑا تو گمراہ ہو گئے، بہت سے مسافر پھسل گئے، بہت سے اس میں حیران و پریشان ہیں اور بہت سے لاپتہ ہو گئے ہیں نیز بہت سوں نے انتہائی کم مدت میں اسے پار کر لیا جبکہ بہت سے ستر ستر سال سے اس میں کوشاں ہیں اور حقیقت میں سارا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضے میں ہے۔

علم کا نفع و فائدہ

جہاں تک اس گھاٹی کے نفع کی بات ہے تو بندے کو اس کی جو شدید محتاجی ہم نے بیان کی ہے اسے دیکھو اور یہ کہ ہر عبادت کی بنیاد ہی علم پر ہے خصوصاً عِلمِ توحید اور عِلمِ شریعت پر۔

مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی: اے داوٗد! علمِ نافع حاصل کرو۔ عرض کی: الٰہی! نافع علم کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا: اَنْ تَعْرِفَ جَلَالِیْ وَعَظَمَتِیْ وَکِبْرِیَائِیْ وَکَمَالَ قُدْرَتِیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِنَّ ھٰذَا الَّذِیْ یُقَرِّبُکَ اِلَیَّ یعنی تمہیں میرے جلال، میری عظمت، میری کبریائی اور ہر شے پر میری کمال قدرت کی پہچان ہو جائے بے شک یہ علم تمہیں میرے قریب کر دے گا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: مجھے یہ پسند نہیں کہ میں بچپن میں ہی فوت ہو کر جنت میں داخل ہو جاتا اور بڑا ہو کر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل نہ کرتا۔ کیونکہ لوگوں میں جو زیادہ علم والا ہوتا ہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ ڈرتا، زیادہ عبادت کرتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے زیادہ نصیحت کرتا ہے۔

علم کی شدت وسختی

جہاں تک اس گھاٹی کی شدت و سختی کی بات ہے تو تم علم کی طلب میں اخلاص کی خوب کوشش کرو اور یہ طلب محض روایتوں کے حصول کی نہ ہو بلکہ سمجھ بوجھ کی ہو اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ طلبِ علم کی راہ میں بہت زیادہ خطرات ہیں مثلاً: جس نے اس لیے علم حاصل کیا کہ اس کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے، مالداروں کی مجلس اختیار کرے، اپنے جیسوں پر فخر و شیخی کرے یا دنیا کا ذلیل مال جمع کرے تو ایسے شخص کی تجارت بے نتیجہ اور لین دین صرف خسارہ ہے۔ چنانچہ

حضور نبی اکرم، رسولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو اس لیے علم حاصل کرے کہ اس کے ذریعے علما پر فخر کرے یا بے وقوفوں سے جھگڑے یا اس

کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی نے فرمایا: میں نے 30 سال مجاہدہ کیا تو علم اور اس کے خطرات سے زیادہ سخت کسی شے کو نہیں پایا۔

شیطان کا ایک وار

تم شیطان کی اس مُلَمَّع کاری سے بچنا کہ وہ تم سے کہے: جب علم میں اس قدر بڑے خطرات ہیں تو علم چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ خبردار! یہ سوچنا بھی مت کیونکہ اللہ کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِطَّلَعْتُ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ عَلَی النَّارِ فَرَاَیْتُ اَکْثَرَ اَھْلِھَا الْفُقَرَاءَ، قَالُوْا: مِنَ الْمَالِ؟ قَالَ: لَا مِنَ الْعِلْمِ یعنی میں نے معراج کی رات جہنم میں جھانکا تو اس میں زیادہ تعداد فقرا کی دیکھی۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مال کے لحاظ سے فقیر؟ ارشاد فرمایا: نہیں، علم کے لحاظ سے فقیر۔

پس جو علم نہ سیکھے تو وہ عبادات اور ان کے ارکان ٹھیک طریقے سے ادا نہیں کر سکتا، اگر کوئی شخص بغیر علم کے آسمانی فرشتوں جتنی عبادت بھی کرلے تو وہ خسارے والوں میں سے ہی ہوگا۔ تو اے عزیز! سوال وجواب، وعظ ونصیحت اور جس طرح بھی ہوسکے علم حاصل کرو اور سستی وکاہلی سے بچو ورنہ مَعَاذَ اللہ گمراہی کے خطرے سے دوچار ہو جاؤ گے۔

علم کی گھاٹی کا خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تخلیق کے دلائل میں نظر اور گہرا غور

---

1 ...ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فیمن یطلب... الخ، ۴/۲۹۷، حدیث: ۲۶۶۳

و فکر کرو گے تو تم جان جاؤ گے کہ ان کا کوئی معبود ہے جو قدرت والا، علم والا، ہمیشہ سے زندہ، ارادہ فرمانے والا، سننے، دیکھنے اور کلام فرمانے والا ہے، اس کا کلام، علم اور ارادہ ختم ہونے سے پاک ہے، وہ ہر عیب اور آفت سے مُنَزَّہ ہے، اسے مخلوق کی صفات کے ساتھ مُتَّصِف نہیں کر سکتے، وہ مخلوق کے مشابہ ہے نہ مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ ہے، وہ جہت و مکان سے پاک ہے اور حوادث و تَغَیُّرات اور آفات اسے نہیں پہنچ سکتے۔ یونہی جب تم حضور نبی رحمت، شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات اور ان کی نبوت کی نشانیوں میں غور کرو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول اور وحی پہنچانے میں صادق و امین ہیں۔

سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیدار ہو گا کیونکہ وہ موجود ہے مگر کسی جہت و مکان میں محدود نہیں ہے اور یہ کہ قرآنِ پاک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور یہ حروف یا مختلف آوازوں کا نام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو وہ بھی مخلوق میں سے ہوتا نیز عالَمِ بالا اور عالَمِ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے حتّٰی کہ کسی دل کا خیال اور دیکھنے والے کی نظر سب کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا و قدرت اور مشیت و ارادے سے ہو رہا ہے اور اچھائی و برائی، نفع و نقصان اور ایمان و کفر اسی کی طرف سے ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی بندے کے لئے کچھ بھی واجب نہیں، وہ کسی کی توبہ قبول فرمالے تو اس کا فضل ہے اور کسی کی پکڑ فرمائے تو یہ اس کا عدل ہے۔ پھر امورِ آخرت کا معاملہ ہے کہ حشر و نشر، عذابِ قبر، منکر نکیر کے سوالات، میزان، پل صراط اور شفاعت وغیرہ کے متعلق جو کچھ حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ حق ترجمان سے ادا ہوا سب حق و سچ ہے۔

پس یہ سب اصولِ دین ہیں اور سلف صالحین رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے اپنے اعتقاد کے مطابق بیان کیا اور ان پر مضبوطی سے قائم رہے، بدعات اور خواہشات کے پھیلنے سے پہلے ہی ان اصولوں پر اجماع ہو چکا۔ ہم دین میں خلافِ شرع بات جاری کرنے اور بغیر دلیل خواہشات کی پیروی کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پھر تم قلبی اعمال، باطنی اسباب اور ان ممنوعہ چیزوں کی طرف دیکھو جن کا بیان اسی کتاب میں آگے آئے گا تاکہ تمہیں ان کا علم حاصل ہو جائے پھر تم ان تمام چیزوں کو سیکھو جن کی تمہیں ضرورت ہے مثلاً: طہارت، نماز اور روزہ وغیرہ پس اگر تم نے یہ سب کر لیا تو عبادت کے لیے جتنا علم اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر فرض کیا تھا تم اُس فرض کو ادا کرنے والے بن جاؤ گے۔ پھر اگر تم نے اپنے علم پر عمل کیا اور اپنی آخرت سنوارنے میں لگ گئے تو تم علم میں راسخ امتِ محمدیہ کے علما میں سے ہو جاؤ گے اور عبادت گزار صاحبِ بصیرت عالِم بن جاؤ گے، اب تم جاہل رہو گے نہ غافل اور نہ ہی محض کسی کے پیروکار۔ اس وقت تم بڑے فضل و شرف والے بن جاؤ گے، تمہارا علم بڑا قیمتی ہو گا اور تم بڑے ثواب کے حقدار ٹھہرو گے تو یوں تم اس گھاٹی کو عبور کر لو گے اور توفیقِ خداوندی سے اس کا حق ادا کرنے والے بن جاؤ گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ تمہیں اور ہمیں حسنِ توفیق اور آسانی عطا فرمائے بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے اور نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی قوت و طاقت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

...

فرمانِ مصطفٰے: توبہ کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دوست ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ (نوادر الاصول للحکیم ترمذی، ۲/ ۷٦۰، حدیث: ۱۰۳۰، بتقدم وتاخر)

دوسری گھاٹی

توبہ کا بیان

توبہ لازم ہونے کی پہلی وجہ

اے عبادت کے طلبگار! اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے اپنی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے، علم کے بعد تجھ پر دو وجہ سے توبہ لازم ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ توبہ کی برکت سے تمہیں عبادت کی توفیق نصیب ہو جائے کیونکہ گناہوں کی نحوست عبادت سے محرومی کا سبب بنتی اور ذلت ورسوائی مُسَلَّط کر دیتی ہے، گناہوں کی قید بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت وعبادت کی طرف بڑھنے سے روک دیتی ہے، گناہوں کا بوجھ نیکیوں میں آسانی اور عبادات میں تازگی سے رکاوٹ بنتا ہے اور گناہوں پر اصرار دلوں کو سیاہ کر دیتا ہے۔ ان میں تمہیں سختی اور اندھیرا ہی نظر آئے گا، اخلاص، صفائی اور عبادت کا ذوق وشوق اور مٹھاس نام کو نہ ہو گی اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت شامل حال نہ ہو تو گناہ بندے کو گھسیٹ کر کفر وبدبختی تک لے جاتے ہیں۔ (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

گناہوں کی نحوست

بڑے تعجُّب کی بات ہے، بھلا دل کی سختی اور گناہوں کی نحوست میں مبتلا شخص کو عبادت کی توفیق کیسے مل سکتی ہے؟ گناہوں پر اصرار اور برائیوں پر اڑا رہنے والا شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا دعویدار کیسے ہو سکتا ہے؟ جو طرح طرح کی گندگیوں اور غلاظتوں میں لَت پَت ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مناجات کا قرب کیسے پا سکتا ہے؟ صادق ومصدوق آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِذَا کَذَبَ الْعَبْدُ یَتَنَحّٰی عَنْہُ الْمَلَکَانِ مِنْ نَتْنِ مَا یَخْرُجُ مِنْ فِیْہِ یعنی جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو دونوں محافظ فرشتے

اس کے منہ سے نکلنے والی بدبو کی وجہ سے اس سے دور ہو جاتے ہیں۔[1] پس یہ زبان ذکرِ الٰہی کے قابل کیسے ہو سکتی ہے؟ یقیناً گناہ پر ڈٹے رہنے والے کو نیک اعمال کی توفیق کم ہی ملتی ہے اور عبادت کے لیے اس کے اعضاء تیار نہیں ہوتے۔ پھر اگر عبادت کی توفیق مل بھی جائے تو بڑی مشقت سے ادا کرتا ہے جس میں لذت و حلاوت ہوتی ہے نہ صفائی و نکھار اور یہ سب گناہوں کی نحوست اور توبہ ترک کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ "اگر تورات کو عبادت کرنے اور دن کو روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتا تو سمجھ لے کہ تو بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے اور تجھے تیرے گناہوں نے جکڑ رکھا ہے۔"

توبہ لازم ہونے کی دوسری وجہ

دوسرا اس وجہ سے توبہ لازم ہے تاکہ تیری عبادت قبول ہو، بے شک قرض خواہ تحفہ قبول نہیں کرتا (بلکہ قرض کا مطالبہ کرتا ہے) یہی حال توبہ کا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنا اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنا فرض ہے جبکہ عام عبادت جس کا تم قصد کرتے ہو وہ نفل ہے۔ تو پھر تم سے نفل کیسے قبول کئے جائیں گے حالانکہ فرض تم پر قرض ہیں[2]

---

1 ...ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء الفحش...الخ، ۳۹۲/۳، حدیث: ۱۹۷۹، بتغیر قلیل

2 ... حضور پُر نور سیّدُنا غوث اعظم مولائے اکرم حضرت شیخ مُحْیُ الْمِلّة وَالدِّین ابو محمد عبد القادر جیلانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنی کتاب مستطاب فتوحُ الغیب شریف میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لیے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے۔ فرماتے ہیں: اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لیے بلائے، یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت امیر المؤمنین مَوْلَی الْمُسْلِمِیْن سیّدُنا مولیٰ علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہٗ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں: ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچّہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہو گیا، اب وہ نہ حاملہ ہے نہ بچّہ والی۔ یعنی...

جنہیں تم نے ادا ہی نہیں کیا۔ یونہی تمہارا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے حلال و مباح کام کو چھوڑ دینا اور حرام و ممنوع کاموں میں پڑے رہنے کا معاملہ ہے پس تم اس سے مناجات و دعائیں اور اس کی حمد و ثنا کیسے کر سکتے ہو جبکہ مَعَاذَ اللہ وہ تم پر ناراض ہے؟ یہ گناہ پر ڈٹنے والے گنہگاروں کا ظاہر حال ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

سچی توبہ کا مطلب

اگر تم پوچھو کہ سچی توبہ کا معنٰی و مطلب کیا ہے اور بندے کو ایسا کیا کرنا چاہیے جس سے وہ تمام گناہوں سے پاک صاف ہو جائے؟ تو میں کہتا ہوں کہ توبہ دل کے کاموں میں سے ایک کام ہے۔ توبہ کے بارے میں علمائے کرام عَلَیۡہِمُ الرَّحۡمَہ فرماتے ہیں: ''تَنۡزِیۡہُ الۡقَلۡبِ عَنِ الذُّنُوۡبِ یعنی دل کو گناہوں سے پاک کرنے کا نام توبہ ہے۔'' اور ہمارے شیخ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے ارشاد فرمایا: محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کی خاطر اور اس کی ناراضی سے بچنے کے لئے جیسا گناہ ہو چکا اُس درجے کا گناہ دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا توبہ ہے۔

توبہ کی چار شرائط

مذکورہ تعریف کے مطابق توبہ کی درج ذیل چار شرائط بنتی ہیں:

......جب پورے دِنوں پر اگر اسقاط ہو تو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے امید لگی تھی، اب نہ حمل نہ بچّہ، نہ اُمید نہ ثمرہ اور تکلیف وہی جھیلی جو بچّہ والی کو ہوتی۔ ایسے ہی اس نفل خیرات دینے والے کے پاس روپیہ تو اٹھا مگر جبکہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں۔ اسی کتاب مبارک میں حضور مولٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہ نے فرمایا ہے کہ: فَاِنِ اشۡتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبۡلَ الۡفَرَائِضِ لَمۡ یُقۡبَلۡ مِنۡہُ وَاُھِیۡنَ یعنی فرض چھوڑ کر سنّت و نفل میں مشغول ہو گا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا جائے گا۔ (فتاوی رضویہ، ۱۰/۱۷۹)

❁...**پہلی شرط:** گناہوں کو چھوڑ دینا، یوں کہ بندہ اپنے دل اور ارادے کو اس بات پر جمائے کہ اب گناہ کی طرف کبھی نہیں پلٹے گا۔ پس اگر بندہ گناہ چھوڑ دے مگر دل میں دوبارہ کرنے کا ارادہ ہو یا اُسے چھوڑنے کا ارادہ پختہ نہیں بلکہ شک وشبہ میں رہا تو ایسا شخص دوبارہ گناہوں کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں وہ وقتی طور پر ''گناہوں سے رکنے والا'' تو ہے مگر ''گناہوں سے توبہ کرنے والا'' نہیں ہے۔

❁...**دوسری شرط:** جس گناہ سے وہ توبہ کر رہا ہے ویسا گناہ وہ پہلے کر چکا ہو کیونکہ اگر اس نے وہ گناہ کیا ہی نہیں تو اب وہ توبہ کرنے والا نہیں بلکہ گناہ سے بچنے والا کہلائے گا۔ کیا تم اس مسئلے کو نہیں دیکھتے کہ حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کفر سے بچنے والا تو کہہ سکتے ہیں مگر کفر سے توبہ کرنے والا نہیں کہہ سکتے کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کبھی کسی حالت میں کفر سرزد نہیں ہوا جبکہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو کفر سے توبہ کرنے والا کہہ سکتے ہیں کیونکہ اسلام سے قبل آپ حالتِ کفر میں تھے۔

❁...**تیسری شرط:** جس گناہ کو وہ چھوڑ رہا ہے وہ درجہ اور مرتبہ میں اس گناہ کے برابر ہو جو پہلے سرزد ہو چکا، صورتاً اس گناہ کے جیسا ہونا ضروری نہیں، کیا تم دیکھتے نہیں کہ کوئی انتہائی بوڑھا شخص جس سے پہلے ڈاکا یا زنا سرزد ہو چکا وہ اگر اس سے توبہ کرنا چاہے تو یقیناً کر سکتا ہے کیونکہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا حالانکہ زنا اور ڈاکا زنی کو چھوڑنا اب اس کے اختیار میں نہیں کیونکہ اب وہ انہیں کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا لہٰذا اب اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس گناہ کو چھوڑنے والا یا اس سے رکنے والا ہے بلکہ وہ اس سے عاجز ہے اور اُس پر قدرت نہیں رکھتا مگر اب وہ ایسا گناہ کرنے پر قادر ہے جو درجہ

اور مرتبہ میں زنا اور ڈکیتی کی مثل ہے مثلاً: جھوٹ، تہمت، غیبت اور چغلی وغیرہ کیونکہ یہ سارے بھی گناہ ہیں اگرچہ انسان کے حق میں ہر گناہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہے مگر یہ گناہ درجہ میں برابر ہی ہیں۔

یہ تمام فروعی گناہ درجہ میں برابر ہیں مگر (گمراہی پر مشتمل) بدعت سے کم درجہ رکھتے ہیں اور بدعت کفر سے کم درجہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بوڑھے کی بدکاری وڈکیتی اور ان تمام گناہوں سے توبہ درست ہو گی جنہیں صورتاً کرنے پر وہ اب قادر نہیں ہے۔

❊...**چوتھی شرط:** اس کا گناہ کو چھوڑنا خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کی خاطر اور اس کی ناراضی ودردناک عذاب سے بچنے کے لیے ہو، کسی دنیاوی غرض، لوگوں کے ڈر، اپنی تعریف وتوصیف یا حُبِّ جاہ کی چاہت یا جسمانی کمزوری یا محتاجی وغیرہ کی وجہ سے نہ ہو۔

یہ توبہ کی شرائط اور ارکان ہیں لہٰذا جب یہ پورے ہو جائیں تو وہ توبہ سچی اور حقیقی توبہ ہوتی ہے۔

توبہ کے تین مُقَدَّمات

توبہ سے پہلے جن باتوں کا ہونا ضروری ہے وہ تین ہیں:

(۱)... گناہ کو انتہائی برا جاننا۔ (۲)... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سخت پکڑ اور اس کی دردناک ناراضی وغضب کو یاد رکھنا جسے برداشت کرنے کی تم میں طاقت نہیں۔ (۳)... اپنی کمزوری کو یاد رکھنا اور یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ میرے پاس گناہ کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے کیونکہ جو سورج کی گرمی، سپاہی کا تھپڑ اور چیونٹی کا ڈنک برداشت نہیں کر سکتا وہ جہنم کی آگ کی گرمی، عذاب والے فرشتوں کی مار اور بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے سانپوں اور خچروں

جیسے بچھوؤں کا ڈسنا کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ جو غضب اور ہلاکت کے مکان میں آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہم بار بار خدا کی ناراضی اور عذاب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

اگر تم ان دہشت ناک اُمور کو ہمیشہ یاد رکھو اور صبح شام اور رات کی گھڑیوں میں ان کی یاد تازہ کرتے رہو تو عنقریب تمہیں گناہوں سے خالِص توبہ نصیب ہو جائے گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے توفیق بخشے۔

کیا صرف ندامت توبہ نہیں؟

اگر یہاں یہ کہا جائے کہ کیا حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ نہیں فرمایا: اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ یعنی گناہ پر ندامت توبہ ہے۔"[1] اور تم نے جو شرائط اور مقدمات بیان کئے ہیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تو ان کا ذکر نہیں فرمایا؟

تو بات یہ ہے کہ پہلے تم یہ جان لو کہ شرمندگی وندامت بندے کی طاقت میں نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ بندے کے دل میں بعض کاموں پر ندامت ہوتی ہے مگر وہ چاہتا ہے یہ ندامت نہیں ہونی چاہیے، جبکہ توبہ بندے کی طاقت میں ہے جس کا اُسے حکم دیا گیا ہے اور پھر ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ بندہ اگر لوگوں میں اپنے جاہ و مرتبہ یا حصولِ مال کے لیے گناہ پر ندامت کا اظہار کرے تو یقیناً یہ توبہ نہیں ہو گی، اب تمہیں یہ جان لینا چاہیئے کہ حدیث مبارک کا مطلب کچھ اور ہے جو تم اس کے ظاہر سے سمجھ نہیں سکے اور وہ مطلب یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم اور اس کے عذاب کے خوف کی وجہ سے ایسی ندامت ہو جو بندے کو سچی توبہ پر ابھارے، ایسی ندامت توبہ کرنے والوں کی صفت اور حال ہے۔

---

1 ...ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر التوبة، ۴/۴۹۲، حدیث: ۴۲۵۲

بے شک جب بندہ توبہ کے مذکورہ تین مقدمات کو یاد کرے گا تو اسے ایسی ندامت ہو گی جو گناہ چھوڑنے پر ابھارے گی اور یہی ندامت آئندہ بھی اس کے دل میں رہ کر اسے عاجزی وانکساری اور گریہ وزاری پر اُبھارے گی۔ جب ایسی ندامت توبہ کے اسباب اور توبہ کرنے والوں کی صفت ٹھہری تو اسی وجہ سے حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس ندامت کو توبہ کا نام دیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے تمہیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

گناہوں سے مکمل کون بچ سکتا ہے؟

اگر تم کہو کہ انسان کے لیے ایسا ہونا کیسے ممکن ہے کہ اس سے کوئی بھی صغیرہ یا کبیرہ گناہ سرزد ہی نہ ہو؟ حالانکہ مخلوق میں سب سے زیادہ عزت وبزرگی والے حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے بارے میں بھی اہلِ علم کا اختلاف ہے کہ آیا وہ بھی اس درجہ پر فائز تھے یا نہیں؟[1]

تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ آسان بھی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے خاص فرماتا ہے۔ پھر توبہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ جان بوجھ کر گناہ نہ کرے بالفرض غَلَطی یا بھول سے کوئی گناہ کر بیٹھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم سے وہ معاف کر دیا جائے گا۔

اور جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق دے اس کے لیے یہ آسان ہے۔

1... اس حوالے سے صحیح اور مُحَقَّق قول یہ ہے کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمُّدِ صغائر (جان بوجھ کر صغیرہ گناہ کرنے) سے بھی قبلِ نبوّت اور بعدِ نبوّت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ۱/ ۳۹)

گناہ پھر ہو سکتا ہے تو توبہ کیوں کی جائے؟

اگر تم کہو کہ مجھے یہ بات توبہ سے روکتی ہے کہ جب میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ میں توبہ پر قائم نہیں رہ سکوں گا اور دوبارہ گناہ کی طرف چلا جاؤں گا تو پھر توبہ کا کیا فائدہ؟

یاد رکھو! یہ شیطان کا دھوکا ہے، ورنہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تم توبہ کے بعد گناہ کر ہی بیٹھو گے، ہو سکتا ہے تم گناہ کرنے سے پہلے ہی توبہ کی حالت میں انتقال کر جاؤ۔ جہاں تک بات ہے دوبارہ گناہ میں مبتلا ہونے کے خوف کی تو تمہارے ذِمّے صرف یہ ہے کہ گناہ نہ کرنے کا پکا سچا ارادہ کرو اور تمہیں اس پر ثابت و قائم رکھنا رب عَزَّوَجَلَّ کے ذِمّہ کرم پر ہے، اگر وہ ثابت قدم رکھے تو اس کا فضل ہے اور اگر تم اس پر قائم نہیں رہ پاتے تب بھی تمہارے پچھلے گناہ تو بخش دیئے گئے اور تم ان سے پاک و صاف ہو گئے۔ اب اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو بھی گیا تو صرف اسی کا گناہ ہو گا کیونکہ پچھلے تو معاف ہو گئے اور یہ بھی بہت بڑا فائدہ اور نفع ہے لہٰذا ایسا ہر گز نہ ہو کہ دوبارہ گناہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے توبہ ہی نہ کرو کیونکہ توبہ کرنے سے تمہیں دو بڑی بھلائیوں میں سے ایک تو لازمی نصیب ہو گی: (۱)... سچی پکی توبہ پر ثابت قدم رہنے کی توفیق مل جائے گی یا پھر (۲)... گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق اور ہدایت دینے والا ہے۔

گناہ کی تین اقسام

جہاں تک گناہوں سے نکلنے اور چھٹکارا پانے کی بات ہے تو جان لو کہ گناہ کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لازم کردہ احکام کو چھوڑنا مثلاً: نماز، روزہ، زکوۃ یا کفارہ وغیرہ۔ یہ

گناہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ تم پر لازم ہے کہ حتّٰی الامکان ان کی قضا کرو۔

﴿2﴾...وہ گناہ جو تمہارے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مابین ہیں مثلاً: شراب پینا، گانے باجے سننا یا سود کھانا وغیرہ۔ تمہیں ان پر شرمندہ ہونا اور آئندہ انہیں نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا ضروری ہے۔

﴿3﴾...وہ گناہ جو تمہارے اور بندوں کے درمیان ہیں (یعنی حقوقُ العِباد)۔ ان کا معاملہ انتہائی مشکل ہے اور ان کی کئی اقسام ہیں، ان کا تعلُّق کبھی مال سے ہوتا ہے کبھی جان سے اور کبھی عزت و آبرو سے ہوتا ہے تو کبھی اہل و عیال اور کبھی دین سے۔

حق تلفیوں کا ازالہ کیسے ہو؟

بندوں کی حق تلفیوں اور ان کے ازالے کی تفصیل درج ذیل ہے:

...مال کی حق تلفی: جہاں تک مال کی حق تلفی کی بات ہے تو ہر ممکنہ صورت میں اسے واپس کرنا واجب ہے، اگر تم غربت اور مفلسی کی وجہ سے واپس کرنے سے عاجز ہو تو مال کے مالک سے معاف کرواؤ، اگر اس کے نامعلوم ہونے یا مر جانے کی وجہ سے تم ایسا نہیں کر سکتے تو اب قدرت ہو تو اس کی طرف سے اتنا مال صدقہ کرو اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو تم پر لازم ہے کہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرو اور بارگاہِ الٰہی میں عاجزی وانکساری اور گریہ وزاری کرتے ہوئے توبہ واِستغفار کرو تاکہ وہ صاحبِ مال کو روزِ قیامت تم سے راضی کر دے۔

...جان کی حق تلفی: اگر جان تلف ہو جائے تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ تم خود کو قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کے لیے پیش کر دو یا پھر اس شخص کے وارث تمہیں معاف کر دیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو اب تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خوب گریہ وزاری کرو تاکہ ربّ

تعالٰی قیامت میں اس شخص کو تم سے راضی کر دے۔

✽...**عزت کی حق تلفی:** اگر تم نے کسی کی غیبت کی، تہمت لگائی یا گالی دی ہے تو تم پر لازم ہے کہ جن لوگوں کی موجودگی میں ایسا کیا ان سب کے سامنے خود کو جھوٹا کہو اور حتَّی الامکان اس شخص سے معافی مانگو جبکہ تمہیں اس کے شدید غصے میں آنے یا فتنے کا خوف نہ ہو اور اگر تمہیں اس کا اندیشہ ہو تو پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رجوع کرو اور اس شخص کے لیے کثرت سے استغفار کرو تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تم سے راضی کر دے۔

✽...**اہل وعیال میں حق تلفی:** اس کی صورت یہ ہے کہ تم کسی کے گھر یا اولاد وغیرہ میں خیانت کرو۔ اس میں معاف کروانے اور اظہار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اظہار کرنے میں فتنے فساد کا اندیشہ ہے، لہٰذا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرو تاکہ وہ اسے تم سے راضی کر دے اور تمہاری خیانت کے بدلے اسے خیر کثیر عطا فرمائے۔ ہاں اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اظہار کرنے میں کوئی فتنہ نہیں ہوگا تو تم اس سے معاف کروالو مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ فتنہ نہ ہو۔

✽...**دین میں حق تلفی:** یوں کہ تم نے کسی کو کافر، بدعتی یا گمراہ کہا ہو اور یہ بڑا سخت معاملہ ہے تو ایسی صورت میں ضروری ہے کہ تم نے جس کے بارے میں ایسا کہا اس کے سامنے اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کرو اور ممکن ہو تو اس سے معافی مانگو ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں خوب گریہ وزاری کرو اور اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کرو تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تم سے راضی کر دے۔

فضل واحسان کی امید

مذکورہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس سے معاف کروانا تمہارے لیے ممکن ہو اُس

سے معاف کرواؤ اور اگر ممکن نہ ہو تو سچے دل کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے ہوئے توبہ کرو تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تم سے راضی کر دے۔ اب بروزِ قیامت یہ معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت پر ہو گا اور اس کے عظیم الشان فضل اور کامل احسان سے امید ہے کہ جب وہ بندے کے دل میں سچائی ملاحظہ فرماتا ہے تو اپنے فضل کے خزانے سے حق کا مطالبہ کرنے والوں کو راضی کر دیتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی کا حکم نہیں چلتا، یہی ان گناہوں کی معافی کا درست حق ہے، اسے سمجھ لو۔

ہم نے توبہ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اگر تم اس پر عمل پیرا ہو گے اور آئندہ ان جیسے گناہوں سے اپنے دل کو پاک کر لو گے تو بلاشبہ تم تمام گناہوں سے نکل جاؤ گے اور اگر تمہیں دل کی پاکیزگی حاصل ہو گئی مگر فوت شدہ باتوں کی قضا نہ کر سکے اور فریق مخالف کو راضی نہ کر پائے تو یہ تمہارے ذمے باقی رہے گا اور ان کے سوا سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ توبہ کی شرح بہت طویل ہے جس کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں لہٰذا تم پہلے ''اِحیاءُ الْعُلوم'' پھر ''اَلْقُرْبَۃُ اِلَی اللہ'' اور اس کے بعد کتاب ''اَلْغَایَۃُ الْقُصْوٰی'' سے توبہ کا باب پڑھ لو، وہاں تمہیں بہت زیادہ فوائد اور خوب وضاحت ملے گی جبکہ یہاں ہم نے ضروری اور بنیادی باتیں ہی بیان کی ہیں۔ اور توفیق دینے والی ذات اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہے۔

توبہ کی گھاٹی میں دشواری

یقیناً یہ گھاٹی بہت مشکل ہے، اس کا معاملہ انتہائی اہم اور اس کا نقصان بھی زیادہ ہے۔ حضرت سیِّدُنا استاد ابو اسحاق اسفرائینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی جو راسخ علم کے مالک اور باعمل عالِم تھے، وہ فرماتے ہیں: میں نے 30 سال تک اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی کہ وہ مجھے سچی پکی توبہ کی

توفیق عطا فرمائے۔ پھر میں نے خود پر حیرت و تعجُّب کرتے ہوئے کہا: سُبْحٰنَ الله! میں 30 سال سے **الله** عَزَّوَجَلَّ سے ایک حاجت طلب کر رہا ہوں مگر وہ آج تک پوری نہیں ہوئی۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا مجھ سے کہہ رہا ہے: تجھے اس بات پر تعجب ہو رہا ہے؟ تو جانتا ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ سے کیا طلب کر رہا ہے؟ تُو یہ سوال کر رہا ہے کہ **الله** عَزَّوَجَلَّ تجھے اپنا محبوب و پسندیدہ بندہ بنا لے۔ کیا تُو نے **الله** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ (پ۱، البقرۃ: ۲۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک **الله** پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

کیا یہ کوئی چھوٹی حاجت ہے؟

اے بندو! اپنے دلوں کی اصلاح اور اپنی آخرت کا زادِ راہ اکٹھا کرنے میں اَئِمَّہ دین کی کوشش و اہتمام اور استقامت پر غور کرو۔

تاخیرِ توبہ کا نقصان

توبہ کی تاخیر میں بڑا نقصان اور ہولناکی ہے کیونکہ گناہ کی ابتدا دل کی سختی اور اس کی انتہا مَعَاذَ الله بدبختی و نحوست ہے۔ تمہیں شیطان اور بلعم بن باعورا کا معاملہ بھولنا نہیں چاہیے، ان کے معاملے کی ابتدا بھی گناہ اور انتہا کفر پر ہوئی اور دونوں ہمیشہ کے لیے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو گئے، **الله** عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! تم بیدار رہو اور خوب کوشش کرو، امید ہے کہ تم اپنے دل سے اس نقصان کی جڑ کاٹ دو اور اپنی گردن کو گناہوں کے اس بوجھ سے آزاد کرا لو۔

دل کی سیاہی کی علامت

دل کی سختی سے بے خوف مت ہونا اور اپنے حال پر غور کرتے رہنا، ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: دل گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو جاتا ہے اور دل کی سیاہی کی علامت و پہچان یہ ہے کہ تمہیں گناہوں سے کوئی گھبراہٹ نہ ہو، نیکیاں کرنے کا کوئی موقع نہ ملے اور وعظ و نصیحت سے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ خبردار! کسی گناہ کو چھوٹا مت جانو اور کبیرہ گناہوں پر ڈٹے ہوئے خود کو توبہ کرنے والا مت سمجھو۔ شاعر کی اس بات پر غور کرو:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ اَقَلَّهَا　　　اِنَّ الْقَلِيْلَ مِنَ الدَّوَامِ كَثِيْرٌ

ترجمہ: تھوڑے گناہ کو ہرگز معمولی نہ سمجھو کیونکہ دوام و ہمیشگی سے "تھوڑا" زیادہ ہو جاتا ہے۔

40سال روتے رہے

حضرت سیِّدُنا کَہمس بن حسن رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھ سے ایک گناہ ہو گیا تھا جس پر میں 40 سال سے رو رہا ہوں۔ پوچھا گیا: اے ابوعبد اللہ! وہ کونسا گناہ ہے؟ فرمایا: میرا ایک مسلمان بھائی مجھ سے ملنے آیا تو میں نے اس کے لیے مچھلی خرید کر پکائی، جب وہ کھا چکا تو میں نے اٹھ کر اپنے پڑوسی کی دیوار سے مٹی لی اور اس سے اپنے مہمان کے ہاتھ دھلوائے۔

توبہ میں جلدی کرو

اے بندو! اپنے نفس کی جانچ کرو، اپنا محاسبہ کرو اور جلدی جلدی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور توبہ واستغفار کرلو کیونکہ موت پوشیدہ ہے اور دنیا ایک دھوکا ہے۔ اپنے جدِّ اَمجد حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کا واقعہ یاد کرو، ان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے

اپنے بے مثل دست قدرت سے بنایا، اپنی طرف کی خاص مُعَزَّز روح اُن میں پھونکی اور فرشتوں کی گردنوں پر سوار کر کے اپنی جنت میں پہنچایا، ان سے صرف ایک ہی لغزش سرزد ہوئی تو ان کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا۔ یہاں تک مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: اے آدم! میرا پڑوس (جنت میں رہنا) کیسا ہے؟ عرض کی: یارب! بہت ہی اچھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! میرے پڑوس اور تاجِ عزت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ لغزش والا میرے پڑوس میں نہیں رہ سکتا۔ حتّٰی کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام اپنی لغزش پر دو سو سال روتے رہے پھر توبہ قبول ہوئی اور ایک لغزش معاف ہوئی۔

جب ایک لغزش کی وجہ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اپنے نبی و مُنْتَخَب بندے عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو کسی اور کے ساتھ کیسا ہو گا جو بے شمار گناہوں کا مُرتَکِب ہو اور یہ بھی دیکھو کہ جب توبہ کرنے والے کی گریہ وزاری کا یہ عالَم ہے تو گناہوں پر ڈٹ کر بے راہ روی کے شکار کو کتنی ضرورت ہو گی؟ کہنے والے نے اچھی بات کہی ہے:

یَخَافُ عَلٰی نَفْسِہٖ مَنْ یَّتُوْبُ　　　فَکَیْفَ تَرٰی حَالَ مَنْ لَا یَتُوْبُ

ترجمہ: توبہ کرنے والا اپنے بارے میں خوف زدہ ہے تو پھر تمہارے خیال میں توبہ نہ کرنے والے کا حال کیسا ہونا چاہیے؟

اگر تم نے توبہ کی اور توبہ کو توڑ کر پھر گناہوں کی طرف لوٹ گئے تو جلدی سے دوبارہ توبہ کر لو اور اپنے آپ سے کہو: ہو سکتا ہے اب توبہ کر کے گناہ کرنے سے پہلے ہی مجھے موت آجائے۔ یونہی تیسری چوتھی بلکہ ہر بار جب بھی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کر لو اور توبہ کو اپنی عادت وپیشہ بنا لو۔ گناہ کے معاملے میں توبہ کرنے سے عاجز اور مایوس مت ہونا کہ کہیں اس وجہ سے شیطان تمہیں توبہ سے روک نہ دے، بے شک کثرت سے توبہ کرنا

بھلائی کی نشانی ہے۔ کیا تم نے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان نہیں سنا: خِیَارُکُمْ کُلُّ مُفْتَنٍ تَوَّاب یعنی تم میں سے ہر وہ شخص بہتر ہے جو گناہ ہو جانے پر بہت توبہ کرنے والا ہو۔[1] مطلب یہ کہ بار بار گناہ ہوتا ہو تو بار بار اس سے توبہ کرتے ہوئے استغفار اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں شرمندگی اور گریہ وزاری کرے۔

تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان یاد کرو:

وَ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۵، النسآء: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کوئی برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

اسے مضبوطی سے تھام لو اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

فصل: توبہ کا طریقہ

اس مقام پر گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم توبہ کی ابتدا کرو تو اپنے دل کو گناہوں سے پاک کر لو اور اسے اس بات پر جما دو کہ دوبارہ گناہوں کی طرف کبھی نہیں پلٹنا اور اس خلوص سے توبہ کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے دل کو توبہ میں سچا اور خالص پائے اور حتَّی الامکان تم نے جن کی حق تلفی کی ہے انہیں بھی راضی کر لو اور جس قدر ہو سکے فرائض وواجبات کی قضا بھی کر لو تو اب جو گناہ باقی بچ جائیں ان کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرو تاکہ وہ بھی معاف ہو جائیں۔ اب تم غسل کرو، پاک صاف کپڑے پہنو اور چار رکعات ایسے پڑھو جیسے پڑھنے کا حق ہے، پھر اپنے چہرے کو زمین پر ایسی جگہ رکھ دو جہاں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کوئی نہ

---

1 ...شعب الایمان، باب فی معالجة کل ذنب بالتوبة، ۵/ ۴۱۸، حدیث: ۷۱۲۱

دیکھ رہا ہو، پھر اپنے سر پر مٹی ڈالو پھر تمام اعضاء میں سب سے عزت والے اپنے چہرے کو خاک آلود کرو۔ اس طرح کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، دل غم میں ڈوبا ہو، آواز بلند اور پکار آہستہ ہو اور جتنا ہو سکے تم ایک ایک گناہ کو یاد کرتے ہوئے خود کو ملامت کرو اور اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے کہو: اے نفس! تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو توبہ نہیں کر سکتا؟ کیا تجھ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کو سہنے کی طاقت ہے؟ کیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کرنا چاہتا ہے؟ یونہی کرتے کرتے روتے رہو پھر اپنے رحیم رب عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ہاتھوں کو پھیلا دو اور عرض کرو: الٰہی! تیرا بھاگا ہوا غلام تیرے در پر حاضر ہے، تیرا نافرمان بندہ صلح کی طرف لوٹ آیا ہے، تیرا گناہ گار تجھ سے معذرت چاہتا ہے۔ الٰہی! مجھے اپنے کرم سے بخش دے اور اپنے فضل سے مجھے قبول فرما اور مجھ پر اپنی نظر رحمت فرما، الٰہی! میرے پچھلے گناہ معاف فرما دے اور آئندہ زندگی میں گناہوں سے محفوظ فرما، بے شک ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہم پر رحم فرمانے والا مہربان ہے۔

دعائے شدت

پھر یہ دعا کرو جسے دعائے شدت کہتے ہیں: یَا مُجَلِّیَ عَظَائِمِ الْاُمُوْرِ یَا مُنْتَهٰی هِمَّةِ الْمَهْمُوْمِیْنَ یَا مَنْ اِذَا اَرَادَ اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ اَحَاطَتْ بِنَا ذُنُوْبُنَا اَنْتَ الْمَذْخُوْرُ لَهَا یَا مَذْخُوْرُ لِكُلِّ شِدَّةٍ كُنْتُ اَدَّخِرُكَ لِهٰذِهِ السَّاعَةِ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم یعنی اے بڑی بڑی مشکلات کو حل کرنے والے! اے غمزدوں کے ملجا! اے وہ ذات کہ جب کسی کام کا ارادہ فرمائے تو حکم دے "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے ہمیں ہمارے گناہوں نے گھیر رکھا ہے اور تو سب کو جانتا ہے، اے وہ ذات کہ ہر سختی و شدت کے وقت جس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے! اس گھڑی میں تیری بارگاہ میں رجوع کرتا ہوں۔ پس تو میری توبہ قبول

فرما بے شک تو بہت توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

رحمت کا واسطہ

پھر کثرت سے گریہ وزاری اور عاجزی کرتے ہوئے عرض کرو: اے وہ ذات جسے ایک کا سننا دوسرے کے سننے سے غافل نہیں کرتا! اے وہ ذات جسے سوالوں کی کثرت ہرگز مغالطے میں نہیں ڈالتی! اے وہ ذات جسے گریہ وزاری کرنے والوں کا گریہ بے چین نہیں کرتا! مجھے اپنی معافی کی ٹھنڈک اور اپنی مغفرت کی مٹھاس نصیب فرما، اے سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے! تجھے تیری رحمت کا واسطہ، بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

درود شریف واستغفار

پھر تم شَفِیعِ روزِ مَحشر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درود بھیجو اور تمام مومن مردوں عورتوں کے لیے استغفار کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں لگ جاؤ۔ یہ سب کر لیا تو اب تم نے سچی پکی توبہ کر لی اور تم گناہوں سے ایسے نکل گئے جیسے آج ہی تمہاری ماں نے تمہیں جنا ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے محبت فرمانے والا ہے اور تمہارے لیے اجر وثواب ہے، تم پر ایسی رحمت وبرکت ہے جسے بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے، تمہیں امن اور جہنم سے خلاصی نصیب ہو گئی اور دنیا وآخرت میں گناہوں کی سزا اور آفت سے محفوظ ہو گئے، تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد سے یقیناً اس گھاٹی کو عبور کر لیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل واحسان سے ہدایت وتوفیق عطا فرمائے بے شک وہی اس کا مالک ہے۔

تیسری گھاٹی

رکاوٹوں کا بیان

اے عبادت کے طلبگار اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے توفیق دے، تجھ پر رکاوٹوں کو دور کرنا بھی لازم ہے تاکہ تیری عبادت قائم رہ سکے اور یہ ہم بتا چکے کہ رکاوٹیں چار ہیں۔

پہلی رکاوٹ: دنیا

پہلی رکاوٹ دنیا ہے اور اسے یوں دور کیا جاسکتا ہے کہ اس سے علیحدگی اور بے رغبتی اختیار کی جائے اور تم پر یہ علیحدگی اور بے رغبتی دو وجہ سے ضروری ہے۔

❁...پہلی وجہ: تاکہ تمہاری عبادت قائم اور سلامت رہے بلکہ تم کثرت سے عبادت کرسکو کیونکہ دنیا کی رغبت تمہارے ظاہر وباطن کو مصروف کردے گی۔ ظاہر کو اس کی طلب میں اور باطن کو اس کے قصد وارادے اور قلبی خیالات میں لگادے گی اور یہ دونوں باتیں تجھے عبادت سے روک دیں گی کیونکہ نفس بھی ایک ہے اور دل بھی ایک، تو جب یہ کسی شے میں مشغول ہو گا تو اس کی ضد سے منقطع ہو جائے گا اور دنیا وآخرت کی مثال تو دو سوکنوں کی مانند ہے کہ ایک کو خوش کرو تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے اور یہ دنیا وآخرت مشرق ومغرب کی طرح ہیں کہ تم ایک سمت میں جس قدر بڑھو گے اتنا ہی دوسری سے دور ہوتے جاؤ گے۔

سلامتی والی آخرت اپنالو

جہاں تک ظاہر کے دنیا میں مشغول ہونے کی بات ہے تو حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں نے بہت کوشش کی کہ عبادت اور تجارت کو اکٹھا لے کر چلوں مگر یہ دونوں ایک ساتھ نہیں ہوسکے تو میں نے تجارت چھوڑ کر عبادت کو اختیار کر لیا۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اگر عبادت اور تجارت میرے علاوہ کسی شخص کے لیے جمع ہو سکتیں تو میرے لیے ضرور جمع ہوتیں کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے قوت اور نرمی دونوں عطا فرمائی ہیں۔

جب معاملہ ایسا ہے تو دنیا کا نقصان برداشت کرنا اور سلامتی والی آخرت کو اپنانا زیادہ مناسب ہے۔ جہاں تک دل کی مشغولیت کی بات ہے تو دل چھپی ہوئی ایک جگہ ہے جہاں سے ''ارادہ'' ہوتا ہے۔

حضور سرورِ کائنات، شاہِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کا نقصان کرتا ہے لہٰذا باقی رہنے والی (آخرت) کو فنا ہونے والی (دنیا) پر ترجیح دو۔[1]

حکمت سے مُنَوَّر دل

اب تمہارے لیے خوب واضح ہو گیا کہ اگر تمہارا ظاہر دنیا میں اور باطن اس کے ارادہ وخیال میں مصروف ہوا تو عبادت کو کماحقہ بجالانا تمہارے لیے آسان نہیں ہو گا۔ ہاں! جب تم دنیا سے منہ موڑ لو گے اور ظاہر وباطن کو فارغ کر لو گے تو تمہارے لیے عبادت کرنا آسان ہو جائے گا بلکہ تمہارے اعضاء تمہاری مدد کریں گے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''بندہ جب دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے تو اس کا دل حکمت سے منور ہو جاتا ہے اور اعضاء عبادت کرنے میں اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔'' اس بات کو پلے باندھ لو۔

❁...**دوسری وجہ:** دنیا سے بے رغبتی لازم ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے

1...مسند امام احمد، حدیث ابی موسی اشعری، ۷/ ۱۶۵، حدیث: ۱۹۷۱۷

تمہارے عمل کی قدر وقیمت اور عزت وبزرگی بڑھ جائے گی کیونکہ حضور سیّدِ عالَم، شافعِ اُمَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ایسا شخص جس کا دل دنیا سے بے رغبت ہو اس کی دو رکعتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک قیامت تک عبادت کرنے والوں کی عبادت سے بہتر اور محبوب ہیں۔[1]

جب دنیا سے بے رغبتی کرنے میں عبادت اتنی زیادہ اور بزرگی والی ہو جاتی ہے تو طالبِ عبادت کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور علیحدگی اختیار کرے۔

زُہد اور اس کی اقسام

اگر تم یہ پوچھو کہ زُہد یعنی دنیا سے بے رغبتی کا مطلب اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو جان لو کہ ہمارے علمائے کرام عَلَیْہِمُ الرَّحْمَہ کے نزدیک زہد کی دو قسمیں ہیں: (۱)...وہ زہد جو بندے کے اختیار میں ہے اور (۲)...وہ زہد جو بندے کے اختیار میں نہیں ہے۔

اختیاری زُہد تین چیزوں میں ہوتا ہے: (۱)...دنیا کا جو مال ومتاع پاس نہیں اسے طلب نہ کرو۔ (۲)...جو پاس ہے اس کو خود سے دور کر دو اور (۳)...دنیا کا حصول اور اس کا ارادہ ترک کر دو۔

غیر اختیاری زہد یہ ہے کہ زاہد کا دل دنیا اور اس کے سازوسامان سے سرد پڑ جائے اور وہ زہد جو بندے کے اختیار میں ہے وہ غیر اختیاری زہد کی بنیاد ہے، جب بندہ دنیا کے اس مال کی طلب چھوڑ دے گا جو اس کے پاس نہیں اور جو پاس ہے اسے خود سے دور کر دے گا اور دل سے دنیا کا ارادہ وخیال بھی چھوڑ دے گا اور اس میں نیت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

1...یہ حدیث احیاء العلوم اور قوت القلوب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے قول کے طور پر مذکور ہے۔

رضا اور اُخروی ثواب کی ہو گی تو اب اسے یہ وصف یعنی دل کا دنیا سے سرد پڑ جانا حاصل ہو جائے گا۔ میرے نزدیک اصل زُہد یہی ہے۔

زُہد میں ارادے کی اہمیت

مذکورہ تینوں اقسام میں سب سے مشکل دل سے دنیا کا ارادہ نکالنا ہے، کیونکہ ظاہری طور پر بہت سے دنیا سے بے رغبت رہنے والے باطنی طور پر دنیا کے طلبگار اور چاہنے والے ہوتے ہیں اور جو ایسا ہو اس کا دل دنیا کی شدید کشمکش میں مبتلا رہتا ہے جبکہ زہد کا دارومدار اسی تیسری قسم پر ہے۔ کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ (پ۲۰، القصص: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبُّر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔

اس مبارک فرمان میں حکم کو ارادہ ترک کرنے پر معلَّق کیا گیا، مقصود و مراد کی طلب و فعل سے رُکنے پر موقوف نہیں رکھا گیا (یعنی یہ فرمایا گیا کہ ”جو زمین پر تکبر و فساد کا ارادہ نہیں رکھتے آخرت کا گھر اُن کے لئے ہے۔“ یہ نہیں فرمایا کہ ”جو زمین پر تکبر و فساد سے رُکتے ہیں“)۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِیْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِیْبٍ ﴿۲۰﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ (پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۸، ۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اس کے لیے جہنم کر دیں کہ اس میں جائے مذمت کیا ہوا دَھکے کھاتا اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا تو انھیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ ان فرامین میں ارادے ہی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے لہٰذا ارادے کا معاملہ بہت اہمیت کا حامل ہے لیکن جب بندہ پہلی دو چیزوں یعنی طلبِ دنیا نہ ہونے اور جو پاس ہے اسے خود سے جدا کرنے پر ہمیشگی اختیار کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے امید ہے کہ وہ اس کے دل سے دنیا کے ارادے کو بھی دور فرما دے گا۔ بے شک وہی فضل و کرم فرمانے والا ہے۔

خوشبو میں لپٹا مُردار

جو چیز تمہیں دنیا کو خود سے دور کرنے اور طلبِ دنیا ترک کرنے پر ابھارے گی اور اسے تمہارے لیے آسان بنائے گی وہ ہے دنیا کی آفات اور اس کے عُیُوب کو یاد کرنا۔ لوگوں نے اس کے متعلّق بہت کچھ کہا ہے۔ کسی نے کہا: ”میں نے دنیا کو اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ اس کا نفع تھوڑا، تھکاوٹ زیادہ، یہ فنا ہونے میں تیز اور اس کے طلبگار بہت کمینے ہیں۔“ اس پر میرے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”اس قول سے بھی دنیا میں

رغبت کی بو آتی ہے کیونکہ جو شخص کسی سے جدائی کی شکایت کرتا ہے وہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو کسی شے کو لوگوں کے اُس میں شریک ہونے کی وجہ سے ترک کر دیتا ہے وہ چاہتا ہے کہ کاش وہ اکیلا اس کا مالک ہوتا۔"

اس بارے میں سب سے عمدہ بات وہ ہے جو ہمارے شیخ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمائی کہ دنیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دشمن ہے جبکہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنے والے ہو اور جو کسی سے محبت رکھتا ہے وہ اُس کے دشمن سے نفرت رکھتا ہے۔" مزید فرمایا: دنیا حقیقت میں سڑا ہوا مردار ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آخر کار اس کی ہر چیز خراب و برباد اور بدبودار ہو جاتی ہے۔ مگر یہ ایک ایسا مُردار ہے جسے خوشبوؤں اور زیب وزینت میں لپیٹ دیا گیا ہے پس اس کے ظاہر کو دیکھ کر غافل لوگ دھوکے میں پڑ گئے اور عقلمندوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

دنیا سے بے رغبتی کا حکم

اگر تم پوچھو کہ دنیا سے بے رغبتی و کنارہ کشی کرنا فرض ہے یا نفل؟ تو یاد رکھو کہ ہمارے نزدیک یہ بے رغبتی حلال سے بھی ہوتی ہے اور حرام سے بھی، پس حرام سے کنارہ کشی کرنا فرض جبکہ حلال سے نفل ہے۔ صاحبِ استقامت عبادت گزاروں کے نزدیک حرام ایک بدبودار مُردار کی طرح ہے جس کی طرف ضرورت کے وقت (بحالت اضطرار و مجبوری) بقدر ضرورت ہی بڑھا جاتا ہے۔

جہاں تک حلال سے بے رغبتی کی بات ہے تو یہ ابدالوں کا وصف ہے، ان کے نزدیک حلال بھی مردار کی طرح ہوتا ہے اور وہ اس سے بھی بقدرِ ضرورت ہی لیتے

ہیں جبکہ حرام تو ان کے نزدیک آگ ہے اسے لینا تو در کنار ان کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آتا اور دنیا سے دل کے سرد پڑ جانے کا مطلب بھی یہی ہے، اس لحاظ سے کہ دنیا کی خاطر کوشش ختم ہو جائے اور بندہ دنیا کو انتہائی ناپسند جانے اور گندگی سمجھے یہاں تک کہ دل میں دنیا کے لیے کوئی ارادہ اور اختیار باقی نہ رہے۔

دنیا آگ یا مُردار کیسے ہو سکتی ہے؟

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نرالی خواہشات اور پسندیدہ لذّات سے بھرپور دنیا کسی انسان کے نزدیک آگ یا سڑے ہوئے مُردار جیسی ہو جائے جبکہ وہ خلقت میں کمزور اور طبعی طور پر لالچی بھی ہے؟

تو سمجھ لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے خاص توفیق عطا فرمائے اور وہ بندہ دنیا کی آفات اور اس حقیقی گندگی کو جان لے تو دنیا اس کے نزدیک آگ یا مُردار کی طرح ہو جاتی ہے اور اس سے خوش تو وہ ہوتے ہیں جو اس کی رغبت رکھتے، اس کے عیبوں اور آفتوں سے اندھے اور اس کی ظاہری زیب و زینت سے دھوکے میں ہیں۔ اب میں تمہیں اس کی ایک مثال دیتا ہوں:

ایک شخص نے تمام لوازمات کا خاص خیال رکھتے ہوئے نفیس اور عمدہ حلوہ تیار کیا مگر تیار کرنے کے بعد اس میں زہرِ قاتل کا ایک قطرہ ڈال دیا، زہر ڈالتے وقت ایک شخص اسے دیکھ رہا تھا اور ایک ایسا تھا جس نے یہ نہیں دیکھا تھا، تو جب دونوں کے سامنے وہ بہترین اور عمدہ حلوہ کھانے کے لیے رکھا جائے گا تو جسے زہر کی ملاوٹ کا علم ہے وہ اس سے کنارہ کش ہو جائے گا بلکہ اُس کے دل میں کھانے کا خیال تک نہیں آئے گا اور یہ اس کے نزدیک آگ بلکہ اُس سے بھی سخت ہو گا کیونکہ وہ اس میں

موجود آفت کو جانتا ہے لہٰذا وہ اس کی ظاہری عمدگی سے دھوکا نہیں کھائے گا اور اُس کے برعکس جس نے زہر کو دیکھا نہیں تھا وہ اس کی ظاہری عمدگی وسجاوٹ سے دھوکا کھا کر اس کے لیے للچائے گا اور کنارہ کرنے والے پر تعجّب کرے گا بلکہ اسے بے وقوف سمجھے گا۔ یہی حال دنیا کے حرام کا بھی ہے بصیرت واستقامت والے اس سے بچتے ہیں اور بے خبر وغافل اس کی رغبت رکھتے ہیں۔

یوں ہی دنیا کا حلال ان عقلمندوں کے لیے اس حلوے کی طرح ہے جس میں بنانے والے نے زہر تو نہیں ڈالا مگر تھوک دیا یا ناک سے ریزش ڈال دی تو اس کاروائی کو دیکھنے والا اس سے کراہت کرے گا، دور ہٹے گا اور سخت ضرورت وحاجت کے علاوہ اسے استعمال نہیں کرے گا اور جس نے اسے دیکھا نہیں اسے معلوم ہی نہیں کہ اس میں کیا ہے وہ اس کے ظاہر کو دیکھ کر دھوکا کھائے گا اور اسے پسند کرتے ہوئے اس کی لالچ کرے گا۔ تو یہ دونوں فریقوں یعنی اہلِ بصیرت واستقامت اور اہلِ غفلت ورغبت کے لیے دنیا کے حلال کی مثال ہے۔

غور کرو کہ دونوں شخص خِلقت وطبیعت میں ایک ہیں مگر صرف دیکھنے کی وجہ سے دونوں کا حال مختلف ہو گیا ایک نے دیکھا اور اسے علم ہو گیا جبکہ دوسرے نے نہیں دیکھا تو بے خبر رہا۔ اگر رغبت رکھنے والا بھی بچنے والے کی طرح دیکھ لیتا اور جان جاتا تو وہ بھی ضرور بچتا اور یوں ہی دیکھنے والا اگر نہ دیکھتا اور نہ جانتا تو رغبت والے کی طرح وہ بھی ضرور رغبت رکھتا۔ اس مثال کے ذریعے واضح ہو گیا کہ فرق طبیعت کی وجہ سے نہیں بلکہ دیکھنے کی وجہ سے ہے۔ یہ ایسا مفید اصول اور بہترین کلام ہے جس کا اعتراف عقلمند اور انصاف کرنے والا ضرور کرے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل سے

ہدایت و توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

مکمل کنارہ کشی کیسے ممکن ہے؟

اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ کم از کم ہمیں اتنی دنیا کی حاجت تو ہے جس سے ہمیں قوت وطاقت حاصل ہو سکے تو پھر دنیا سے بالکل کنارہ کشی کیسے ممکن ہے؟

جواب یہ ہے کہ جو زہد مطلوب ہے اُس سے مراد اُس فضول وزائد چیز سے بے رغبتی اختیار کرنا ہے جس کے بغیر زندگی گزاری جاسکتی ہو کیونکہ مقصود تو فقط اتنی قوت وطاقت ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر سکو کھانا پینا یا لذّت حاصل کرنا تو مقصود نہیں اور اب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مرضی ہے کہ تمہیں سبب وذریعہ سے زندہ رکھے یا ان کے بغیر جیسے فرشتوں کو بغیر اسباب زندہ رکھا ہے۔ پھر اگر اس نے کسی شے کو تمہارا ذریعہ بنانا ہے تو چاہے تو تمہارے پاس موجود شے کو بنا دے یا تمہاری تلاش یا کمائی سے وہ شے تمہیں مل جائے یا پھر چاہے تو وہاں سے عطا فرما دے جہاں سے تمہارا وہم و گمان بھی نہ ہو اور نہ ہی تمہیں اس کے لیے محنت وکوشش کرنی پڑے جیسا کہ ربّ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ (پ۲۸، الطلاق: ۲،۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

پھر تم کسی صورت طلب اور ارادے کے محتاج نہیں ہو گے اور اگر ایسے زہد کی طاقت نہیں رکھتے اور طلب وارادہ رکھتے ہو تو صرف اتنی چیز کی طلب و کوشش کرو جس سے عبادتِ الٰہی پر قوت حاصل ہو سکے اور اس میں لذت و شہوت مقصود نہ ہو۔ جب تم

ایسی نیت رکھو گے تو تمہاری کوشش اور ارادہ ایک نیکی ہو گی اور حقیقت میں آخرت کے لیے کوشش کہلائے گی نہ کہ دنیا کے لیے اور ایسی کوشش تمہارے زہد یعنی دنیا سے بے رغبتی میں کوئی خرابی پیدا نہیں کرے گی۔ جان لو! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو یہ چند باتیں تمہاری درست رہنمائی کریں گی اور توفیق عطا فرمانے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

دوسری رکاوٹ: مخلوق

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور ہمیں اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے تم پر مخلوق سے جدائی و تنہائی اختیار کرنا بھی دو وجہ سے لازم ہے:

❁...**پہلی وجہ:** مخلوق سے علیحدگی اس لئے لازم ہے کہ وہ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے غافل کر دے گی۔ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے اور ایک شخص ان سے دور الگ تھلگ بیٹھا تھا، میں نے پاس جا کر اس سے بات کرنا چاہی تو اس نے کہا: تم سے بات کرنے کے بجائے مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا زیادہ پسند ہے۔ میں نے کہا: تم اکیلے ہو۔ اس نے کہا: میرے ساتھ میرا ربّ تعالٰی اور میرے دو فرشتے ہیں۔ میں نے پوچھا: ان تیر اندازوں میں کون جیتے گا؟ اس نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ جس کی مغفرت فرما دے۔ میں نے پوچھا: راستہ کہاں ہے؟ اس نے ہاتھ سے آسمان کی جانب اشارہ کیا اور مجھے چھوڑ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: الٰہی! تیری اکثر مخلوق تجھ سے غافل کرتی ہے۔

لوگوں سے پانچ مطالبے

اے بندے! لوگ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے غافل کر دیں گے بلکہ روک ہی

دیں گے بلکہ برائی اور ہلاکت میں ڈال دیں گے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے فرمایا: میں نے لوگوں سے پانچ چیزوں کا سوال کیا مگر مجھے ایک بھی نہیں ملی، میں نے ان سے کہا: زہد و عبادت اختیار کرو تو انہوں نے نہیں کیا، میں نے کہا: اگر تم نہیں کرتے تو زہد و عبادت پر میری مدد ہی کر دو تو انہوں نے یہ بھی نہیں کیا، میں نے کہا: چلو میرے ایسا کرنے پر مجھ سے راضی ہی ہو جاؤ تو انہوں نے یہ بھی نہیں کیا، میں نے کہا: کم از کم مجھے زہد و عبادت سے رو کو تو نہیں مگر انہوں نے مجھے روکا، میں نے کہا: چلو اتنا مان لو کہ جس چیز میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی نہیں ہے مجھے اس کی طرف مت بلاؤ اور اگر میں اس میں تمہاری پیروی نہ کروں تو میرا پیچھا بھی مت کرو مگر انہوں نے یہ بات بھی نہیں مانی بالآخر میں مخلوق کو چھوڑ کر اپنے آپ میں مشغول ہو گیا۔

گوشہ نشینی کا زمانہ

اے میرے اسلامی بھائی! بے شک ہمارے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گوشہ نشینی کے زمانے، اس کے حالات و اوصاف اور اس زمانے والوں کے حالات بھی بیان فرما دیئے اور اس میں تنہائی کا حکم دیا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام مخلوق میں بہتری کو سب سے زیادہ جاننے والے اور ہم سے بھی زیادہ ہمارے خیر خواہ تھے پس اگر تم زمانے کو پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بیان کردہ کیفیت پر پاؤ تو ان کے حکم پر عمل پیرا ہو جاؤ اور ان کی نصیحت کو قبول کرو اور اس میں ہرگز شک مت کرو کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تم سے بہتر جانتے ہیں کہ تمہارے زمانے میں

تمہارے لیے کیا بہتر ہے، جھوٹے حیلے بہانوں سے اپنے آپ کو دھوکا مت دینا ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے اور تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا۔

جن اوصاف وحالات کی بات ہم کر رہے ہیں وہ اس مشہور حدیث پاک میں موجود ہیں کہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ایک مرتبہ ہم حضور رحمت کونین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ فتنوں کا ذکر چھڑ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: جب تم دیکھو کہ لوگ وعدہ خلافی میں مبتلا ہو جائیں اور امانت میں خیانت کرنے لگیں، پھر آپ نے انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر فرمایا: اور یوں ہو جائیں (یعنی ان انگلیوں کی طرح دست وگریباں ہو جائیں)۔ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے آپ پر قربان کرے! میں اُس وقت کیا کروں؟ ارشاد فرمایا: گھر میں بیٹھے رہنا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اچھی چیز اختیار کرنا، بری بات کو چھوڑ دینا، صرف اپنے معاملے کی فکر کرنا اور عام لوگوں کا خیال چھوڑ دینا۔[1]

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نبی مکرَّم، شَفِیعِ معظَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: وہ ہَرج کا زمانہ ہو گا۔ عرض کی گئی ہرج کے زمانے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جب آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص سے بھی بے خوف اور مطمئن نہیں ہو گا۔[2]

ایک زمانہ ایسا آئے گا

ایک اور حدیث مبارک جو حضرت سیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے

---

1 ...ابوداود، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/۱۶۵، حدیث: ۴۳۴۳

2 ...ابوداود، کتاب الفتن والملاحم، باب فی النھی عن السعی فی الفتنة، ۴/۱۳۵، حدیث: ۴۲۵۸

مسند بزار، ۴/۲۷۶، حدیث: ۱۴۴۴

کہ حضور نبی غیب دان، رحمت عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت حارث بن عُمَیْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: اگر تمہاری زندگی رہی تو عنقریب تم ایسا زمانہ دیکھو گے جس میں مُقرِّرِین زیادہ ہوں گے، علما کم ہوں گے، مانگنے والوں کی کثرت ہو گی، دینے والے تھوڑے ہوں گے، اس زمانے میں خواہش علم کی پیشوا ہو گی۔[1] انہوں نے عرض کی: وہ زمانہ کب آئے گا؟ ارشاد فرمایا: جب نماز ضائع کی جائے گی، رشوت عام ہو جائے گی اور دین کو دنیا کی معمولی وحقیر چیزوں کے بدلے بیچا جائے گا، ایسے وقت میں بچنا، ایسے وقت میں بچنا۔[2]

میں کہتا ہوں: ان احادیثِ مبارکہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ تم اپنی آنکھوں سے اپنے زمانے اور زمانے والوں میں دیکھ رہے ہو لہٰذا اپنی فکر کرو۔

گوشہ نشینی جائز ہو گئی

پھر بلاشبہ سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن اپنے زمانے اور زمانوں والوں سے بچنے پر مُتَّفِق ہیں، انہوں نے گوشہ نشینی کو ترجیح دی، اسی کا حکم دیا اور ایک دوسرے کو اسی کی نصیحت کرتے رہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہم سے زیادہ بصیرت رکھنے اور بھلائی کو زیادہ سمجھنے والے تھے اور ان کے بعد زمانہ بہتر ہونے کے بجائے زیادہ خراب ہو گیا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سَیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کو فرماتے سنا: **اللہ** کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! اس زمانے میں گوشہ نشینی جائز ہو گئی ہے۔

---

1 ...الادب المفرد، باب الهدی والسمت الحسن، ص ۲۱٦، حدیث: ۸۱۰، عن ابن مسعود موقوفاً

2 ...موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب العزلة والانفراد، ٦/ ۵۴۰، حدیث: ۱۸۸، عن ابن مسعود موقوفاً

میں کہتا ہوں: اگر ان کے زمانے میں جائز ہو گئی تھی تو ہمارے اس زمانے میں فرض وواجب ہو گئی ہے۔

گوشہ نشینی میں راحت

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے حضرت سیِّدُنا عَبَّاد خَوَّاص عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب کو لکھا: تم اُس زمانے میں ہو جس میں ہونے سے حضرات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگا کرتے تھے اور وہ ہم سے زیادہ علم والے تھے۔ تو اب ہمارا کیا حال ہو گا کہ اب وہ زمانہ آ چکا ہے اور ہمارا علم کم ہے، صبر تھوڑا ہے اور بھلائی پر مددگار کم ہیں، دنیا کی خرابی بڑھ گئی اور لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: گوشہ نشینی میں بُرے لوگوں کی ملاقات سے چھٹکارا اور راحت ہے۔

اسی بارے میں چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

هٰذَا الزَّمَانُ الَّذِیْ كُنَّا نُحَاذِرُهٗ ــــ فِیْ قَوْلِ كَعْبٍ وَ فِیْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْد

دَهْرٌ بِهِ الْحَقُّ مَرْدُوْدٌ بِاَجْمَعِهٖ ــــ وَالظُّلْمُ وَالْبَغْیُ فِیْهِ غَیْرُ مَرْدُوْد

اَعْلٰی اَصَمُّ مِنَ الْاَزْمَانِ مُلْتَبِسٌ ــــ فِیْهِ لِاَبْلِیْسَ تَصْوِیْبٌ وَ تَصْعِیْد

اِنْ دَامَ هٰذَا وَلَمْ یَحْدُثْ لَهٗ غَیْرٌ ــــ لَمْ یُبْكَ مَیِّتٌ وَلَمْ یُفْرَحْ بِمَوْلُوْد

ترجمہ: (۱)...یہ وہی زمانہ ہے جس سے ہمیں حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود اور حضرت سیِّدُنا کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے فرامین میں ڈرایا گیا ہے۔ (۲)...اس زمانے میں حق بالکل ٹھکرا دیا گیا ہے جبکہ ظلم وبغاوت مقبول ہے۔ (۳)...دیگر زمانوں کی بنسبت یہ زمانہ زیادہ اندھا، بہرا اور پیچیدہ وسخت ہے، اس

میں شیطان کو سچا اور اونچا کیا جاتا ہے۔(۴)...اگر یہی حالت رہی اور زمانے میں کوئی بہتری نہ آئی تو پھر کسی مرنے والے پر رویا جائے گا نہ کسی پیدا ہونے والے کی خوشی کی جائے گی۔

جان پہچان کم رکھو

مجھے ایک بات حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حوالے سے ملی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے عرض کی: مجھے نصیحت کیجئے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے جان پہچان کم رکھو۔ میں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! کیا حدیث مبارک میں یہ نہیں آیا کہ "مسلمانوں سے جان پہچان زیادہ رکھو کیونکہ ہر مسلمان کو شفاعت کا حق حاصل ہو گا۔"[1] انہوں نے فرمایا: تمہیں جو بھی ناپسندیدہ بات پہنچی ہو گی وہ جان پہچان والوں سے ہی پہنچی ہو گی۔ میں نے کہا: درست ہے۔ پھر جب حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کا وصال ہو گیا تو میں نے خواب میں انہیں بلند مراتب پر فائز دیکھا تو عرض کی: ابوعبد اللہ! مجھے نصیحت کیجئے۔ ارشاد فرمایا: لوگوں سے جان پہچان اور ملاپ کم رکھو کیونکہ ان سے جان چھڑانا بہت مشکل ہے۔

نا آشناؤں کو دعا

ایک شاعر نے اس بات کو کچھ اس طرح بیان کیا:

وَ مَا زِلْتُ مُذْ لَاحَ الْمَشِيْبُ بِمَفْرَقِيْ ... اُفَتِّشُ عَنْ هٰذَا الْوَرٰى وَاُكَشِّفُ

فَمَا اَنْ عَرَفْتُ النَّاسَ اِلَّا ذَمَمْتُهُمْ ... جَزَى اللهُ خَيْرًا كُلَّ مَنْ لَسْتُ اَعْرِفُ

وَمَالِيَ ذَنْبٌ اَسْتَحِقُّ بِهِ الْجَفَا ... سِوَى اَنَّنِيْ اَحْبَبْتُ مَنْ لَيْسَ يُنْصِفُ

[1]...مسند الفردوس، ۱/۵۷، حدیث: ۲۱۹

ترجمہ:(۱)...میں اِس مخلوق کی تفتیش اور پوچھ تاچھ میں لگا رہا حتّٰی کہ جدائی کا وقت یعنی بڑھاپا آپہنچا۔(۲)...لوگوں میں میری جس سے بھی پہچان ہوئی میں نے اس کی مذمت کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہر اس شخص کو جزائے خیر دے جسے میں نہیں جانتا(۳)...اور میرا کوئی جرم ایسا نہیں جس کے سبب قابلِ مذمت ٹھہروں، سوائے یہ کہ ناانصافی کرنے والے کو دوست بنایا۔

دوستوں سے اَذِیَّت ملی

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہ بھی منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے دروازے پر لکھا تھا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے جو ہمیں نہیں جانتے اور ایسی جزا وہ ہمارے دوستوں کو عطا نہ فرمائے کیونکہ ہمیں جو بھی اذیت ملی دوستوں ہی سے ملی۔

اسلاف نے اسی بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:

جَزَی اللهُ عَنَّا الْخَيْرَ مَنْ لَيْسَ بَيْنَنَا ۔۔۔ وَ لَا بَيْنَهٗ وُدٌّ وَ لَا تَتَعَارَفُ

فَمَا مَسَّنَا هَمٌّ وَ لَا نَالَنَا اَذًى ۔۔۔ مِنَ النَّاسِ اِلَّا مَنْ نَوَدُّ وَنَعْرِفُ

ترجمہ:(۱)...**اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری طرف سے ایسوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی ہم سے جان پہچان تھی نہ ہمارے درمیان کوئی دوستی تھی۔(۲)...پس ہمیں جو بھی رنج و غم اور اذیت پہنچی وہ انہی لوگوں سے پہنچی جن سے ہم دوستی اور جان پہچان رکھتے تھے۔

حکمت بھری نصیحتیں

حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: اس نازک زمانے میں اپنی زبان کی حفاظت کر، اپنی مرتبے کو پوشیدہ رکھ، اپنے دل کا علاج کر، جو بھلائی

لگے اسے اختیار کر اور جو برائی لگے اسے چھوڑ دے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: ھٰذَا زَمَانُ السُّکُوْتِ وَلُزُوْمِ الْبُیُوْتِ وَالرِّضَاءِ بِالْقُوْتِ اِلٰی اَنْ تَمُوْتَ یعنی یہ خاموشی، گھر میں پڑے رہنے اور ضروری غذا پر راضی رہنے کا زمانہ ہے یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔

حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: دنیا سے روزہ رکھ لے اور آخرت کو اپنی افطار بنا لے اور لوگوں سے ایسے بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔

دنیا اور مخلوق سے کنارہ کشی کے متعلق روایات و اقوال اس قدر زیادہ ہیں جن کی اس کتاب میں گنجائش نہیں، اس کے متعلّق ہم نے الگ سے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "کِتَابُ اَخْلَاقِ الْاَبْرَارِ وَالنَّجَاۃِ مِنَ الْاَشْرَارِ" ہے، اس کا مطالعہ کرو تمہیں بہت عجائبات نظر آئیں گے اور عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے اور اپنے فضل سے توفیق و ہدایت دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

❁…دوسری وجہ: دوسری بات جو لوگوں سے دور رہنے کا تقاضا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت تمہارے شامل حال نہ رہی تو لوگ تمہاری عبادت کے فائدے کو خراب اور ضائع کر دیں گے۔ اس طرح کہ ان کے سبب تم ریاکاری و بناوٹ میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سچ ہی فرمایا کہ "لوگوں کا دیکھنا ریاکاری کی چٹائی ہے۔"

بناوٹی زینت

دنیا سے بے رغبت یہ بزرگ ہستیاں اسی لحاظ سے اپنے اوپر خوف رکھتی تھیں حتّٰی کہ انہوں نے ملاقات و زیارت کے لیے بھی باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ حضرت

سیِّدُنا ہَرِم بن حَیَّان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان کے متعلِّق منقول ہے کہ انہوں نے حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی سے عرض کی: اے اویس! ہم سے ملاقات وزیارت کا تعلُّق قائم رکھئے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے ملاقات وزیارت سے زیادہ نفع مند چیز کے ذریعے تم سے تعلُّق جوڑ رکھا ہے اور وہ تمہاری پیٹھ پیچھے تمہارے لیے دعا کرنا ہے کیونکہ ملاقات وزیارت سے بناوٹی زینت اور ریاکاری پیدا ہوتی ہے۔

ناگوار جواب کی وضاحت

حضرت سیِّدُنا سُلیمان خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا گیا کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تشریف لائے ہوئے ہیں کیا آپ ان سے ملاقات کو نہیں جائیں گے؟ فرمایا: مجھے کسی سرکش شیطان سے ملنا ان کی ملاقات سے زیادہ پسند ہے۔ لوگوں کو یہ جواب بہت ناگوار گزرا تو آپ نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب میں حضرت ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے ملوں گا تو مجھے خوف ہے کہ میں کہیں بناوٹی زینت و تکلُّف نہ اپنالوں اور اگر کسی شیطان سے ملوں گا تو اس کام سے بچا رہوں گا۔

عارف کی بات پر بے ہوشی

میرے شیخ حضرت سیِّدُنا ابو بکر وَرَّاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق کی ایک عارف بزرگ سے ملاقات ہوئی تو دونوں کچھ دیر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے پھر ایک دوسرے سے کچھ اس طرح جدا ہوئے کہ میرے شیخ نے عارف سے کہا: میں اپنی کسی مجلس کو اپنی اس مجلس سے زیادہ پُرامید خیال نہیں کرتا۔ عارف نے ان سے کہا: لیکن میں اپنی اس مجلس سے بڑھ کر کسی مجلس سے خوفزدہ نہیں ہوں، کیا آپ نے مجھ سے بات کرنے اور

اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے جان بوجھ کر اپنی گفتگو اور اپنے علم کو آراستہ نہیں کیا؟ اور کیا میں نے ایسا نہیں کیا؟ پس ہم نے ایک دوسرے کے لیے دکھاوا اور بناوٹی زینت اختیار کی ہے۔ میرے شیخ یہ سن کر کچھ دیر روتے رہے پھر بے ہوش گئے۔ اس واقعہ کے بعد میرے شیخ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

یَا وَیْلَتَا مِنْ مَوْقِفٍ مَا بِهِ　　اَخْوَفُ مِنْ اَنْ یَّعْدِلَ الْحَاکِمُ

اُبَارِزُ اللهَ بِعِصْیَانِهٖ　　وَلَیْسَ لِیْ مِنْ دُوْنِهٖ رَاحِمُ

یَارَبِّ عَفْوًا مِنْكَ عَنْ مُذْنِبٍ　　اَسْرَفَ اِلَّا اَنَّهٗ نَادِمُ

یَقُوْلُ فِی اللَّیْلِ اِذَا مَا دَجٰی　　اٰهًا لِذَنْبٍ سَتَرَ الْعَالِمُ

ترجمہ: (۱)...ہائے افسوس! میدانِ محشر کی سختیاں حاکم کے عدل سے بھی زیادہ ڈرانے والی ہیں۔ (۲)...میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانیاں کر کے اُسے دعوتِ جنگ دے رہا ہوں حالانکہ اس کے سوا مجھ پر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ (۳)...اے میرے رب! تجھ سے اُس گنہگار کے لئے عفو و درگزر کا سوال ہے جس نے اپنی جان پر ظلم کیا، اب وہ نادم و شرمندہ ہے۔ (۴)...جب رات اپنے پردے ڈال دیتی ہے تو وہ کہتا ہے: آہ! جاننے والے نے گناہوں کو چھپا رکھا ہے۔

اے بندے! ایک دوسرے سے ملاقات کرنے میں یہ حال ان لوگوں کا ہے جو زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت والے تھے تو دنیا داروں اور سرکشوں بلکہ شریروں اور جاہلوں کا حال کیسا ہونا چاہیے؟ یاد رکھو کہ اس دور میں خرابی و فساد بہت بڑھ چکا ہے اور لوگ بہت زیادہ نقصان میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ بے شک وہ تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے ایسے دور کر دیں گے کہ تم کچھ بھی عبادت نہیں کر سکو گے پھر جو عبادت تم نے کر رکھی ہو گی اُسے بھی تباہ و برباد کر دیں گے یہاں تک کہ اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے گا لہٰذا تم پر گوشہ نشینی

اور لوگوں سے دوری لازم ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ موجودہ زمانے اور زمانے والوں کے شر سے محفوظ فرمائے بے شک وہی اپنے فضل ور حمت سے حفاظت فرمانے والا ہے۔

گوشہ نشینی کا حکم

اگر یہ سوال کیا جائے کہ گوشہ نشینی اور لوگوں سے دوری کا کیا حکم ہے؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! یہ بھی بیان فرمایئے کہ اس میں لوگوں کے طبقات کے احوال کیا ہیں اور اس کی واجب حد کیا ہے؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر اور ہم پر رحم فرمائے! جان لو کہ اس باب میں لوگوں کے دو طبقے ہیں:

❀...پہلا طبقہ: وہ شخص جس کی مخلوق کو کوئی حاجت نہیں ہوتی یعنی وہ عالم ہوتا ہے نہ حاکم تو ایسے شخص کے لیے بہتر یہی ہے کہ لوگوں سے دوری اختیار کرلے۔ صرف جمعہ، جماعت، عید، حج یا علمِ دین کی مجلس میں ہی لوگوں کے ساتھ شریک ہو یا پھر کسی ایسی کاروباری ضرورت کے تحت جس میں میل جول کے بغیر چارہ نہ ہو بصورت دیگر اپنے ٹھکانے بالکل الگ تھلگ بنائے رکھے۔ نہ کسی کو جاننے کی کوشش کرے اور نہ ہی اپنی جان پہچان کسی سے کروائے۔ ایسا شخص اگر چاہے کہ لوگوں سے بالکل قطع تعلّق کر لے، یوں کہ جمعہ، جماعت یا کسی بھی دینی و دنیاوی معاملے میں ان سے میل جول نہ رکھے اور ایسا کرنے میں مصلحت اور فراغت اس کے پیش نظر ہو تو پھر اُسے اِن دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ضروری ہے:

(۱)...ایسی جگہ چلا جائے جہاں یہ فرائض اس پر لازم نہ ہوں مثلاً: پہاڑوں کی چوٹیوں یا وادیوں کے بیچ چلا جائے۔ شاید لوگوں سے دور ایسی جگہوں میں عبادت

گزاروں کے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

(۲)...اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ ان فرائض کو ادا کرنے میں لوگوں سے ملنے کا جو ضرر و نقصان ہے وہ ان فرائض کو چھوڑ دینے سے بڑا ہے تو ایسی صورت میں وہ معذور ہو گا۔

میں نے مکہ مکرمہ حَرَسَهَا اللهُ تَعَالٰی میں بعض اہلِ علم مشائخ کو گوشہ نشین دیکھا ہے، وہ تندرستی اور مسجدِ حرام سے قریب ہونے کے باوجود جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ میں نے ایک دن ایک بزرگ سے جماعت میں حاضر نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے وہی عذر بتایا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے کہ جماعت میں شامل ہونے کی صورت میں ملنے والا ثواب مسجد جانے اور لوگوں سے ملاقات کی صورت میں ملنے والے نقصان اور گناہوں سے بہت کم ہے۔

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ کہ معذور پر کوئی ملامت و عتاب نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ عذر سے زیادہ باخبر ہے اور وہ دلوں کی بات خوب جانتا ہے۔ لیکن اس میں پہلی صورت ہی بہتر ہے کہ ایسا شخص جمعہ، جماعت اور دیگر نیکی کے کاموں میں لوگوں کے ساتھ شریک رہے اور ان کے علاوہ دیگر کاموں میں اُن سے علیحدہ رہے اور اگر وہ دوسری صورت یعنی لوگوں سے بالکل الگ رہنا چاہتا ہو تو ایسی جگہ چلا جائے جہاں یہ فرائض اس پر لازم نہ ہوں۔ پھر جو تیسری صورت ہے کہ ایک ہی شہر میں لوگوں کے ساتھ رہے مگر گناہ یا دینی نقصان کے اندیشے کے سبب جمعہ و جماعت میں شریک نہ ہو تو یہ صورت انتہائی باریک بینی اور بڑی بڑی رکاوٹوں کی محتاج ہے حتّٰی کہ جمعہ و جماعت اس سے ساقط ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں مغالطے کا خطرہ ہے، لہٰذا بندے کے لیے پہلی دو صورتیں

ہی زیادہ بہتر اور محفوظ ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل سے ہدایت عطا فرماتا ہے۔

عوامی پیشوا اور گوشہ نشینی

❀...دوسرا طبقہ: ایسا شخص جو علم میں لوگوں کا پیشوا ہے، اس طرح کہ لوگ اپنے دینی معاملات میں اس کے محتاج ہوں مثلاً: حق بات کو واضح کرتا، بدمذہبوں کا رد کرتا اور عملی یا زبانی طور پر نیکی کی دعوت دیتا ہے تو ایسے شخص کو لوگوں سے الگ رہنے کی بالکل گنجائش نہیں بلکہ وہ لوگوں کے درمیان رہ کر مخلوقِ خدا کو نصیحت کرتا رہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین سے شکوک و شبہات کو دور کرے اور احکامِ الٰہی کو بالکل واضح کرتا رہے۔

حضور نبی اکرم، رَسُولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِذَا ظَهَرَ الْبِدَعُ وَسَكَتَ الْعَالِمُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ الله یعنی جب بدعتیں ظاہر ہوں اور عالم خاموش رہے تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہے۔[1]

ایسا اس وقت ہے جب وہ لوگوں کے درمیان رہے اور رہ گئی بات اس کے دور ہونے کی تو یہ اس کے لیے جائز ہی نہیں۔

عوام میں رہنے کا سبب

منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا استاد ابو بکر بن فُورَک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی خاطر لوگوں سے تنہائی اختیار کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ وہ کسی پہاڑ پر مصروف عبادت تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی: اے ابو بکر! جب تم مخلوقِ خدا کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایک دلیل ہو تو تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بندوں کو کیوں چھوڑ دیا؟ چنانچہ

---

[1]...مسند الفردوس، ۱/۱۸۸، حدیث: ۱۲۷۵

آپ لوگوں میں لوٹ آئے اور آپ کے عوام میں رہنے کا یہی سبب تھا۔

گوشہ نشینوں کو تنبیہ

مجھے حضرت مامون بن احمد رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا استاد ابو اسحاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الرَّزَّاق نے لبنان کے پہاڑ پر عبادت کرنے والوں سے فرمایا: اے گھاس کھانے والو! تم نے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کو بدمذہبوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا اور خود یہاں گھاس کھانے میں مشغول ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم میں لوگوں کے ساتھ مِل جُل کر رہنے کی طاقت نہیں ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو یہ قوت عطا فرمائی ہے تو یہ آپ پر ہی لازم ہے۔

اس واقعہ کے بعد ہی آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ''اَلْجَامِعِ لِلْجَلِیِّ وَالْخَفِی'' نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ وہ لوگ تھے جو علم کا سمندر ہونے کے ساتھ ساتھ عمل میں بھی لاجواب اور سفرِ آخرت طے کرنے میں گہری نظر رکھتے تھے۔

میل جول میں دو ضروری چیزیں

خوب جان لو کہ لوگ دینی معاملات میں جس شخص کے محتاج ہوں ایسے شخص کو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنے کے لیے دو چیزوں کی شدید حاجت ہوتی ہے:

(۱)...طویل صبر، بہت زیادہ بُردباری، شفقت بھری نظر اور ہمیشہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کرنا۔

(۲)...لوگوں سے اس طرح علیحدگی کہ صرف جسمانی طور پر اُن کے ساتھ رہے، اگر وہ اس سے بات کریں تو یہ بھی کرے، اگر وہ ملاقات کو آئیں تو ان کے مرتبہ کے لحاظ

سے انہیں عزت دے اور شکریہ ادا کرے، اگر وہ بات نہ کریں اور علیحدہ رہیں تو اسے بھی ان کی کوئی پروا نہ ہو، اگر لوگ سچائی اور بھلائی پر ہوں تو یہ ان کی مدد کرے اور اگر وہ برائی و بے ہودگی کریں تو یہ ان کی مخالفت کرے اور ان سے الگ ہو جائے ہاں! اگر اسے امید ہو کہ میری بات مان لیں گے تو انہیں منع کرے۔ ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے حقوق مثلاً: ان سے ملاقات اور ان کی عیادت کرے اور اگر اس کے پاس کوئی حاجت مند آئے تو اپنی طاقت بھر اس کی حاجت روائی کرے، یونہی اپنے فعل پر ان کی طرف سے کسی بدلے کی امید نہ رکھے اور ان کے اس عمل کو بے مروتی یا لاپرواہی نہ سمجھے بلکہ ہو سکے تو خود خرچ کرے اور لوگ دیں تو ان سے نہ لے، لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف برداشت کرے بلکہ انہیں خندہ پیشانی سے ملے، اپنی ضرورتیں ان سے پوشیدہ رکھے بلکہ ان کا حل خود تلاش کرے اور ان ضرورتوں کو پوشیدہ طور پر پورا کرے اور ان سب کے علاوہ اپنی طرف بھی دھیان دے اور نفلی عبادت کے لیے وقت نکالے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اگر میں رات کو سوتا ہوں تو اپنا نقصان کرتا ہوں اور اگر دن میں سوتا ہوں تو رعایا کا نقصان کرتا ہوں اب ان دو باتوں کے ہوتے ہوئے میں کیسے سو سکتا ہوں؟

لوگوں کے ساتھ رہنے کے آداب

درج ذیل اشعار اسی کے متعلق ہیں:

فَاِنْ کُنْتَ فِیْ ھَدْیِ الْاَئِمَّۃِ رَاغِباً　　فَوَطِّنْ عَلٰی اَنْ تَنْتَحِیْكَ الْوَقَائِعُ

بِنَفْسٍ وَقُوْرٍ عِنْدَ کُلِّ مُلِمَّۃٍ　　وَقَلْبٍ صَبُوْرٍ وَھُوَ فِی الصَّدْرِ مَانِعُ

لِسَانُكَ مَخْزُوْنٌ وَطَرْفُكَ مُلْجَمٌ　　وَسِرُّكَ مَکْتُوْمٌ لَدَی الرَّبِّ ذَائِعُ

وَذِكْرُكَ مَغْمُوْرٌ وَ بَابُكَ مُغْلَقٌ ۔۔۔ وَثَغْرُكَ بَسَّامٌ وَبَطْنُكَ جَائِعٌ
وَقَلْبُكَ مَجْرُوْحٌ وَسُوْقُكَ كَاسِدٌ ۔۔۔ وَفَضْلُكَ مَدْفُوْنٌ وَطَعْنُكَ شَائِعٌ
وَفِيْ كُلِّ يَوْمٍ اَنْتَ جَارِعُ غُصَّةٍ ۔۔۔ مِنَ الدَّهْرِ وَالْاِخْوَانِ وَالْقَلْبُ طَائِعٌ
نَهَارُكَ شَغْلُ النَّاسِ مِنْ غَيْرِ مِنَّةٍ ۔۔۔ وَلَيْلُكَ شَوْقٌ غَابَ عَنْهُ الطَّلَائِعٌ
فَدُوْنَكَ هٰذَا اللَّيْلَ خُذْهُ ذَرِيْعَةً ۔۔۔ لِيَوْمٍ عَبُوْسٍ عَزَّ فِيْهِ الذَّرَائِعُ

ترجمہ:(۱)...اگر تم بزرگوں کی سیرت اپنانا چاہتے ہو تو اپنے اندر مصیبتیں برداشت کرنے کی قوت پیدا کرو۔(۲)...ہر ناپسندیدگی کے وقت نفس کو باوقار اور دل کو خوب صبر کرنے والا بناؤ اگرچہ وہ سینے میں رہ کر انکار کرے۔(۳)...زبان کو قید رکھو، آنکھوں کو لگام دو اور اپنے راز کو چھپائے رکھو وہ صرف باری تعالیٰ کو ہی معلوم ہونا چاہیے۔(۴)...تمہارا کوئی چرچا نہ ہو، تمہارا دروازہ بند ہو، تمہارے چہرے پر مسکراہٹ ہو اگرچہ تمہارا پیٹ بھوکا ہو۔(۵)...تمہارا دل زخمی ہو، تمہارا بازار ویران ہو، تمہارے کمالات پوشیدہ رہیں اور تمہارے عیبوں کا چرچا ہو۔(۶)...تم ہر روز زمانے اور بھائیوں کی طرف سے ملنے والے کڑوے گھونٹ بھرتے رہو اور تمہارا دل خوش و فرمانبردار رہے۔(۷)...بغیر احسان جتائے تمہارا دن لوگوں کے لئے اور تمہاری رات شوقِ الٰہی میں گزرے جس سے مخلوق بے خبر ہو۔(۸)...پس اپنی اس رات کو اس سخت دن سے نجات کا ذریعہ بناؤ جس میں تمام ذرائع بے کار ہو جائیں گے۔

یہ کتنا مشکل ہے!

پس جسمانی و ظاہری طور پر لوگوں کے ساتھ ہونا اور قلبی طور پر ان سے بہت دور ہونا۔ مجھے میری زندگی کی قسم! یہ بہت زیادہ مشکل معاملہ اور انتہائی تلخ زندگانی ہے، اس بارے میں ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی وصیت میں فرمایا: بیٹا! اپنے

زمانے والوں کے ساتھ زندگی گزار مگر ان کی پیروی مت کر۔ پھر فرمایا: یہ کتنا مشکل ہے کہ زندگی زندوں کے ساتھ گزاریں اور پیروی گزرے ہوؤں کی کریں۔

حضرت سیِّدُنا عبدُ اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ میل جول رکھو مگر دل ان سے مت ملاؤ اور اپنے دین کو خراب مت کرو۔

پھر میں کہتا ہوں: جب فتنے پے در پے ابھرنے لگیں، حق کا زوال ہو، لوگ دین سے منہ پھیرنے لگیں، کسی مسلمان میں قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا، کسی عالِم کا پاس رکھیں نہ انہیں مفید سمجھیں اور نہ ہی ان کے کسی دینی معاملے میں ان کی مدد کریں اور تم دیکھو کہ فتنے عوام سے بڑھ کر خاص لوگوں کو بھی گھیر رہے ہیں تو ایسی صورت میں عالِم تنہائی و گوشہ نشینی اختیار کرنے اور اپنا علم چھپانے میں معذور ہے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ جس زمانے کی میں بات کر رہا ہوں وہ یہی مشکل و بے فیض دور ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔ الغرض لوگوں سے دوری اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کا یہی حکم ہے، اسے اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ اس میں مغالطہ بڑا اور اس کا نقصان زیادہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

گوشہ نشینی کے مُتَعَلِّق احادیث میں تطبیق

اگر سوال کیا جائے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: ”تم جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ جماعت کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد ہوتی ہے۔“[1]

---

1 ... معجم کبیر، ۱۲/ ۳۴۲، حدیث: ۱۳۶۲۳

ایک مقام پر فرمایا: ”شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جو الگ، دور اور کنارے پر رہنے والے کو پکڑ لیتا ہے۔“[1] مزید ارشادِ گرامی ہے: ”شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور ہو جاتا ہے۔“[2] اب گوشہ نشینی کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

یاد رکھو کہ یقیناً یہ احادیثِ مبارکہ ہیں اور ان کے برعکس حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ ”اپنے گھر کو لازم پکڑو، خاص اپنی ذات کی فکر کرو اور عام لوگوں کا خیال چھوڑ دو۔“[3] یوں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بُرے زمانہ میں گوشہ نشینی کا حکم فرمایا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین میں ٹکراؤ نہیں ہے لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد و توفیق سے دونوں طرح کی احادیث میں جمع و تطبیق ضروری ہے۔ چنانچہ

تین صورتوں کا احتمال

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث پاک ”جماعت کو لازم پکڑو“[4] تین صورتوں کا احتمال رکھتی ہے:

﴿1﴾... یعنی دین اور احکام میں جماعت کی پیروی کرو۔ کیونکہ یہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی لہٰذا امت کے اجماع کی خلاف ورزی، جمہور کی رائے چھوڑ کر حکم دینا اور ان سے علیٰحدہ نئی راہ نکالنا باطل اور گمراہی ہے۔ البتہ اپنے دین کی بھلائی کی خاطر علیٰحدہ رہنے میں کوئی قباحت نہیں۔

---

1 ... مسند امام احمد، حدیث معاذ بن جبل، ۸/ ۲۳۸، حدیث: ۲۲۰۹۰

2 ... السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب عشرۃ النساء، ذکر اختلاف الفاظ الناقلین، ۵/ ۳۸۸، حدیث: ۹۲۲۴

3 ... ابو داود، کتاب عشرۃ الملاحم، باب الامر والنھی، ۴/ ۱۶۵، حدیث: ۴۳۴۳

4 ... نسائی، کتاب الجماعۃ، التشدید فی ترک الجماعۃ، ص۱۴۷، حدیث: ۸۴۴

﴿2﴾...جماعت کو لازم پکڑو سے مراد یہ ہے کہ جمعہ و جماعت وغیرہ میں الگ نہ رہو کیونکہ اس میں دین کی مضبوطی اور اسلام کی خوبصورتی ہے نیز کفار و مُلحِدین کو غصے کی آگ میں جلانا ہے، اس میں بارگاہ الٰہی سے برکات کا نزول اور اس کی نظرِ رحمت بھی ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں: تنہا شخص پر لازم ہے کہ وہ بھلائی کے کاموں میں لوگوں کا ساتھ دے اور جن اُمور میں آفات و نقصانات ہوں اُن میں لوگوں سے علیٰحدگی و گوشہ نشینی اختیار کرے۔

﴿3﴾...جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم اچھے زمانے میں اس شخص کے لیے ہے جو دین کے معاملے میں کمزور ہو۔ البتہ جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے معاملے میں مضبوط ہو وہ اگر فتنے کا زمانہ دیکھے جس میں حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُمَّت کو گوشہ نشینی کا حکم دیا ہے تو اس کے لیے گوشہ نشینی ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ لوگوں سے میل ملاپ کی صورت میں خرابی اور آفت کا اندیشہ ہے اور وہ مسلمانوں کے اجتماعی معمولات اور عام بھلائی والے کاموں سے علیٰحدہ نہ ہو اور اگر وہ لوگوں سے بالکل ہی جدا ہونا چاہے تو پھر اپنے دین کی بھلائی و سلامتی کی خاطر پہاڑ کی چوٹی یا دور ویرانے میں آباد جائے۔

اَبدالوں کی شان و عظمت

میں کہتا ہوں: ایسے شخص کے متعلِّق میری رائے یہ ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے جماعت، جمعہ اور مسلمانوں کے تمام اجتماعی معمولات میں حاضر ہونا ممکن فرما دیتا ہے تاکہ وہ ان میں اپنے حصے سے محروم نہ رہے۔ بے شک ایسے اجتماعات کا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایک مقام ہے اگرچہ لوگوں میں تبدیلی و فساد پیدا ہو جائے۔ جیسا کہ ہم نے ابدالوں کے متعلق سنا ہے کہ اسلامی اجتماعات جہاں بھی ہوں یہ حضرات اُن

میں شریک ہوتے ہیں اور زمین میں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے زمین ان کے لئے بس ایک قدم ہے۔ روایات میں ہے کہ ابدالوں کے لیے زمین سمیٹ دی جاتی ہے، انہیں سلاموں کے ساتھ ندا کی جاتی ہے اور انہیں انواع واقسام کی بھلائیوں اور کرامات کے تحفے دیئے جاتے ہیں، پس ان کے لئے اس عظیم کامیابی پر مبارک باد ہے اور جو اپنے نفس سے چھٹکارے پر نظر رکھنے سے غافل ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی اصلاح فرمائے اور مقصود تک پہنچنے سے قاصر ہم جیسے طلبگار کی مدد فرمائے۔ (امین) مجھے اپنی اس حالت کے پیش نظر کچھ اشعار یاد آ گئے:

ظَفِرَ الطَّالِبُوْنَ وَاتَّصَلَ الْوَصْلُ ۔۔۔ وَفَازَ الْاَحْبَابُ بِالْاَحْبَابِ

وَبَقِيْنَا مُذَبْذَبِيْنَ حَيَارٰى ۔۔۔ بَيْنَ حَدِّ الْوِصَالِ وَالْاِجْتِنَابِ

نَرْتَجِي الْقُرْبَ بِالْبِعَادِ وَهٰذَا ۔۔۔ نَفْسُ حَالِ الْمُحَالِ لِلْاَلْبَابِ

فَاسْقِنَا مِنْكَ شَرْبَةً تُذْهِبُ الْغَمَّ ۔۔۔ وَتَهْدِيْ اِلٰى طَرِيْقِ الصَّوَابِ

يَاطَبِيْبَ السَّقَامِ يَا مَرْهَمَ الْجَرْحِ ۔۔۔ وَيَا مُنْقِذِيْ مِنَ الْاَوْصَابِ

لَسْتُ اَدْرِيْ بِمَا اُدَاوِی سِقَامِيْ ۔۔۔ اَوْبِمَا ذَا اَفُوْزُ يَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ: (۱)... کوشش کرنے والے کامیاب ہوئے اور وصل کی سعادت پوری ہوئی اور دوست دوستوں سے جا ملے۔ (۲)... جبکہ ہم ہجر و وصال کے درمیان حیران و پریشان کھڑے ہیں۔ (۳)... ہم دور ہو کر قرب کی امید رکھتے ہیں حالانکہ عقلیں اسے عقل کے خلاف اور محال سمجھتی ہیں۔ (۴)... اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہمیں اپنی جناب سے ایسا گھونٹ پلا دے جو غم بہا لے جائے اور درست راستے کی رہنمائی کرے۔ (۵)... اے بیماروں کو شفا دینے والے! اے زخموں کے مرہم! اے مجھے دردوں اور تکالیف سے نجات دینے والے! (۶)... میں نہیں جانتا میں کس چیز کو اپنی بیماری کی دوا بناؤں یا کس چیز کے ذریعے

میں قیامت میں نجات پاؤں گا۔

اس بات کو یہیں ختم کر کے ہم اپنے مقصود یعنی گوشہ نشینی کے مسئلے کی طرف واپس آتے ہیں کیونکہ ہم ذرا دور نکل گئے تھے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ کیا حضور نبی رحمت، شَفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ نہیں فرمایا: ''رَهْبَانِيَّةُ اُمَّتِيْ اَلْجُلُوْسُ فِي الْمَسَاجِدِ یعنی میری اُمَّت کی رہبانیت (دنیا والوں سے علیٰحدگی) مسجدوں میں بیٹھنا ہے۔''[1] اس حدیث پاک میں گوشہ نشینی سے جھڑکا گیا ہے؟

جان لو کہ حدیث شریف کا حکم اس وقت کے لیے ہے جب فتنہ نہ ہو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور دوسری بات یہ کہ بندہ مسجد میں بیٹھے اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ نہ کرے، یوں وہ جسمانی طور پر لوگوں کے ساتھ ہو گا مگر حقیقت میں ان سے علیٰحدہ ہو گا اور جس تنہائی و گوشہ نشینی کی ہم بات کر رہے ہیں اس کا مطلب یہی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! اسے سمجھو۔ اسی کے بارے میں حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: تم تنہا رہتے ہوئے لوگوں سے ملتے رہو یوں کہ اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی یاد و محبت دل میں رکھو اور لوگوں سے دلی طور پر دور بھاگو۔

خانقاہوں میں گوشہ نشینی

اگر تم کہو کہ علمائے آخرت کے دینی مدارس اور صوفیا کی خانقاہوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ راہِ آخرت کے مسافروں کا وہاں ہونا کیسا ہے؟ تو یاد رکھو کہ عام

[1] ...معرفة الصحابة، ۳/ ۳٦٦، حديث: ۴۹۴۱، عثمان بن مظعون، رقم: ۲۰۱۵

لوگوں کے لیے ان حضرات کا یہ طریقہ کار اپنانا بہت ہی عمدہ ہے اس میں دو فائدے ہیں:

✽...پہلا فائدہ: لوگوں سے دوری اور ان کی صحبت، میل جول اور ان کے معاملات میں مزاحمت وغیرہ سے علیٰحدگی رہتی ہے۔

✽...دوسرا فائدہ: جمعہ، جماعت اور تمام اسلامی شعائر میں لوگوں کے ساتھ شرکت۔ لہٰذا انہیں وہی سلامتی نصیب ہوگی جو بالکل گوشہ نشینی اختیار کرنے والوں کو ہوتی ہے بلکہ ان کے اس کام میں لوگوں کے لیے بھی بہت بھلائی ہے کہ لوگ ان کی برکت ونصیحت سے مستفیض ہوں گے، چنانچہ یہ سب سے درست، سب سے سلامت اور سب سے بہترین راستہ ہے اور اسی وجہ سے کئی بزرگوں نے دین کے معاملے میں لوگوں کے نفع کو دیکھتے ہوئے لوگوں کے درمیان زندگی بسر کی تاکہ لوگ ان کے اخلاق اور اچھی عادات کو دیکھ کر ان کی پیروی کریں کیونکہ زبانِ حال زبان قال سے زیادہ اثر رکھتی ہے (یعنی عمل بات سے زیادہ اثر رکھتا ہے)۔ پس علم وعبادت کے لیے دینی معاملے میں علما وصوفیا کی یہ بہترین سوچ اور عمدہ تدبیر وطریقہ ہے۔

اہل خانقاہ سے تعلُّقات

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ راہِ آخرت کا مسافر خانقاہ میں اس راہ کے ابتدائی مسافروں کے ساتھ رہے یا اُن سے الگ رہے؟ تو جان لو کہ اگر وہ لوگ اسلاف کرام کی سیرت وطریقہ پر کاربند ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی، دوست اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر تمہارے مددگار ہیں لہٰذا ان سے دوری وعلیٰحدگی ہرگز اختیار نہ کرنا۔ ایسوں کی مثال تو کوہِ لبنان کے عبادت گزاروں کی سی ہے، ہم نے سنا ہے کہ ان کے کئی گروہ ہیں جو نیکی اور

بھلائی پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرتے ہیں اوراگر ان کے احوال بِگڑ چکے ہوں، وہ سلف صالحین کے نقشِ قدم سے ہٹ گئے ہوں اور انہوں نے اسلاف کے طریقے چھوڑ دیئے ہوں تو اب یہ بندہ ان کے ساتھ ایسے ہی رہے جیسے عام لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اور وہ خانقاہ میں اپنے کونے کو لازم پکڑے، اپنی زبان کو روکے رکھے، نیک کاموں میں ان کے ساتھ شامل ہو مگر ان کے باقی تمام اَحوال اور اِن کی آفات سے خود کو بچائے رکھے پس یوں یہ گوشہ نشینوں میں رہتے ہوئے گوشہ نشینی میں ہو گا اور تنہائی اختیار کرنے والوں میں رہ کر تنہائی اختیار کرنے والا ہو گا۔

اُخروی مسافروں کے محفوظ قلعے

اگر تم یہ پوچھو کہ کیا ریاضت و مجاہدہ کرنے والا اپنی بہتری کی خاطر یا خانقاہ والوں کی صحبت میں پہنچنے والی کسی آفت سے بچنے کے لئے وہاں سے نکل کر کسی اور جگہ جا سکتا ہے ؟تو یاد رکھو کہ یہ مدارس اور خانقاہیں ایک محفوظ قلعے کی مانند ہیں، مجاہدہ کرنے والے یہاں رہ کر ڈاکوؤں اور چوروں سے محفوظ رہتے ہیں اور ان سے باہر کا علاقہ صحرا کی مانند ہے جہاں ہر وقت شیطانی لشکر گھومتے رہتے ہیں جو باہر رہنے والے کو لوٹ لیتے یا قیدی بنالیتے ہیں تو اگر وہ اصل صحرا کی طرف نکل گیا تو اُس کا کیا حال ہو گا جب دشمن اُسے چاروں طرف سے گھیر کر اُس کے ساتھ جو چاہے گا کرے گا؟ لہٰذا کمزور شخص کے لئے مضبوط قلعے میں رہنا ہی ضروری ہے۔

جہاں تک بات ہے دین میں مضبوط اور صاحبِ بصیرت شخص کی جس پر دشمن غالب نہیں آسکتے اور اس کے لیے قلعہ و صحرا دونوں برابر ہوں تو اس کے باہر نکلنے

میں کوئی حرج نہیں، البتہ قلعے میں رہنا بہر صورت بہتر ہے کیونکہ برے دوستوں کے ساتھ آفات، خلافِ توقع چیزوں اور اچانک پیش آنے والی لغزشوں سے بے خوف نہیں رہا جاسکتا۔ لہٰذا جب معاملہ ایسا ہو تو ریاضت و مجاہدہ اور خیر و بھلائی کے طالب کے لیے ہر حال میں اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنا اور تکالیف پر صبر کرنا ہی بہتر ہے، ہاں قوی و مضبوط، بالغ نظر اور صاحبِ استقامت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ یہ چند باتیں سمجھ لو اور ان میں غور و فکر کرو، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سلامت رہو گے اور فائدہ اٹھاؤ گے۔

دوستوں سے ملاقات کی شرائط

اگر تم پوچھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے جن سے دوستی ہو اور دیگر احباب سے ملاقات وغیرہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ تو سنو! جن سے رضائے الٰہی کی خاطر دوستی ہو ان سے ملنا عبادتِ الٰہی کے جواہر میں سے ہے، ایسی ملاقات سے بارگاہِ الٰہی کا قرب نصیب ہوتا ہے اور اس میں دل کی اصلاح کے ساتھ اور بھی بہت سے فائدے ہیں مگر اس کے لیے دو شرائط ہیں:

﴿1﴾... زیارت و ملاقات کے لیے بہت زیادہ نہ جائے کیونکہ حضور نبی اکرم، رسولِ مُحتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا یعنی کبھی کبھی ملا کرو محبت میں اضافہ ہو گا۔[1]

﴿2﴾... اس ملاقات میں ریاکاری، تکلّف و بناوٹ، فضول گوئی اور غیبت وغیرہ سے

---

[1] ...شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، فصل فی ترک الغضب...الخ، ۶/ ۳۲۶، حدیث: ۸۳۶۳

بچے رہو ورنہ اس کا وبال تم پر اور تمہارے بھائی پر پڑے گا۔

بہترین یا خطرناک مجلس؟

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض اور حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا نے باہم گفتگو کی اور پھر رونے لگے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: اے ابو علی! میں اپنی اس مجلس کو بہترین مجلس تصوُّر کرتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: میں اپنی اس مجلس کو سب سے خطرناک مجلس سمجھتا ہوں۔ انہوں نے پوچھا: ابوعلی! وہ کیسے؟ فرمایا: کیا دورانِ گفتگو ہم اپنی اپنی گفتگو کو مُزَیَّن اور اپنے عُلوم کو ایک دوسرے پر ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کر رہے تھے یوں میں تمہارے لیے اور تم میرے لیے تکلُّف اور بناوٹ اختیار کر رہے تھے۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی رونے لگے۔

تمہارے لیے ضروری ہے کہ تمہاری اپنے دینی بھائیوں سے ملاقات اور میل ملاپ خوش دلی و میانہ روی سے ہو اور احتیاط کو مدِّنظر رکھا جائے، ایسی ملاقات سے تمہاری گوشہ نشینی اور لوگوں سے دوری کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اور تمہیں اور تمہارے بھائی کو کوئی آفت نہیں پہنچے گی بلکہ کثیر خیر اور بڑا نفع حاصل ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے۔

گوشہ نشینی پر اُبھارنے والی چیزیں

اگر تم یہ کہو کہ ایسی کیا چیز ہے جو مجھے لوگوں سے دوری اور گوشہ نشینی پر ابھارے اور اسے مجھ پر آسان کر دے؟ تو یاد رکھو! درج ذیل تین امور تمہارے لیے

گوشہ نشینی کو آسان کر سکتے ہیں:

﴿1﴾...تم اپنے تمام اوقات کو عبادت میں مصروف رکھو کیونکہ عبادت بھی ایک مصروفیت ہے اور لوگوں سے بے جا اُنسیت و ملاقات افلاس و تنگی کی علامت ہے، جب تم دیکھو کہ تمہارا دل خواہ مخواہ لوگوں سے ملنے اور گفتگو کرنے کو چاہ رہا ہے تو سمجھ جاؤ کہ تمہارا فارغ اور بیکار رہنا تمہیں اس فضول کام کی طرف بلا رہا ہے۔ کسی نے اس بارے میں کیا خوب کہا ہے:

اِنَّ الْفَرَاغَ اِلٰی سَلَامِكَ قَادَنِیْ وَلَرُبَّمَا عَمِلَ الْفُضُوْلَ الْفَارِغُ

ترجمہ: تمہیں ملنے کی فراغت مجھے یہاں لے آئی اور اکثر فارغ آدمی ہی بیکار کام کرتا ہے۔

پس جب تم عبادت کو اس کا حق دو گے تو اس کی مٹھاس و حلاوت بھی پاؤ گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کتاب سے انسیت رکھو گے تو لوگوں کی حاجت نہیں رہے گی ان سے بے پروا ہو جاؤ گے بلکہ ان سے ملنے اور بات کرنے سے بھی دور بھاگو گے۔ چنانچہ

کلامِ الٰہی کی لذّت و شیرنی

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام جب ربّ عَزَّوَجَلَّ سے باتیں کر کے واپس آئے تو لوگوں سے دور رہنے لگے اور اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے تاکہ لوگوں کی باتیں نہ سنیں اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام لوگوں کی گفتگو سے ایسے مُتَنَفِّر ہوتے اور وحشت محسوس فرماتے تھے جیسے گدھے کی آواز سے وحشت ہوتی ہے۔

لہٰذا تم اس پر عمل کرو جو ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا ہے:

اِرْضَ بِاللّٰہِ صَاحِبًا وَ ذَرِ النَّاسَ جَانِبًا

صَادِقِ الْوُدَّ شَاهِدًا كُنْتَ فِيْهِمْ وَ غَائِبًا

قَلِّبِ النَّاسَ كَيْفَ شِئْتَ تَجِدْ هُمْ عَقَارِبَا

ترجمہ: (۱)... تم لوگوں سے کنارہ کش ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی دوستی پر راضی رہو۔ (۲)... محبت میں سچے رہو چاہے لوگوں میں موجود ہو یا غائب۔ (۳)... جیسے چاہو لوگوں کی چھان بین کرو تم انہیں بچھوؤں کی مانند پاؤ گے۔

﴿2﴾... گوشہ نشینی کو آسان کرنے والی دوسری بات یہ ہے کہ تم لوگوں سے یکدم امید ختم کر دو تو یوں تمہارے لیے لوگوں کا معاملہ ہلکا و آسان ہو جائے گا کیونکہ جس سے نفع کی امید ہو نہ نقصان کا ڈر تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا ہے۔

﴿3﴾... تم لوگوں سے میل جول کی صورت میں پہنچنے والی آفات کی طرف نظر کرو اور انہیں بار بار اپنے دل میں دہراؤ۔

جب تم بیان کردہ تینوں باتوں پر عمل کرو گے تو یہ تمہیں مخلوق کی صحبت سے دور کر کے بارگاہِ الٰہی کے دروازے پر ڈال دیں گی، تمہیں عبادت کے لیے تنہائی نصیب ہو جائے گی، گوشہ نشینی سے محبت پیدا ہو جائے گی اور تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کے دروازے سے چمٹ جاؤ گے اور نیکیوں کی توفیق اور گناہوں سے حفاظت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی فرماتا ہے۔

تیسری رکاوٹ: شیطان

اے میرے بھائی! عبادت پر کامیابی کے لیے شیطان سے جنگ کرنا اور اس پر سختی کرنا بھی تجھ پر لازم ہے اور اس کی دو وجوہات ہیں:

❀... **پہلی وجہ:** شیطان گمراہ کرنے والا کھلا دشمن ہے، اس سے صلح یا بھلائی کی امید ہو ہی نہیں سکتی بلکہ وہ تو تمہیں بالکل ہلاک کرنے کے درپے ہے لہٰذا ایسے خطرناک دشمن سے غافل یا بے خوف ہونے کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی، تم ان دو فرامینِ باری تعالیٰ میں غور کرو:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌۙ (۶۰) (پ۲۳، یٰسٓ: ۶۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاؕ (پ۲۲، فاطر: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اُسے دشمن سمجھو۔

یہاں انتہائی درجہ تک شیطان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

❁...دوسری وجہ: شیطان کی فطرت میں تمہارے ساتھ دشمنی ہے اور وہ ہمیشہ تم سے لڑنے کے لیے تیار رہتا ہے اور وہ دن رات تم پر اپنے تیر پھینکتا رہتا ہے اور تم غفلت میں پڑے ہو تو تمہارا کیا بنے گا۔

شیطان کے لیے بڑا خطرہ

پھر یہاں ایک نکتہ والی بات یہ بھی ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف ہو اور اپنے قول و فعل سے مخلوق کو اس کی بارگاہ کی جانب دعوت دے رہے ہو اور تمہارا یہ عمل شیطان کی کاوش و کوشش اور اس کے مقصد و پیشے کے خلاف ہے گویا تم شیطان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہو اور تم نے اس سے جنگ، اس کے توڑ اور اسے شکست دینے کے لیے کمر کس لی ہے، لہٰذا وہ بھی تم سے دشمنی کرنے، مکر و فریب میں پھنسانے، تمہیں ہلاکت میں ڈالنے، تمہارا معاملہ خراب کرنے بلکہ تمہارا ایمان تک چھیننے کے لیے کمر کس لیتا ہے کیونکہ اسے تم سے بہت خطرہ ہے۔ وہ تو اسے بھی ہلاک و برباد کرنے سے باز نہیں آتا جو اس سے لڑتا ہے نہ کوئی تکلیف دیتا ہے بلکہ اسی کے

طریقے پر چلتا ہے جیسے کفار، گمراہ اور طلبِ دنیا کے حریص لوگ۔ اب سوچو جو اس کے خلاف کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ کس قدر دشمنی کرے گا؟ ویسے عام طور پر تو وہ سب ہی لوگوں کا دشمن ہے مگر اے علم وعبادت میں کوشش کرنے والے! شیطان کو تم سے خاص دشمنی ہے، تمہارا معاملہ اس کے لیے بہت اہم ہے اور تمہارے خلاف اس کے پاس مددگار بھی بہت ہیں اور اس کا سب سے بڑا مددگار خود تمہارا نفس اور تمہاری خواہش ہے اور اس کے پاس ایسے اسباب، راستے اور دروازے ہیں جن سے تم غافل ہو۔

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی نے سچ ہی فرمایا کہ ”شیطان فارغ ہے اور تو مصروف ہے، وہ تجھے دیکھ رہا ہے جبکہ تو اسے نہیں دیکھ سکتا، تو اسے بھلا دیتا ہے مگر وہ تجھے بھولنے والا نہیں اور خود تیری ذات میں تیرے ہی خلاف شیطان کے بہت سے مددگار ہیں۔“ لہٰذا شیطان سے جنگ کرنا اور اس پر غضبناک ہونا ضروری ہے ورنہ تم فساد و ہلاکت سے بے خوف نہیں ہو سکتے۔

شیطان کو بھگانے کے دو طریقے

اگر تم سوال کرو کہ میں کس چیز کے ساتھ شیطان سے جنگ کروں اور کس شے کے ذریعے اُس پر غلبہ پاؤں اور اسے کیسے دور بھگاؤں؟ تو یاد رکھو کہ صوفیائے کرام کے اس بارے میں دو طریقے ہیں:

❁...**پہلا طریقہ:** ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ شیطان کو بھگانے کا یہی طریقہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے رہو، کیونکہ شیطان ایک کتا ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر مُسَلَّط کیا ہے اگر تم اس سے جنگ کرنے اور اسے دور بھگانے میں لگ گئے تو تھک جاؤ گے اور تمہارا وقت برباد ہو جائے گا اور یہ کتا تم سے جیت کر تمہیں کاٹے گا

اور زخمی کر دے گا لہٰذا اس کتے کے مالک یعنی رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف رجوع کرنا ہی زیادہ بہتر ہے تاکہ وہ اسے تم سے دور کر دے۔

...دوسرا طریقہ: دیگر بزرگوں نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ بندہ مجاہدہ اختیار کرے اور شیطان کی مخالفت کرنے، اسے جھٹلانے اور دور بھگانے میں ڈٹ جائے۔

میں کہتا ہوں: میرے نزدیک جامع اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم دونوں طریقوں کو جمع کرلو پہلے شیطان کے شر سے پناہ مانگو جیسا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے شر سے پناہ دینے کو کافی ہے، پھر اگر ہم دیکھیں کہ وہ ہم پر غالب آرہا ہے تو سمجھ جائیں کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اس آزمائش میں مبتلا فرمایا ہے تاکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے مجاہدے کی صداقت، راہ خدا میں ہماری مضبوطی اور ہمارے صبر کا امتحان لے، جیسا کہ اس نے کفار کو ہم پر مُسَلَّط فرمایا حالانکہ وہ ان کے شر و فتنے سے ہمیں بچا سکتا ہے مگر ایسا صرف اس لیے کیا تاکہ ہمیں جہاد، صبر، اخلاص اور شہادت میں سے حصہ نصیب ہو۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اس لیے کہ **اللہ** پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۴۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی **اللہ** نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی۔

پس شیطان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔

شیطان سے جنگ کرنے کا طریقہ

شیطان سے جنگ کرنے اور اس پر غالب آنے کے لیے ہمارے علمائے کرام عَلَیۡہِمُ الرَّحۡمَہ نے درج ذیل تین چیزوں کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

❁...**پہلی چیز:** تم شیطان کے مکر و فریب اور حیلے بہانوں کو پہچانو اس طرح وہ تم پر جرأت نہیں کر سکے گا جیسا کہ اگر چور کو پتا چل جائے کہ گھر والوں نے اُسے محسوس کر لیا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔

❁...**دوسری چیز:** تم شیطان کی دعوت کی پروا کرو نہ اپنے دل کو ادھر متوجہ کرو اور نہ ہی اس کا پیچھا کرو کیونکہ شیطان بھونکنے والے کتے کی طرح ہے اگر تم اس کی طرف بڑھو گے تو وہ بھونکتا رہے گا اور تم پر حملہ کرے گا اور اگر اس سے منہ موڑ لو گے تو وہ خاموش ہو جائے گا۔

❁...**تیسری چیز:** اپنے دل اور زبان کو مسلسل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے معمور رکھو کیونکہ حضور نبی اکرم، نُوْرِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: شیطان کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر اتنا تکلیف دہ ہے جتنا انسان کے لیے مرض آکلہ[1]۔[2]

شیطانی مکر و فریب کی پہچان

اگر تم پوچھو کہ شیطان کے مکر و فریب کا علم کیسے حاصل ہو اور ان کی پہچان کا

1... عضو کو ختم کرنے والا خارشی مرض۔

2... بریقۃ محمودیۃ، التاسع من الستین المذمومۃ الریاء، المبحث السادس، ۲/۱۷۰
تاریخ اصبہان، ۲/۳۷، عبد اللہ بن احمد بن محمد التمیمی، رقم: ۱۰۰۹، عن کعب

طریقہ کیاہے ؟ تو اس حوالے سے دو باتیں یاد رکھو: **پہلی بات یہ کہ** شیطان کے وسوسے تیروں کی مانند ہیں جنہیں وہ پھینکتا رہتا ہے اور تمہیں ان کی پہچان اُسی وقت ہو گی جب تم دلی خیالات اور ان کی اقسام کو پہچان لوگے۔ **دوسری بات یہ کہ** شیطان کے پاس جالوں کی مانند حیلے بہانے ہیں جن سے وہ شکار کرتا ہے اور تمہیں ان کی پہچان اِن مکروں، ان کی حالتوں اور ان کے راستوں کو پہچاننے سے ہو جائے گی۔

ہمارے علمائے کرام نے دلی وسوسوں اور خیالات کی بہت سی صورتیں بیان کی ہیں اور ہم نے اس حوالے سے "تلبیس ابلیس" نامی ایک کتاب بھی لکھی ہے مگر ہماری یہ کتاب "منہاج العابدین" زیادہ طوالت کی گنجائش نہیں رکھتی، پھر بھی ہم اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے لیے ہر صورت کے بارے میں اتنا بیان کر دیں گے کہ اگر تم نے اُسے مضبوطی سے تھام لیا تو یہ تمہارے لئے کافی ہو گا۔

خیالات اور وسوسوں کا بیان

اِلہام اور وسوسہ

خواطر یعنی دل میں آنے والے خیالات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کے دل پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے جو اسے بھلائی کی دعوت دیتا ہے اس فرشتے کو مُلْہِم اور اس کی دعوت کو اِلہام کہا جاتا ہے، اس فرشتے کے مقابلے میں شیطان مُسَلَّط کیا گیا ہے جو برائی کی طرف بلاتا ہے، اسے وسواس اور اس کی دعوت کو وسوسہ کہا جاتا ہے۔ پس مُلْہِم بھلائی کی دعوت دیتا ہے جبکہ وسواس برائی کی طرف بلاتا ہے۔ اکثر علما کا یہی نظریہ ہے۔

ہمارے شیخ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا: شیطان کبھی کبھی نیکی کی طرف بھی بلاتا ہے مگر اس میں بھی اس کا ارادہ برائی کا ہی ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ شیطان چھوٹی نیکی کی دعوت

دیتا ہے تاکہ بندہ بڑی نیکی سے رک جائے یا پھر نیکی کی جانب اس لیے بلاتا ہے کہ اس کے ذریعے ایسے بڑے گناہ تک لے جائے جس کا کفارہ یہ نیکی نہ بن سکے مثلاً: خود پسندی وغیرہ۔

فرشتہ و شیطان کی تقرری

پس یہ دو دعوت دینے والے (مُلْہِم و وسواس) بندے کے دل پر براجمان ہیں اور اسے دعوت دیتے ہیں، بندہ اپنے دل سے سنتا اور محسوس کرتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے کہ "جب بھی کسی آدمی کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے اور ابلیس اس کے ساتھ ایک شیطان لگا دیتا ہے۔"[1] پس شیطان آدمی کے دل کے بائیں کان پر چمٹ جاتا ہے اور فرشتہ اس کے دل کے دائیں کان پر چمٹ جاتا ہے پھر یہ دونوں دعوت دیتے ہیں۔

سرکار دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: انسان پر شیطان کا اثر بھی ہوتا ہے اور فرشتے کا بھی۔[2] یعنی دعوت دینے کی جگہ موجود ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کی بنیاد میں ایسی طبیعت رکھی ہے جو خواہشوں اور لذّتوں کی طرف مائل ہوتی ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بری، اس چیز کا نام خواہشِ نفس ہے جو انسان کو آفات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ تو یہ تین دعوت دینے والے ہیں (یعنی فرشتہ، شیطان اور خواہش)۔

خیالات کی چار اقسام

اس ابتدائی گفتگو کے بعد یہ بھی سمجھ لو کہ دل میں پیدا ہونے والے خطرات

---

1 ...مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۲/۲۸، حدیث: ۳۶۴۸

2 ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ، ۴/۴۶۴، حدیث: ۲۹۹۹

وخیالات آثار ہوتے ہیں جو بندے کے دل میں پیدا ہو کر اسے کاموں کے کرنے یا چھوڑنے پر ابھارتے اور دعوت دیتے ہیں، انہیں خطرات اس لیے کہتے ہیں کہ ہوا کی طرح یہ بھی کبھی آتے ہیں کبھی چلے جاتے ہیں اور دل میں پیدا ہونے والے تمام خیالات حقیقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی جانب سے ہوتے ہیں لیکن ان کی چار اقسام ہیں:

﴿1﴾...وہ خیال جو ابتداءً اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے بندے کے دل میں پیدا ہو اسے صرف خیال کہتے ہیں۔

﴿2﴾...وہ خیال جو انسانی طبیعت کے مُوافِق دل میں پیدا ہو اُسے خواہشِ نفس کہا جاتا ہے اور اِس خیال کو خواہشِ نفس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

﴿3﴾... وہ خیال جو مُلْہِم (فرشتے) کی دعوت کے بعد دل میں پیدا ہو اُسے الہام کرنے والے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور الہام کہا جاتا ہے۔

﴿4﴾...وہ خیال جو شیطان کی دعوت کے بعد دل میں پیدا ہو اِسے شیطان کی طرف ہی منسوب کیا جاتا اور ''وسوسے'' کا نام دیا جاتا ہے۔ شیطان کی طرف نسبت اس لئے کی جاتی ہے کیونکہ حقیقت میں یہ شیطان کی دعوت کے وقت پیدا ہوتے ہیں تو شیطان اِس میں سبب وذریعہ کے مانند ہوتا ہے لیکن منسوب اسی کی طرف کیا جاتا ہے۔ یہ قلبی خیالات کی چار اقسام ہیں۔

خیالات کی حیثیت

اب یہ بھی جان لو کہ ابتداءً بندے کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے پیدا ہونے والا خیال کبھی خیر ہوتا ہے اور کبھی شر، خیر تو عزت اور اِتْمامِ حجت کے لیے ہوتا ہے جبکہ شر آزمائش ومشقت کے لیے اور وہ خیال جو مُلْہِم فرشتے کی طرف سے دل میں آتا ہے وہ

نیک ہی ہوتا ہے کیونکہ اس فرشتے کو نصیحت اور ہدایت کے لیے ہی بھیجا گیا ہے جبکہ شیطان کی طرف سے دل میں آنے والا خیال شر اور گمراہی ہوتا ہے بلکہ کبھی دھوکے میں ڈالنے کے لیے بظاہر نیکی کا خیال بھی ڈال دیتا ہے اور خواہشِ نفس کی طرف سے پیدا ہونے والا خیال و وسوسہ بھی براہی ہوتا ہے، یہ نیکی سے رکنے اور برائی اختیار کرنے پر ابھارتا ہے۔

میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ خواہشِ نفس بھی بعض اوقات بھلائی کی دعوت دیتی ہے مگر شیطان کی طرح اس کا مقصد بھی برائی تک لے جانا ہوتا ہے۔ یہ قلبی خیالات کی اقسام تھیں۔

تین ضروری باتیں

قلبی خیالات کے بعد تمہیں درج ذیل تین باتوں کا جاننا بھی ضروری ہے اور یہی اصل مقصود ہیں:

(۱)...اچھے اور بُرے خیال میں فرق (۲)...بُرے خیال میں اس لحاظ سے فرق کہ آیا وہ رحمانی ہے یا نفسانی یا پھر شیطانی؟ اور ان کے مابین فرق کس چیز سے کیا جائے؟ کیونکہ ان میں سے ایک ہو تو دوسرا نہیں ہوتا (۳)...اچھے خیال میں رحمانی، الہامی یا شیطانی اعتبار سے فرق تاکہ جو خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ یا فرشتے کی طرف سے ہو اس کی اتباع کی جائے اور نفسانی و شیطانی خیال کی پیروی سے بچا جائے۔

پہلی بات کی تفصیل

ہمارے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا: جب تم برائی اور بھلائی کے خیال کو پرکھنا اور ان میں فرق جاننا چاہو تو اسے چار ترازوؤں میں سے کسی ایک میں تول لو

تمہارے لیے سب کچھ واضح ہو جائے گا۔

لہٰذا تمہارے دل میں جو بھی خیال پیدا ہو اسے شریعت پر پیش کرو اگر وہ شرع شریف کی کسی بھلائی سے موافقت رکھے تو اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہو تو بُرا ہے۔ اگر اس ترازو (شریعت) سے بھی واضح نہ ہو تو بزرگانِ دین کی سیرت پر پیش کرو اگر اسے بجالانے میں ان کی پیروی ہو تو وہ اچھا ہے اور اگر ان کے عمل کے خلاف ہو تو بُرا ہے۔ یوں بھی معاملہ واضح نہ ہو تو اَب اسے اپنے نفس و خواہش پر پیش کرو اگر نفس طبعی طور پر اسے ناپسند کرے اور ناپسندیدگی کسی خوف و ڈر کے سبب نہ ہو تو سمجھو وہ اچھا ہے اور اگر نفس طبعی لحاظ سے اس کی طرف مائل ہو اور اس میلان میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کوئی امید یا رغبت نہ ہو تو وہ برا ہے کیونکہ نفس برائی ہی کا حکم دیتا ہے اور فطرتی طور پر خیر کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

پس ان پیمانوں میں سے جس پر بھی گہری نظر کے ساتھ خیالات کو تولو گے تو تمہارے لیے اچھے اور بُرے خیالات ظاہر ہو جائیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے ہدایت عطا فرمائے بے شک وہ جواد و کریم ہے۔

دوسری بات کی تفصیل

اگر تم چاہو کہ شیطان کی طرف سے برائی کے خیال، نفس کی طرف سے برائی کے خیال اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ابتداءً پیدا ہونے والے خیال میں فرق کرو تو خیال کو تین جہتوں سے دیکھو۔

❁...پہلی جہت: اگر وہ خیال ایک ہی حالت پر پختہ و برقرار رہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی

جانب سے ہے یا پھر خواہشِ نفس کی جانب سے اور اگر تم اس میں اضطراب وشک پاؤ تو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

ایک عارف بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: نفسانی خواہش چیتے کی مانند ہے کہ جب تک اسے سخت شکست نہ دی جائے اور اس کے ساتھ شدّت کا معاملہ نہ کیا جائے مغلوب ومرعوب نہیں ہوتا یا پھر اس خارجی[1] کی طرح ہے جو باطل دینی جذبہ سے لڑتا ہے اور قتل ہونے تک پیچھے نہیں ہٹتا اور شیطان بھیڑیے کی مانند ہے اگر تم اسے ایک جانب سے روکو گے تو دوسری طرف سے آگھسے گا۔

❁...دوسری جہت: اگر تم دیکھو کہ وہ خیال کوئی گناہ ہونے کے بعد دل میں آیا ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے تاکہ اُس گناہ کی بُرائی سے نفرت اور سزا کا احساس دلایا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، المطففین: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔

میرے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: گناہ اِسی طرح دل کی سختی میں مبتلا کرتے ہیں، پہلے پہل خیال آتا ہے پھر دل میں سختی پیدا ہوتی ہے اور وہ زنگ آلود ہو جاتا ہے۔

پھر اگر یہ خیال ابتدا ہی سے ہو، گناہ کے بعد نہ ہو تو سمجھ لو کہ شیطان کی جانب سے ہے کیونکہ شیطان برائی کی دعوت سے ہی ابتدا کرتا ہے اور ہر حال میں بندے کو پھانسنا چاہتا ہے۔

❁...تیسری جہت: اگر تم دیکھو کہ وہ برائی کا خیال اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے کے باوجود

1... ایک گمراہ فرقے کا پیروکار

کم ہوتا ہے نہ ختم ہوتا ہے تو نفس کی جانب سے ہے اور اگر ذکرِ الٰہی کرنے سے کمزور اور کم ہورہا ہے تو شیطان کی جانب سے ہے، جیسا کہ درج ذیل آیتِ مبارکہ،

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ۬ الْخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبک رہے۔ (پ۳۰، الناس: ۴)

کی تفسیر میں ہے کہ شیطان آدمی کے دل پر چمٹا رہتا ہے جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہو جاتا ہے تو یہ وسوسے ڈالتا ہے۔[1]

تیسری بات کی تفصیل

اگر تم دل میں آنے والے اچھے خیال میں یہ فرق کرنا چاہو کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے یا فرشتے کی طرف سے تو اسے بھی تین جہتوں سے دیکھو۔

✽...**پہلی جہت:** اگر وہ خیال مضبوط و قوی ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے اور اگر اُس میں تَرَدُّد ہو تو فرشتے کی جانب سے ہے کیونکہ فرشتہ نصیحت کرنے والا ہے جو ہر جگہ تمہارے ساتھ جاتا ہے اور تمہیں ہر بھلائی کی طرف بلاتا ہے یہ امید کرتے ہوئے کہ تم قبول کروگے اور بھلائی میں رغبت کروگے۔

✽...**دوسری جہت:** اگر وہ خیال تمہاری طرف سے عبادت کی کوشش یا کسی طاعت کے بعد پیدا ہوا ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹) ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

---

[1]...مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الزھد، کلام ابن عباس، ۸/۱۹۶، حدیث: ۵

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی۔

(پ۲۶، محمد: ۱۷)

اور اگر وہ نیک خیال ابتداءً پیدا ہو تو غالب طور پر فرشتے کی جانب سے ہوتا ہے۔

✽... **تیسری جہت:** اگر وہ نیک خیال اصول اور باطنی اعمال کے متعلق ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہو گا اور اگر فروع اور ظاہری اعمال کے متعلق ہو تو اکثر فرشتے کی جانب سے ہوتا ہے کیونکہ اکثر علما کے نزدیک فرشتے کو بندے کے باطن کی معرفت کے معاملے میں کوئی راہ نہیں۔

شیطان کی چکر بازی

شیطان کی جانب سے بطور دھوکا آنے والا اچھا خیال جو گناہ کی طرف لے جاتا ہے اس کے متعلق ہمارے شیخ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: تم غور کرو اگر اس پر عمل کرنے میں دل میں نشاط ہو خوف و خشیت نہ ہو، جلد بازی ہو صبر و تحمل نہ ہو، بے خوفی و امن ہو خوف نہ ہو، آخرت کی طرف نظر نہ ہو اور بے بصیرت ہو تو جان لو کہ وہ شیطان کی طرف سے ہے لہٰذا اس سے بچو اور اگر اس نیک خیال پر عمل کرنے میں خوف و خشیت ہو بے خوفی نہ ہو، صبر و تحمل ہو بے صبری نہ ہو اور آخرت کی طرف نظر ہو تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ یا فرشتے کی جانب سے ہے۔

میں کہتا ہوں: نَشاط سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی فعل کو کرنے میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرے نہ اس میں بصیرت ہو نہ انجام کی فکر جبکہ صبر و تحمل بہت پسندیدہ ہے

مگر چند کاموں میں جلدی پسندیدہ ہے حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک حدیثِ مبارک میں بیان ہوا کہ ”جلدبازی شیطان کی طرف سے ہے سوائے پانچ کاموں میں، جب لڑکی بالغ ہو تو اس کی شادی کرنا، جب قرض لازم ہو جائے تو ادا کرنا، کوئی مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کرنا، مہمان آئے تو اس کی مہمان نوازی کرنا اور گناہ سرزد ہو جانے پر اس سے توبہ کرنا۔“[1]

خوف سے مراد دل میں یہ ڈر ہونا ہے کہ نیک خیال کو پورے طور پر عملی جامہ پہنا سکوں گا یا نہیں اور یہ بارگاہِ الٰہی میں قبول ہو گا یا نہیں۔ جبکہ اُخروی معاملے میں بصیرت کا مطلب یہ ہے کہ بندہ غور و فکر کر کے یہ یقین رکھے کہ یہ خیال بہتری و بھلائی ہی کا ہے اور اس پر عمل کرنے کی صورت میں آخرت میں ثواب کی امید ہے۔ مگر یہ بھی جان لو کہ یہ توفیقِ الٰہی سے ہی ممکن ہے۔

قلبی خیالات کے باب میں یہ تین فصلیں ہیں جن کا علم تمہارے لیے ضروری ہے لٰہذا ان کی رعایت کرو اور حتَّی المقدور ان میں گہرا غور و فکر کرو کیونکہ ان میں باریک علوم اور عمدہ راز پوشیدہ ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے۔

شیطان کے سات حملے

شیطان کے مکر و فریب اور حیلوں کے راستے اور مثال یہ ہے کہ وہ عبادت سے روکنے کے لیے انسان کے ساتھ سات طرح سے فریب کاری کرتا ہے۔

﴿1﴾... سب سے پہلے شیطان بندے کو عبادت سے روکتا ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے

---

1 ...حلیۃ الاولیاء، حاتم الاصم، ۸/ ۸۲، حدیث: ۱۱۴۳۷، قال حاتم الاصم: ھذہ الخمسۃ من السنۃ۔

بچائے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر دور کر دے گا کہ ”مجھے عبادت کی شدید حاجت ہے کیونکہ میں نے اس فانی دنیا سے ختم نہ ہونے والی آخرت کے لئے زادِراہ جمع کرنا ہے۔“

﴿2﴾... پھر شیطان اُسے عمل کو ٹالنے کا کہتا ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بچائے تو وہ یہ کہہ کر شیطان کا رد کرے گا: میری موت میرے قبضے میں نہیں ہے کہ میں آج کے کام کو کل پر چھوڑ دوں پھر جو کام کل ہو گا وہ کب کروں گا؟ کیونکہ ہر دن نیا کام ہوتا ہے۔

﴿3﴾... اب شیطان اُسے جلد بازی کی دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے: جلدی کر جلدی کر تاکہ فلاں فلاں کام کے لیے فارغ ہو سکو۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بچاتا ہے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر دور کرے گا: اطمینان وسکون کے ساتھ تھوڑا عمل نقصان کے ساتھ کیئے جانے والے زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

﴿4﴾... پھر شیطان اُسے لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل پر اُبھارتا ہے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی حفاظت فرمائے تو وہ یہ کہہ کر شیطان کا رد کر دیتا ہے: میں لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کیوں کروں؟ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا دیکھنا میرے لیے کافی نہیں ہے؟

﴿5﴾... اب وہ بندے کو خود پسندی میں مبتلا کرنے کے لئے کہے گا: ”تم تو بہت عظمت والے، شب بیدار اور افضل ہو۔“ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے بچایا تو وہ شیطان کو یہ کہہ دور کر دے گا: اس میں میرا کوئی کمال نہیں یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے چُن لیا اور توفیق بخشی اور میرے عمل کو اپنے فضل سے عظیم کیا۔ اگر اس کا فضل نہ ہوتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مجھ پر اس نعمت کے مقابلے میں اس عمل کی کیا وَقعت تھی کہ اس نے مجھے اپنی عبادت کے لیے چُن لیا حالانکہ میں اس کی نافرمانی بھی کرتا ہوں۔

﴿6﴾... پھر شیطان ایسا خطرناک وار کرتا ہے جو سب سے بڑھ کر ہے اور اسے وہی سمجھ

پاتاہے جو پوری طرح ہوشیار ہو۔ چنانچہ وہ بندے سے کہتا ہے: ''تو چھپ کر عمل کرتا رہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے لوگوں میں مشہور کر دے گا۔'' یوں شیطان عمل کرنے والے کا عمل مشکوک کر دیتا ہے اور اس کا مقصد بندے کو ریاکاری میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کی حفاظت فرمائے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر دور کرتا ہے: او لعنتی! پہلے تو میرے عمل میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا رہا اور اب مجھے مُخْلِص ہونے کا کہہ کر وار کر رہا ہے تاکہ میرا عمل خراب ہو جائے، سن! میں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہوں اور وہ میرا مالک ہے، اس کی مرضی میرے عمل کو ظاہر کرے یا پوشیدہ رکھے، اس کی مرضی وہ مجھے عزت دے یا حقیر کرے میرا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد ہے اور مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ وہ اسے لوگوں میں ظاہر فرماتا ہے یا نہیں کیونکہ لوگوں کے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے۔

﴿7﴾... اب شیطان اُس پر مزید حملہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ''تجھے عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر تو خوش بخت پیدا کیا گیا ہے تو عمل نہ کرنا تجھے کوئی نقصان نہیں دے گا اور اگر تو بد بخت پیدا کیا گیا ہے تو عمل کرنا تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔'' اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ یہاں بھی اُسے بچاتا ہے تو وہ شیطان کو یہ کہہ کر دور کر دیتا ہے: میں تو محض ایک بندہ ہوں اور بندہ ہونے کے سبب بندے پر حکم کو بجالانا ضروری ہے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ اپنی ربوبیت کو خوب جانتا ہے وہ جو چاہے حکم دے اور جو چاہے کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں جیسا بھی ہوں مجھے میرا عمل فائدہ دے گا کیونکہ اگر میں خوش بخت ہوں تو زیادہ ثواب کی خاطر عمل کا محتاج ہوں اور اگر بد بخت ہوں تو پھر بھی عمل کا محتاج ہوں تاکہ خود پر عبادت چھوڑنے کا بوجھ تو نہ ڈالوں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کبھی بھی عبادت

کرنے پر میری پکڑ فرمائے گا نہ ہی مجھے کوئی نقصان دے گا، بالفرض اگر مجھے جہنم ہی میں ڈالا جانا ہے تو نافرمان ہونے کے بجائے فرمانبردار ہو کر جانا مجھے زیادہ پسند ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اس کا وعدہ حق اور اس کا فرمان سچ ہے، بے شک اس نے عبادت پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے پس جو شخص ایمان وعبادت کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ملے گا وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا بلکہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ جنت کا مستحق اپنے اعمال کے سبب نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سچے وعدے کے سبب ہو گا۔ اسی معنٰی کے مُتَعَلِّق اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سعادت مند (یعنی اہلِ جنت) کے اس قول کی خبر دی ہے:

قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ (پ۲۴، الزمر: ۷۴)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا تم دیکھ اور سن رہے ہو اور تمام افعال واحوال کو اِسی پر قیاس کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد اور اس کی پناہ مانگو کیونکہ معاملہ اسی کے قبضے میں ہے اور توفیق بھی وہی عطا فرماتا ہے اور نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت و قوت بلند وبرتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

چوتھی رکاوٹ: نفس

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے! پھر تم پر برائی کا حکم دینے والے اِس نفس سے بھی بچنا لازم ہے۔ یہ سب سے زیادہ نقصان دہ دشمن ہے، اس کی آفت بھی سخت تر ہے، اس کا علاج بھی مشکل ترین، اس کی بیماری انتہائی خطرناک اور دوا انتہائی دشوار ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں:

......**پہلی وجہ:** یہ دشمن جسم کے اندر موجود ہے اور چور جب گھر کا ہو تو اس سے بچنا مشکل اور اس کا نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ شاعر نے سچ کہا:

نَفْسِیْ اِلٰی مَا ضَرَّنِیْ دَاعِیْ   تُکَثِّرُ اَسْقَامِیْ وَاَوْجَاعِیْ

کَیْفَ اِحْتِیَالِیْ مِنْ عَدُوِّیْ اِذَا   کَانَ عَدُوِّیْ بَیْنَ اَضْلَاعِیْ

ترجمہ: میرا نفس مجھے ان چیزوں کی طرف بلاتا ہے جو مجھے نقصان دیں، یہ میری بیماریاں اور درد بڑھا رہا ہے۔ جب میرا دشمن میرے پہلوؤں کے درمیان ہے تو پھر میں اس سے بچنے کی تدبیر کیسے کر سکتا ہوں۔

......**دوسری وجہ:** نفس انسان کا محبوب ہے اور انسان اپنے محبوب کے عیوب سے ویسے ہی اندھا ہوتا ہے بلکہ وہ محبوب کے عیب دیکھنا ہی نہیں چاہتا جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

وَلَسْتَ تَرٰی عَیْبًا لِذِی الْوُدِّ وَالْاِخَا   وَ لَا بَعْضَ مَا فِیْهِ اِذَا کُنْتَ رَاضِیَا

وَ عَیْنُ الرِّضَا عَنْ کُلِّ عَیْبٍ کَلِیْلَةٌ   وَ لٰکِنَّ عَیْنَ السُّخْطِ تُبْدِی الْمَسَاوِیَا

ترجمہ: جس سے تیری محبت، بھائی چارہ یا رضامندی ہو گی اس کے عیب تجھے نظر نہیں آئیں گے۔ رضا و محبت والی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوتی ہے اور دشمنی والی آنکھ برائیاں ہی دکھاتی ہے۔

جب حالت یہ ہو کہ انسان اپنے نفس کی برائی کو بھی اچھا سمجھنے لگے اور نفس کے عیبوں کی طرف نظر نہ کرے حالانکہ نفس اس کی دشمنی اور اسے نقصان پہنچانے میں لگا ہوا ہے تو ایسے شخص کو اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل و رحمت سے محفوظ نہ فرمایا تو عنقریب وہ ذلت و ہلاکت میں جا پڑے گا اور اسے پتا بھی نہ چلے گا۔

ہر مصیبت کی جڑ

میں کہتا ہوں: اے آدمی! ایک نکتے پر غور کر لے تو یہی کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب

تو غور کرے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ روزِ اول سے قیامت تک ہر فتنے، ذلت و رسوائی، ہلاکت و گناہ اور مخلوق کو پہنچنے والی ہر مصیبت کی جڑ یہی نفس ہے، کہیں تو یہ اکیلا ہی مصیبت کھڑی کرتا ہے اور کہیں اپنے ساتھیوں اور مددگاروں کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی سب سے پہلی نافرمانی ابلیس نے کی تھی غَلَبۂ تقدیر کے بعد، اس کا سبب بھی تکبُّر و حسد کی صورت میں خواہش نفس ہی تھی جس نے ابلیس کو 80 ہزار سال عبادت کرنے کے باوجود گمراہی کے سمندر میں پھینک دیا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غرق ہو گیا۔ دیکھو! اس کی نافرمانی کے وقت دنیا تھی نہ مخلوق اور نہ ہی شیطان بلکہ اکیلا نفس ہی اپنے حسد و تکبر کے ساتھ موجود تھا تو نفس نے اُس کے ساتھ جو کرنا تھا وہ کیا۔

پھر حضرت سیِّدُنا آدم و حوا عَلَیْہِمَا السَّلَام سے جو لغزش واقع ہوئی اس میں بھی خواہشِ نفس کا حصہ تھا اور ہمیشہ کی زندگی کی طمع تھی یہاں تک کہ شیطان کی بات سے انہیں دھوکا ہو گیا۔ اس کام میں نفس شیطان کا مددگار اور شریک تھا، پس اس لغزش کے سبب حضرت سیِّدُنا آدم و حوا عَلَیْہِمَا السَّلَام جوارِ الٰہی اور جنَّتُ الفردوس کی رہائش سے علٰیحدہ ہو کر اس فانی، حقیر، کھوٹی اور ہلاکت خیز دنیا میں آ گئے اور یہاں انہیں کس قدر مشکلات پیش آئیں اور اس دن سے لے کر قیامت تک ان کی اولاد بھی دنیاوی آزمائشوں میں مبتلا ہو گئی۔

پھر حضرت سیِّدُنا ہابیل رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ اور قابیل کا واقعہ دیکھو تو اس کا سبب بھی حسد اور لالچ تھے۔ پھر ہاروت اور ماروت فرشتوں کا جو واقعہ ہوا اس کا سبب بھی خواہشِ نفس تھی۔[1]

[1]... سیِّدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: ہاروت اور ماروت کا واقعہ جس طرح عوام میں مشہور ہے اَئِمَّۂ کرام اس کا شدید اور سخت انکار کرتے ہیں، اس کی تفصیل شفاء شریف اور اس کی شروحات میں موجود ہے، یہاں تک کہ امام اجل ...

یونہی قیامت تک ہر برائی کے پیچھے نفس کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ تم مخلوق میں جو بھی فتنہ، گمراہی، گناہ اور ذلت ورسوائی دیکھوگے اس کا سبب نفس اور اس کی خواہش ہی نظر آئے گی۔ اگر یہ نفس نہ ہوتا تو مخلوق سلامتی اور خیر میں ہی رہتی۔ جب یہ دشمن (یعنی نفس) اس قدر نقصان پہنچانے والا ہے تو عقلمند پر لازم ہے کہ اس سے بچاؤ کا اہتمام کرے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل وکرم سے توفیق وہدایت دینے والا ہے۔

نفس یکبارگی زیر نہیں ہوتا

اگر تم کہو کہ اس دشمن یعنی نفس سے بچاؤ کے لئے کیا طریقہ اور کیا تدبیر کی جائے؟ ہمیں بتایئے تو یاد رکھو! ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نفس کا معاملہ بہت مشکل اور دشوار ہے، دیگر دشمنوں کی طرح اسے یکبارگی زیر کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ سواری اور (نیکیوں کا) ذریعہ ہے۔ منقول ہے کہ ایک دیہاتی نے کسی شخص کو یہ دعا دی: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نفس کے سوا تیرے سب دشمنوں کو رسوا کرے۔'' لہٰذا اسے ایک ہی مرتبہ میں پچھاڑ دینا ممکن نہیں کیونکہ اس میں نقصان ہے، تمہیں ضرورت ہے درمیانی راستہ اختیار کرنے کی، وہ یوں کہ نفس جس قدر نیکی کا کام برداشت کر سکے اُسی قدر اُس کی نشوونما کرو اور

...... قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''ہاروت اور ماروت کے بارے میں یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہیں اور راجح یہی ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی آزمائش کے لیے مقرر فرمایا کہ جو جادو سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ ''اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ'' ہم تو آزمائش ہی کے لیے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔ اور جو ان کی بات نہ مانے وہ اپنے پاؤں پہ چل کے خود جہنم میں جائے، یہ فرشتے اگر اسے جادو سکھاتے ہیں تو وہ فرمانبرداری کر رہے ہیں نہ کہ نافرمانی کر رہے ہیں۔

(الشفاء، فصل فی القول فی عصمۃ الملائکۃ، ۲/ ۱۷۶، ۱۷۵۔ فتاوٰی رضویہ، ۲۶/ ۳۹۷، ملخصًا)

اُسے طاقتور بناؤ اور اُسے اس حد تک کمزور کرو اور قید میں رکھو جب تک معاملہ حد سے نہ بڑھے الغرض نفس کے معاملے میں تمہیں سخت علاج اور باریک بینی سے کام لینا پڑے گا اور نفس کے متعلِّق ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ اسے تقویٰ و پرہیز گاری کی لگام دو تاکہ تمہیں دونوں فائدے نصیب ہوں (یعنی نیکیاں کرنا اور گناہوں سے بچنا)۔

خواہشِ نفس کو توڑنے کے تین طریقے

اب اگر تم یہ کہو کہ نفسِ امارہ تو سرکش، ضدی اور بدفطرت درندہ ہے، یہ لگام سے کہاں قابو میں آئے گا؟ لہٰذا اسے زیر کرنے کا کوئی اور طریقہ بیان فرما دیجئے؟ تو سنو! تم ٹھیک کہتے ہو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ذلیل و رسوا کرو یہاں تک کہ تم اسے لگام ڈال سکو۔ ہمارے علمائے کرام عَلَیْہِمُ الرَّحْمَہ نے فرمایا: تین چیزوں کی مدد سے نفس کو ذلیل اور اس کی خواہش کو توڑا جا سکتا ہے:

﴿1﴾... خواہشات سے روکنا، کیونکہ اڑیل جانور کو جب چارہ کم ملتا ہے تو وہ نرم پڑ جاتا ہے۔

﴿2﴾... نفس پر عبادات کا بوجھ ڈالنا، کیونکہ چارہ کم دینے کے ساتھ ساتھ گدھے پر بوجھ بھی بڑھا دیا جائے تو وہ بھی بے بس ہو کر قابو میں آ جاتا ہے۔

﴿3﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد مانگنا اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنا کہ وہ تمہاری مدد کرے کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، کیا تم نے حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کی یہ بات نہیں سنی:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْؕ (پ۱۳، یوسف: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نفس تو بُرائی کا بڑا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔

جب تم ان باتوں پر ہمیشگی اختیار کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے سرکش نفس تمہارے تابع ہو جائے گا، تم اسے لگام دے کر اپنے قابو میں کر لو گے اور اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے۔

تقوی کی 12 خوبیاں

اگر تم کہو کہ اب یہ بھی بیان کر دیجئے کہ تقوٰی کیا ہے تاکہ ہم اسے جان لیں؟ تو پہلے یہ جان لو کہ تقوٰی ایک نادر خزانہ ہے اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو تم قیمتی جوہر، ہر دلعزیز شے، نادر خزانہ، خیرِ کثیر، عزت والا رزق، بڑی غنیمت اور عظیم بادشاہت کو پالو گے۔ گویا دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں جمع کر کے صرف اس ایک خصلت کے تحت رکھ دی گئی ہیں جسے تقوٰی کہا جاتا ہے۔ غور کرو کہ قرآنِ پاک میں کئی جگہ خیر و برکت کو تقوٰی پر مُعَلَّق کرنے کا ذکر ہے، کتنی ہی آیاتِ طیبہ میں اس پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے اور کتنے ہی مقامات پر خوش بختی و سعادت مندی کو تقوٰی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ میں یہاں تقوٰی کی بے شمار خوبیوں سے 12 تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں۔

﴿1﴾... تقوٰی اختیار کرنے والے کی تعریف و توصیف ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۸۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

﴿2﴾... اُس کی دشمنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔ وہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم صبر اور پرہیز گاری

كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۲۰) کیسے رہو تو ان کا داؤں تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا۔

﴿3﴾... اُس کی تائید و مدد ہوتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۠ (۱۲۸) (پ۱۴، النحل: ۱۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

ایک مقام پر یوں فرمایا:

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (۳۶) (پ۱۰، التوبۃ: ۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

﴿4﴾... تقوٰی والے کو تکلیفوں سے نجات اور حلال رزق نصیب ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ (۲) وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ (پ۲۸، الطلاق: ۲، ۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

﴿5﴾... اُس کے اعمال سنوارے جاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ (۷۰) يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (پ۲۲، الاحزاب: ۷۰، ۷۱) ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا۔

﴿6﴾... تقوٰی اپنانے والے کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اُس کا ارشادِ عالی ہے:

وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ (پ۲۲، الاحزاب: ۷۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

﴿7﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ وہ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (پ۱۰، التوبة: ۷) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک پرہیز گار اللہ کو خوش آتے ہیں۔

﴿8﴾... اعمال قبول ہوتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (پ۶، المآئدة: ۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

﴿9﴾... تقوٰی والے کو عزت واحترام ملتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (پ۲۶، الحجرات: ۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

﴿10﴾... موت کے وقت خوشخبری دی جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ (پ۱۱، یونس: ۶۳، ۶۴) ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں انھیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

﴿11﴾... تقوٰی والوں کو جہنم سے نجات ملتی ہے۔ وہ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (پ۱۶، مریم: ۷۲) ترجمۂ کنزالایمان: پھر ہم ڈر والوں کو بچا لیں گے۔

ایک مقام پر فرمایا:

وَ سَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ (پ۳۰، اللیل: ۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار۔

﴿12﴾... اہلِ تقوٰی کو جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا نصیب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾ ترجمۂ کنزالایمان: پرہیز گاروں کے لیے تیار رکھی ہے۔
(پ۴، اٰل عمران: ۱۳۳)

اس سے واضح ہو گیا کہ دونوں جہاں کی ہر بھلائی اور سعادت تقوٰی میں پوشیدہ ہے، لہٰذا اے انسان! اس میں سے اپنا حصہ مت بھول۔

عبادت کا تقوٰی سے تعلُّق

پھر عبادت کی تین بنیادی باتوں کا تعلُّق اسی تقوٰی کے ساتھ ہے۔

...**پہلی بات:** سب سے پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق و تائید، یہ مُتَّقِیۡن کو ہی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾ (پ۲، البقرۃ: ۱۹۴) ترجمۂ کنزالایمان: کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔

...**دوسری بات:** اعمال کی درستی اور ان میں ہونے والی کمی کو پورا کرنا، یہ بھی متقین کو نصیب ہوتا ہے، چنانچہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یُصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا۔
(پ۲۲، الاحزاب: ۷۱)

...**تیسری بات:** اعمال کی قبولیت، یہ بھی متقین کے لیے ہے جیسا کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۷﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔
(پ۶، المآئدۃ: ۲۷)

عبادت کا دارومدار ان ہی تین باتوں پر ہے، سب سے پہلے توفیقِ خداوندی کا ہونا

تاکہ بندہ عبادت کر سکے، پھر کوتاہی کا پورا کیا جانا تاکہ عمل مکمل ہو جائے اور اس کے بعد عمل کا قبول ہونا، ان تین باتوں کے لیے عبادت گزار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر یوں دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی عبادت کی توفیق عطا فرما، ہمارا نقصان پورا کر دے اور ہمارے اعمال قبول فرما۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تقوٰی کی شرط پر ان تین باتوں کا وعدہ فرمایا ہے اور ان کے ذریعے مُتَّقِی کو عزت بخشی ہے چاہے وہ عزت کا سوال کرے یا نہ کرے۔ لہٰذا اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنا چاہتے ہو بلکہ دنیا و آخرت کی سعادت و خوش بختی حاصل کرنا چاہتے ہو تو تقوٰی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو۔ کسی کہنے والے نے سچ کہا ہے:

مَنِ اتَّقَى اللهَ فَذَاكَ الَّذِيْ ... سِيْقَ اِلَيْهِ الْمَتْجَرُ الرَّابِحُ

لَا يَتْبَعُ الْمَرْءَ اِلٰى قَبْرِهٖ ... غَيْرُ التُّقٰى وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ

ترجمہ: جو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرا یقیناً اسے نفع والی تجارت دی گئی۔ قبر میں بندے کے ساتھ تقوٰی اور نیک اعمال ہی جاتے ہیں۔

عزت پرہیز گاری میں ہے

ایک اور شاعر نے کہا:

مَنْ عَرَفَ اللهَ فَلَمْ تُغْنِهٖ ... مَعْرِفَةُ اللهِ فَذَاكَ الشَّقِيْ

مَا ضَرَّ ذَا الطَّاعَةِ مَا نَالَهٗ ... فِيْ طَاعَةِ اللهِ وَ مَاذَا لَقِيْ

مَا يَصْنَعُ الْعَبْدُ بِعِزِّ الْغِنٰى ... وَ الْعِزُّ كُلُّ الْعِزِّ لِلْمُتَّقِيْ

ترجمہ: (۱)... جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت حاصل ہو اور وہ اسے کافی نہ ہو تو وہ بدبخت ہے۔ (۲)... عبادت گزار کو عبادت میں پہنچنے والا کوئی رنج و تکلیف نقصان دہ نہیں ہے۔ (۳)... بندہ مالداری کی عزت کا کیا کرے گا، عزت تو ساری کی ساری متقی و پرہیز گار کے لیے ہے۔

ایک قبر پر یہ شعر لکھا تھا:

لَیْسَ زَادٌ سِوَی التُّقٰی فَخُذِیْ مِنْہُ اَوْ دَعِیْ

ترجمہ: تقویٰ کے علاوہ آخرت کا کوئی اور توشہ نہیں ہے، اب تیری مرضی تو اسے حاصل کرے یا چھوڑ دے۔

اعمال کی قبولیت کا ضامن

اب ایک اہم ترین بات پر غور کرو کہ تم ساری عمر عبادت میں لگا دو، ریاضتیں اور مجاہدے کرو حتّٰی کہ تم اپنی تمنّا و مراد کو پالو تو کیا یہ سارا معاملہ قبولیت کا محتاج نہیں؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

(پ۶، المآئدۃ: ۲۷)

پس سارا معاملہ تقویٰ کی طرف لوٹتا ہے، اسی وجہ سے حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ، طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: حضور نَبِیِّ رحمت، شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا کی کسی چیز سے خوش نہ ہوئے اور مُتَّقی و پرہیز گار شخص کے سوا کسی نے آپ کو خوش نہیں کیا۔[1]

حضرت سیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ توریت شریف میں لکھا ہے: یَا ابْنَ اٰدَمَ اتَّقِ اللّٰہَ وَنَمْ حَیْثُ شِئْتَ یعنی اے ابن آدم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈر اور جہاں چاہے سو جا۔

مجھے حضرت سیِّدُنا عامر بن عبد قیس رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے متعلِّق یہ بات پہنچی ہے کہ

---

[1]...مسند امام احمد، مسند عائشۃ، ۹/۳۴۱، حدیث: ۲۴۴۵۷

آپ ہر دن رات میں ایک ہزار رکعات نفل پڑھا کرتے تھے، پھر اپنے بستر کی طرف آتے اور اپنے نفس سے کہتے: "اے ہر برائی کے ٹھکانے! خدا کی قسم! میں نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی تجھے خوش نہیں کیا۔" آپ اپنی وفات کے وقت رونے لگے اور سارا دن روتے رہے، کسی نے پوچھا: آپ کو کیا چیز رُلا رہی ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عالی:

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

(پ۶، المآئدۃ: ۲۷)

تقوٰی کی ضرورت واہمیت

پھر ایک اور نکتے پر غور کرو اور یہ بھی ایک بنیادی چیز ہے اور وہ یہ کہ ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اپنے شیخ سے عرض کی: مجھے نصیحت کیجئے۔ شیخ نے فرمایا: میں تمہیں وہ نصیحت کرتا ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام اگلوں پچھلوں کو فرمائی ہے، وہ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک تاکید فرما دی ہے ہم نے ان سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تم کو کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

(پ۵، النسآء: ۱۳۱)

میں کہتا ہوں: کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے بڑھ کر بندے کی بہتری کو جاننے والا نہیں ہے؟ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کو سب سے زیادہ نصیحت کرنے والا اور اس پر سب سے زیادہ مہربان و کریم نہیں ہے؟ (یقیناً ہے) اگر پورے جہاں میں تقوٰی سے بڑھ کر کوئی صفت بندے کے لیے بہتر، بھلائی کی جامع، زیادہ اجر والی، اعلیٰ بندگی والی، بلند عزت والی، دنیا میں بہترین اور آخرت میں کامیابی دلانے والی ہوتی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو لازمی طور

پر اسی کا حکم دیتا اور اپنے مُقَرَّبین کو اسی کی تاکید فرماتا کیونکہ اس کی کمالِ حکمت اور وسعتِ رحمت کا یہی تقاضا ہے۔ لہٰذا جب اس نے صرف ایک خصلت یعنی تقوٰی کی نصیحت فرمائی ہے اور تمام اگلوں پچھلوں کو اس میں یکجار کھا ہے اور صرف اسی پر اکتفا فرمایا ہے تو تم نے جان لیا ہو گا کہ یہ ایسی غایت وانتہا ہے جس سے بڑھ کر کچھ ہے نہ اس سے کم پر اکتفا ہے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہر نصیحت ورہنمائی، ادب وتنبیہ اور تعلیم وتہذیب اس ایک نصیحت میں جمع فرمادی ہے جیسا کہ اس کی حکمت ورحمت کے لائق ہے اور تم یہ بھی سمجھ گئے ہو گے کہ یہ صفت جسے تقوٰی کہتے ہیں اس میں دنیا وآخرت کی ہر بھلائی ہے، یہ تمام ضروری امور کے لیے کافی ہے اور بندگی کے اعلیٰ درجات تک پہنچانے والی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اَلَا اِنَّمَا التَّقْوٰى هِيَ الْعِزُّ وَالْكَرَمُ وَحُبُّكَ لِلدُّنْيَا هُوَ الذُّلُّ وَالْعَدَمُ

وَلَيْسَ عَلٰى عَبْدٍ تَقِيٍّ نَقِيْصَةٌ اِذَا صَحَّحَ التَّقْوٰى وَ اِنْ حَاكَ اَوْ حَجَمْ

ترجمہ: سن لو! تقوٰی ہی عزت وبزرگی ہے اور تمہاری دنیا سے محبت ذلت وخواری ہے۔ جب مُتَّقِی بندے کا تقوٰی درست ہو تو یہ کوئی عیب نہیں کہ وہ پچھنے لگاتا ہو یا کپڑا بنتا ہو۔

یہی بنیادی بات جس پر مزید کسی شے کی ضرورت نہیں اور یہ اُس شخص کے لئے کافی ہے جس نے نور کو دیکھ کر ہدایت پائی اور اس پر عمل کرکے بے پرواہ ہو گیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل سے توفیق وہدایت عطا فرماتا ہے۔

راستے دکھادیں گے

اگر تم کہو کہ ”اس خصلت کی قدر ومنزلت بہت عظیم اور وَقعت بہت زیادہ ہے

اور اس کو پہچاننے کی سخت ضرورت ہے تو اب اس کی تفصیل بھی ضروری ہے۔" تو سنو! بات تو یہی ہے، یقیناً یہ خصلت اس لائق ہے کہ اس کی قدر بہت زیادہ ہو، اس کی طلب لازم ہو اور اس کی حاجت و معرفت کی ضرورت پڑے مگر تم جانتے ہو کہ ہر خطیر وبڑی شے کو پانے کے لیے زیادہ کوشش، خوب محنت ومشقت، بلند ہمتی اور سخت جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور جب تقوٰی جیسی عظیم اور بڑی خصلت کی بات ہو تو پھر اِسے پانے کے لئے مجاہدہ، اس کے حق کی ادائیگی اور اس کے حصول میں آداب کالحاظ رکھنا بھی ایک بڑا فعل اور عظیم کام ہے کیونکہ خوبیاں مشقتوں کے حساب سے اور لذّتیں کوششوں کے مطابق ملا کرتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

(پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت زیادہ مہربان اور رحم فرمانے والا ہے اور ہر مشکل کی آسانی اسی کے قبضے میں ہے۔ پس غور سے سنو اور آگاہ ہو جاؤ اور اس خصلت کی وضاحت کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کرو تاکہ تم اسے سیکھ جاؤ، پھر تم اس پر عمل کے لئے کمر کس لینا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد چاہنا حتّٰی کہ اپنے سیکھے ہوئے پر تمہارا عمل ہو جائے، بے شک ساری بات اِسی میں ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے توفیق وہدایت عطا فرمائے۔

سب سے پہلے تو تم تقوٰی کا وہ معنٰی سمجھو جو ہمارے اساتذہ نے بیان فرمایا ہے اور

وہ یہ ہے کہ ”دل کو اس گناہ کے خیال سے بھی پاک کرنا جو تم نے پہلے نہ کیا ہو۔“ یہاں تک کہ بندہ گناہ چھوڑنے کے عزم کو اپنے اور گناہوں کے درمیان ڈھال بنا دے۔ ہمارے استاد صاحب نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ لہٰذا جب گناہ چھوڑنے کے عزم کی قوت اور دل کے اُس پر مضبوطی سے قائم ہونے کے سبب بندے اور گناہوں کے درمیان یہ رکاوٹ حاصل ہو جائے تو اُس وقت بندے کو مُتَّقی کہیں گے اور اسی عزم، دل کی صفائی اور مضبوطی کو تقوٰی کہا جاتا ہے۔

قرآنِ کریم میں تقوٰی کے معانی

قرآنِ مجید میں لفظ ”تقوٰی“ تین معانی میں استعمال ہوا ہے:

﴿1﴾... خوف و خشیت کے معنٰی میں جیسے:

وَ اِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ (پ۱، البقرۃ:۴۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھی سے ڈرو۔

اور اس مقام پر بھی یہی معنٰی ہیں:

وَ اتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ﻗ (پ۳، البقرۃ:۲۸۱) ترجمۂ کنزالایمان: اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے۔

﴿2﴾... اطاعت و عبادت کے معنٰی میں جیسے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (پ۴، اٰل عمرٰن:۱۰۲) ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے اس کی تفسیر میں فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرو جیسا اس کی اطاعت کرنے کا حق ہے۔

حضرت سیِّدُنا مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اس کی اطاعت ہو نافرمانی نہ کی جائے، اس کا ذکر ہو بھلایا نہ جائے اور اس کا شکر ہو ناشکری نہ کی جائے۔

﴿3﴾ ... دل کو گناہوں سے بچانے کے معنٰی میں اور تقوٰی کی حقیقت بھی یہی ہے کیا تم نہیں دیکھتے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ﴿۵۲﴾ (پ۱۸، النور: ۵۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو حکم مانے **اللہ** اور اس کے رسول کا اور **اللہ** سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

اس آیتِ مبارکہ میں تقوٰی کو اطاعت و خشیت کے بعد الگ بیان کیا گیا ہے، اس سے تمہیں جان لینا چاہیے کہ تقوٰی کا معنی اطاعت و خشیت کے علاوہ کچھ اور ہے اور وہ ہے "دل کو گناہوں سے بچانا" جیسا کہ ہم بیان کر چکے۔

تقوٰی کے تین درجے

بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تقوٰی (یعنی بچنے) کے تین درجے ہیں: (۱)... شرک سے بچنا (۲)... بدعت سے بچنا اور (۳)... گناہوں سے بچنا۔ ان تینوں درجوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایک ہی آیت طیبہ میں یوں بیان فرمایا ہے:

لَیْسَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا (پ۷، المآئدۃ: ۹۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں ہے جو کچھ انھوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں۔

...**پہلا تقوٰی:** شرک سے بچنا، اس کے مقابلے میں جو ایمان مذکور ہوا وہ توحید ہے۔

...**دوسرا تقوٰی:** بدعت سے بچنا، آیت میں تقوٰی کے ساتھ جو ایمان مذکور ہوا وہ اہلِ سنت وجماعت کے عقائد کا اقرار ہے۔

...**تیسرا تقوٰی:** گناہوں سے بچنا، اس درجہ میں اقرار نہیں ہوتا بلکہ اس کے مقابلے میں احسان ہے اور احسان کہتے ہیں اطاعت کرنے اور اس پر استقامت وہمیشگی کو۔ پس تقوٰی کا تیسرا درجہ عبادت پر استقامت رکھنے والوں کا ہوگا۔ اس آیتِ مبارکہ میں تینوں درجوں یعنی ایمان کا درجہ، سنت کا درجہ اور عبادت پر استقامت کا درجہ سب کو ایک ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔ حضرات علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے تقوٰی کا معنٰی بیان کرنے میں یہی کچھ فرمایا ہے۔

میں کہتا ہوں: میں نے ضرورت سے زائد حلال کو چھوڑنے میں بھی تقوٰی کا معنٰی پایا ہے اور یہ مشہور حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تقوٰی والوں کو متقی اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے ناجائز میں پڑنے کے خوف سے جائز کو بھی چھوڑ دیا۔[1]

میں چاہتا ہوں عُلَمائے کرام کا بیان کردہ معنٰی اور اس حدیث مشہور کا معنٰی جمع کر دوں تاکہ تقوٰی کی تعریف جامع اور مطلب واضح ہو جائے۔

صوفیا کے نزدیک تقوٰی

میں کہتا ہوں: تقوٰی ہر اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہیں جس سے تمہیں اپنے دین میں

1...ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ...الخ، باب ماجاء فی صفۃ الحوض، ۲۰۴/۴، حدیث: ۲۴۵۹

نقصان کاڈر ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ بخار میں مبتلا شخص جب کھانے، مشروب اور پھل وغیرہ میں سے ہر اُس چیز سے بچتا ہے جو اس کے لئے نقصان دہ ہو تو اُس مریض کو ''بچنے والا'' کہتے ہیں۔

جس چیز سے دین میں نقصان کا اندیشہ ہے اس کی دو قسمیں ہیں:(۱)...خالص حرام و گناہ اور(۲)...ضرورت سے زائد حلال۔ کیونکہ ضرورت سے زائد حلال میں مشغول و مُنْہمِک ہونا بندے کو حرام کی جانب لے جاتا اور گناہوں پر اُبھارتا ہے اور ایسا نفس کے شر اور اس کی سرکشی اور خواہش اور اس کی نافرمانی کی عادت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جو اپنے دینی معاملے میں نقصان سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ اس خطرے سے یوں بچے کہ ضرورت سے زائد حلال کو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ یہ حرام کی طرف لے جاسکتا ہے جیسا کہ حضور نبی رحمت، شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اہلِ تقویٰ نے ناجائز میں پڑنے کے خوف سے جائز کو بھی چھوڑ دیا۔''[1] یعنی حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے زائد از ضرورت حلال کو بھی چھوڑ دیا۔ لہٰذا تقویٰ کی جامع تعریف یہ ہوئی کہ ''دین کو نقصان پہنچانے والی ہر چیز سے بچنا'' اور وہ نقصان دہ چیز گناہ اور ضرورت سے زائد حلال ہے۔

تقویٰ کی شرعی تعریف

جب ہم شریعت کی رو سے تقویٰ کی تعریف کریں گے تو ہم کہیں گے کہ تقویٰ کی جامع تعریف یہ ہے کہ ''دل کو ہر اُس شر و بُرائی سے بچانا کہ اُس جیسا شر تم سے پہلے

1...ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ...الخ، باب ما جاء فی صفۃ الحوض، ۴/۲۰۴، حدیث: ۲۴۵۹

صادر نہ ہوا ہو ایسے پختہ عزم و ارادے کے ساتھ کہ وہ ارادہ تمہارے اور ہر شر کے درمیان آڑ بن جائے۔'' پھر شر کی بھی دو قسمیں ہیں:

...**اصلی شر:** وہ شر جس سے حرام ہونے کے اعتبار سے روکا گیا ہو۔ جیسے خالص گناہ ہیں۔

...**غیر اصلی شر:** وہ شر جس سے اصلاح و تنبیہ کے لحاظ سے روکا گیا ہو اور وہ ضرورت سے زائد حلال ہے جیسے وہ جائز کام جن پر خواہشات کے سبب پکڑ ہوتی ہے۔

پہلی صورت میں تقویٰ فرض ہے اور اسے چھوڑنے کے سبب عذابِ نار کا مُستَحِق ہو گا جبکہ دوسری صورت میں تقویٰ بھلائی و ادب ہے اور اسے چھوڑنے کی وجہ سے روزِ قیامت روکا جائے گا، حساب ہو گا اور سرزنش و ملامت کی جائے گی۔ تو جو تقویٰ کی پہلی قسم پر عمل کرے گا وہ تقویٰ کے پہلے درجہ پر ہو گا اور یہ استقامت کے ساتھ عبادت کرنے والوں کا درجہ ہے اور جو تقویٰ کی دوسری قسم اختیار کرے گا وہ تقویٰ کے بلند درجہ پر فائز ہو گا اور یہ ان لوگوں کا درجہ ہے جو ضرورت سے زائد حلال کو بھی چھوڑنے والے ہیں۔ لہٰذا جب بندہ دونوں طرح کا تقویٰ یعنی ہر گناہ اور زائد از ضرورت حلال سے بچنا اختیار کر لے گا تو اس کا تقویٰ کامل ہو جائے گا، وہ تقویٰ کا حق ادا کرنے والا اور اپنے لیے ہر بھلائی اکٹھی کرنے والا ہو جائے گا، اسی کو کامل ورع کہتے ہیں جو دین کی اصل ہے اور یہ بارگاہِ الٰہی میں حضوری کے ادب کا مقام ہے۔ یہ تقویٰ کے معنٰی اور اس کا اجمالی بیان ہے، اسے سمجھ لو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں توفیق عطا فرمائے۔

نفس تقویٰ کا عادی کیسے ہو؟

اگر تم کہو کہ اب یہ بھی واضح کر دیجئے کہ ہم اپنے نفس کو اس تقویٰ کا عادی کیسے

بنائیں کیونکہ اب نفس کو حقیقی تقوٰی کی لگام دینے کی کیفیت معلوم کئے بغیر چارہ نہیں۔ تو ٹھیک ہے، اس نفس کے معاملے میں تقوٰی کی تفصیل یہ ہے کہ تم نفس کے خلاف یہ مضبوط ارادہ کرلو کہ اسے گناہوں سے باز رکھو اور ضرورت سے زائد حلال چیزوں سے بھی بچاؤ۔ پس اگر تم نے ایسا کرلیا تو تم اپنی آنکھ، کان، زبان، دل، پیٹ، پاؤں، شرمگاہ الغرض تمام اعضاء کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والے بن جاؤ گے اور انہیں تقوٰی کی لگام دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ تقوٰی کی وضاحت و تفصیل بہت زیادہ ہے اور ہم نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ اُن میں سے کچھ ضروری باتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا چاہے وہ پانچ اعضاء آنکھ، کان، زبان، دل اور پیٹ کا خاص خیال رکھے کہ یہی اصل ہیں۔ بندے کو چاہیے کہ ان پانچوں اعضاء کو ہر اس گناہ، حرام، زائد از ضرورت حلال اور حلال میں اسراف وغیرہ سے بچائے جس میں پڑنے کے سبب دین میں نقصان کا اندیشہ ہو۔ جب ان پانچ اعضاء کی حفاظت نصیب ہو جائے گی تو امید ہے کہ تمام ہی اعضاء کے ضرر سے حفاظت ہو جائے اور بندہ اپنے پورے بدن کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے تقوٰی اختیار کرلے۔ یہاں اس بات کی ضرورت و حاجت ہے کہ اس کتاب کی گنجائش کے مطابق ان اعضاء کے لئے پانچ فصلیں قائم کی جائیں اور ہر ایک کے حق میں جو چیز حرام ہے اس کی تفصیل بیان کی جائے۔

فرمانِ مصطفٰے: اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے محبت فرمائے تو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو۔ (ابن ماجۃ، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، ۴/ ۴۲۳، حدیث: ۴۱۰۲، بتغیر)

اعضاء کے تقویٰ کا بیان

پہلی فصل: آنکھ کا بیان

اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن تمہیں اور ہمیں آنکھ کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بے شک آنکھ ہر فتنے اور آفت کا سبب ہے، آنکھ کے معاملے میں تم تین اصول یاد رکھو یہ تمہیں کافی ہوں گے۔

❁...**پہلا اصول:** یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ (پ۱۸، النور: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ اُن کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

دیکھو! میں نے اس آیتِ مبارکہ میں غور کیا تو مختصر ہونے کے باوجود اس میں تین عمدہ معانی و مطالب پائے: (۱)...ادب سکھانا (۲)...تنبیہ (خبردار کرنا) اور (۳)...تہدید (ڈرانا)۔

﴿1﴾...**ادب سکھانا:** جہاں تک ادب سکھانے کی بات ہے تو وہ اس حصے میں ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (پ۱۸، النور: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔

یہاں ادب سکھایا گیا ہے اور ایک غلام پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آقا کا حکم مانے اور اس کے ادب کو بجالائے ورنہ وہ بے ادب ہو جائے گا، پھر اسے مجلس میں حاضری کی اجازت ملے گی نہ وہ اس کے لائق ہو گا۔ اس نکتے کو سمجھو اور اس میں موجود معنیٰ پر

غور کرو کیونکہ اس میں بہت کچھ ہے۔

﴿2﴾... **تنبیہ:** جہاں تک تنبیہ و خبردار کرنے کی بات ہے تو وہ اس حصے میں ہے:

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ (پ۱۸، النور: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔

اس جملے کے دو معنٰی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ یہ ان کے دلوں کو بہت ستھرا کرنے والا ہے کیونکہ ''زکوٰۃ'' کا معنٰی پاکی اور ''تزکیہ'' کا معنٰی پاک کرنا، ستھرا کرنا ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ ان کی نیکیوں کو بڑھانے اور زیادہ کرنے والا ہے، کیونکہ اصل کے اعتبار سے ''زکوٰۃ'' کے معنٰی ہیں ''زیادہ ہونا۔''

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تنبیہ فرمادی کہ نگاہیں نیچی رکھنے میں دلوں کی صفائی اور نیکیوں کی کثرت وزیادتی ہے اور یہ اس لئے کہ اگر تم نگاہیں نیچی نہیں رکھو گے اور ان کی لگام ڈھیلی چھوڑ دو گے تو وہ بے کار چیزوں کو دیکھیں گی اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ حرام کو دیکھنے لگ جائیں اور اگر تم نے جان بوجھ کر حرام کی طرف نظر کی تو یہ کبیرہ گناہ ہے اور بہت ممکن ہے کہ تمہارا دل اس حرام میں لگ جائے گا اور اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رحم نہ فرمایا تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ مروی ہے کہ ''بندہ کبھی ایسی نظر ڈالتا ہے جس کے سبب دل ایسا بگڑ تا ہے جیسے کھال بگڑ جاتی ہے، اب اُس سے کبھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔''

شہوت کا بیج بونے والی

اور اگر تمہاری نظر جائز و مباح چیزوں کی طرف اٹھتی ہے تو اس سے بارہا تمہارا دل مصروف ہو جائے گا اور اس کے سبب تمہیں خیالات و وسوسے آئیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اس مباح تک پہنچ نہ سکو تو یوں خیر و بھلائی سے محروم ہو کر تمہارا

دل اُسی میں لگا رہے گا اور اگر تم نے ان چیزوں کی طرف نظر نہ کی تو تم ان سب سے بے پروا اور پُر سکون ہو جاؤ گے۔ اسی کے مُتَعَلِّق حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ فرمان ہے کہ ”نظر کی حفاظت کرو کیونکہ یہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے اور دیکھنے والے کو فتنے میں ڈالنے کے لیے یہی کافی ہے۔“

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا: ”شہوتوں کے لئے سب سے اچھی رکاوٹ نگاہیں نیچی رکھنا ہے۔“ اور کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

وَ اَنْتَ اِذَا اَرْسَلْتَ طَرْفَكَ رَائِدًا　　لَعَلَّكَ يَوْمًا اَتْعَبَتْكَ الْمَنَاظِرُ

رَاَيْتَ الَّذِيْ مَا كُلُّهُ اَنْتَ قَادِرٌ　　عَلَيْهِ وَ لَا عَنْ بَعْضِهِ اَنْتَ صَابِرُ

فَاِيَّاكَ وَالْاَمْرَ الَّذِيْ اِنْ تَوَسَّعَتْ　　مَوَارِدُهٗ ضَاقَتْ عَلَيْكَ الْمَصَادِرُ

ترجمہ: (۱)...اگر تم نے اپنی نگاہ کو کھلا چھوڑ دیا تو طرح طرح کے مناظر ایک دن تمہیں تھکا دیں گے۔ (۲)...کیونکہ تم نہ تو سب کا سب دیکھ سکو گے اور نہ بعض سے صبر کر سکو گے۔ (۳)...لہٰذا ایسے معاملے سے بچو کہ اگر اس میں داخل ہونے کے راستے کشادہ ہو گئے تو اس سے نکلنے کے راستے تم پر تنگ ہو جائیں گے۔

نگاہیں جھکانے کا فائدہ

جب تم نظر کی حفاظت کرتے ہوئے اسے جھکائے رکھو گے اور بے فائدہ و بے کار چیزوں کی طرف نہیں دیکھو گے تو تمہارا سینہ صاف ہو جائے گا، دل فارغ ہو کر کثیر وسوسوں سے راحت پا جائے گا اور نفس آفات سے سلامت ہو کر نیکیوں میں اضافے کی طرف بڑھے گا۔ پس اس جامع نکتے سے آگاہ رہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل واحسان

سے توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

﴿3﴾... **تہدید:** جہاں تک تہدید یعنی ڈرانے کی بات ہے تو وہ مذکورہ آیتِ طیبہ کے اس حصے میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ (پ۱۸، النور: ۳۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ کو اُن کے کاموں کی خبر ہے۔

اور اس فرمانِ باری تعالیٰ میں بھی تہدید ہے:

یَعْلَمُ خَآىٕنَةَ الْاَعْیُنِ وَ مَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

جس بندے کو اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے حضور کھڑا ہونے کا خوف ہو تو اُسے ڈرانے کے لئے اتنی ہی نصیحت کافی ہے۔ یہ پہلا اصول کتابُ اللہ سے تھا۔

❁...**دوسرا اصول:** حضور سرورِ عالَم، شافعِ اُمَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانِ عالی ہے کہ ”عورت کے محاسن (حسن و جمال) کی طرف دیکھنا ابلیس کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے تو جس نے اِسے ترک کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے عبادت کا ایسا مزہ چکھائے گا جو اسے خوش کر دے گا۔“[1]

عبادت کی مٹھاس اور مناجات کی لذت عبادت گزاروں کے نزدیک بہت بڑی چیز ہے اور اِس کے لئے حدیث میں بیان کردہ عمل ایک مُجَرَّب نسخہ ہے جو اس پر عمل کرے گا اسے اس کا یقین ہو جائے گا، بے شک جب وہ فضول چیزوں سے اپنی نظر کی حفاظت کرے گا تو عبادت کی لذت و مٹھاس اور دل کی ایسی صفائی پائے گا جو اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔

1... نوادر الاصول، الاصل الرابع والاربعون والمائتان، ۲/۹۷۸، حدیث: ۱۲۸۷

❁...**تیسرا اصول:** تم اپنے ہر عضو پر غور کرو کہ اُس کا صحیح استعمال کہاں ہے اور اُسے کس لئے بنایا گیا ہے؟ تو اُسی حساب سے تم ان کی حفاظت و نگہداشت کرو۔ تو یاد رکھو! پاؤں جنتی باغات اور محلات کی سیر کے لیے ہیں، ہاتھ شرابِ طہور کے جام پینے اور پھل کھانے کے لیے ہیں، یونہی تمام اعضاء کا معاملہ ہے، پس آنکھیں رَبُّ الْعٰلَمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ کا دیدار کرنے کے لیے ہیں۔ بے شک دونوں جہاں میں اس سے بڑی عزت و کرامت کوئی نہیں ہے، لہٰذا جس شے سے اتنی عظیم نعمت و کرامت کی امید ہو وہ یقینی طور پر اس بات کی حقدار ہے کہ اس کی حفاظت اور عزت و تکریم کی جائے۔ شاعر کہتا ہے:

وَکَیْفَ تَرٰی لَیْلٰی بِعَیْنٍ تَرٰی بِھَا　　　سِوَاھَا وَمَا طَھَّرْتَھَا بِالْمَدَامِعِ

ترجمہ: تو لیلیٰ کو ان آنکھوں سے کیسے دیکھے گا جن سے اوروں کو دیکھتا ہے حالانکہ تو نے آنسو بہا کر انہیں صاف بھی نہیں کیا۔

بیان کردہ تین اصولوں میں اگر تم نے اچھی طرح غور و فکر کیا تو یہ تمہیں کافی ہوں گے اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

دوسری فصل　کان کا بیان

کان کو بھی فضول اور بری باتوں سے بچانا ضروری ہے اور یہ دو وجہ سے ہے۔

❁...**پہلی وجہ:** مروی ہے کہ سننے والا بولنے والے کا شریک ہوتا ہے۔ اسی بارے میں ایک شاعر نے کہا:

تَحَرَّ مِنَ الطُّرُقِ اَوْسَاطَھَا　　　وَعَدِّ عَنِ الْجَانِبِ الْمُشْتَبِہ

وَسَمْعَکَ صُنْ عَنْ سَمَاعِ الْقَبِیْحِ　　　کَصَوْنِ اللِّسَانِ عَنِ النُّطْقِ بِہ

فَاِنَّکَ عِنْدَ سَمَاعِ الْقَبِیْحِ　　　شَرِیْکٌ لِقَائِلِہٖ فَانْتَبِہ

ترجمہ: (۱)...راستوں میں سے درمیانی راستہ اختیار کر اور شبہ والی جانب سے دور ہو جا۔ (۲)...برا سننے سے اپنی سماعت کو ایسے بچا جیسے برا بولنے سے زبان کو بچاتا ہے۔(۳)...بے شک برا سن کر تو بولنے والے کا شریک ہو جاتا ہے لہٰذا خبر دار ہو جا۔

...دوسری وجہ: بُری اور فضول گفتگو سننا دل میں خیالات اور وسوسے پیدا کرتا ہے پھر بدن میں بے چینی آجاتی ہے اور اس کی وجہ سے عبادت میں دل نہیں لگتا۔

پھر یہ بھی جان لو کہ آدمی کے کان میں پڑنے اور دل میں اترنے والی گفتگو پیٹ میں جانے والے کھانے کی طرح ہوتی ہے اور پیٹ میں جانے والا کھانا نفع مند بھی ہوتا ہے اور نقصان دہ بھی، اس میں غذائیت بھی ہوتی ہے اور زہرِ قاتل بھی، بلکہ گفتگو کی تاثیر کھانے کے مقابلے میں بہت زیادہ اور دیرپا ہوتی ہے کیونکہ کھانا تو نیند وغیرہ کے سبب ہضم ہو کر معدے سے خارج ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اس کا اثر کچھ وقت تک باقی رہ کر ختم ہو جاتا ہے اور انسانی جسم سے اس کا اثر ختم کرنے کے لیے دوا بھی ہوتی ہے مگر اس کے برعکس انسان کے دل میں داخل ہونے والی گفتگو بعض اوقات پوری زندگی اس کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور وہ اسے بھول نہیں پاتا، اگر وہ باتیں بُری ہوں تو انسان کو عیب دار بنا دیتی ہیں اور ان کے سبب دل میں برے خیالات اور وسوسے آتے رہتے ہیں اور بندے کو اس بات کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ ان سے جان چھڑائے اور دل سے ان کی یاد مٹائے، ان کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرے اور ان سے بے خوف نہ رہے ورنہ وہ اسے کسی مصیبت یا بڑی آفت میں مبتلا کرنے کا سبب بن جائیں گے اور اگر تم نے بے کار و فضول باتوں سے اپنے کانوں کی حفاظت کی تو ان تکلیفوں سے راحت میں رہو گے۔ لہٰذا عقلمند کو اس میں غور کرنا چاہیے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

تیسری فصل

زبان کا بیان

تمہارے لیے زبان کی حفاظت کرنا، اسے روکنا اور قید کرکے رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ سارے اعضاء سے بڑھ کر سرکشی، فساد اور دشمنی اس کی وجہ سے ہوتی ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان اقدس پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس کا۔[1]

حضرت سیِّدُنا یونس بن عُبَید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میرا نفس بصرہ کی شدید گرمی میں روزہ رکھنے کی تکلیف برداشت کرسکتا ہے مگر فضول گوئی کا ایک لفظ چھوڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

تو اب تم پر لازم ہے کہ خوب کوشش کرکے زبان کی حفاظت کرو۔

زبان سے متعلِّق پانچ اصول

اب ہم زبان کے بارے میں پانچ اصول ذکر کرتے ہیں:

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ "جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں: ہم تجھے خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ تو سیدھی رہنا کیونکہ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"[2]

---

1 ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۴، حدیث: ۲۴۱۸

2 ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی حفظ اللسان، ۴/۱۸۳، حدیث: ۲۴۱۵

میں کہتا ہوں: اس روایت کا معنیٰ یہ ہے کہ زبان کا بولنا تمام اعضاء پر اثر انداز ہوتا ہے، اچھا بولے تو توفیقِ الٰہی اور بُرا بولے تو ذلت ورسوائی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔ پھر بیان کردہ معنیٰ کو حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کے اس قول سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ”جب تم اپنے دل میں سختی، بدن میں کمزوری اور رزق میں تنگی دیکھو تو جان لو کہ تم نے ضرور کوئی فضول بات منہ سے نکالی ہے۔“

وقت کی قدر کیجئے

﴿2﴾... حفاظتِ زبان کے لئے اپنے وقت کی قدر کرو، کیونکہ انسان جو کلام کرتا ہے وہ زیادہ تر ذکرِ الٰہی کے علاوہ ہی ہوتا ہے اور اس میں بھی بیشتر گناہوں بھری گفتگو ہوتی ہے جس کے متعلق پوچھا جائے گا ورنہ کم از کم فضول و بے کار باتوں میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسّان بن سِنان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان ایک بالا خانے کے پاس سے گزرے تو پوچھا: یہ کب تعمیر کیا گیا؟ پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”اے دھوکے باز نفس! تو فضول چیز کے بارے میں پوچھتا ہے۔“ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ایک سال روزے رکھ کر نفس کو سزا دی۔

میں کہتا ہوں: خوشخبری ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے نفسوں پر متوجہ رہتے ہیں اور افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے شرم وحیا کو خیرباد کہہ دیا اور لگام ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مدد فرمائے۔ شاعر نے بالکل سچ کہا اور کیا ہی خوب کہا کہ

وَ اغْتَنِمْ رَکْعَتَیْنِ فِی ظُلْمَۃِ اللَّیْلِ　　اِذَا کُنْتَ خَالِیًا مُسْتَرِیْحًا

وَ اِذَا مَا ھَمَمْتَ بِاللَّغْوِ فِی الْبَا　　طِلِ فَاجْعَلْ مَکَانَہٗ تَسْبِیْحًا

فَلُزُوْمُ السُّکُوْتِ خَیْرٌ مِنَ النُّطْقِ وَ اِنْ کُنْتَ فِی الْکَلَامِ فَصِیْحًا

ترجمہ:(۱)...جب تو تنہا اور پر سکون ہو تو رات کی تاریکی میں دو رکعات نفل کو غنیمت جان۔(۲)...اور جب تو کوئی باطل و فضول بات بولنا چاہے تو اس کی جگہ ایک بار سبحٰن اللّٰہ کہہ لیا کر۔ (۳)...پس خاموش رہنا بولنے سے بہتر ہے اگرچہ تو بولنے کا ماہر ہو۔

نیک اعمال کو بچائیے

﴿3﴾...زبان کی حفاظت میں نیک اعمال کی حفاظت ہے کیونکہ جو شخص اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتا اور بہت بولتا ہے تو لامحالہ لوگوں کی غیبت میں پڑ جاتا ہے، جیسا کہ ایک مقولہ ہے کہ ”مَنْ کَثُرَ لَغَطُهُ کَثُرَ سَقَطُهُ یعنی جو زیادہ بولتا ہے زیادہ غلطی کرتا ہے۔“ اور غیبت تو نیکیوں کو تباہ کر دینے والی بجلی ہے، منقول ہے کہ ”لوگوں کی غیبت کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک منجنیق (پتھر پھینکنے کا آلہ) نصب کر لے اور اس کے ذریعے اپنی نیکیاں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب چاروں طرف پھینکتا رہے۔

غیبت کرنے والے کو تحفہ

ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ کسی نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی سے کہا: اے ابوسعید! فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تازہ کھجوروں سے بھرا ایک تھال اس کو بھجوایا اور پیغام دیا کہ مجھے پتا چلا ہے تم نے اپنی نیکیاں مجھے تحفے میں دی ہیں تو میں نے بھی چاہا کہ تمہیں اس کا بدلہ دے دوں۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابنِ مُبارک رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس غیبت کا تذکرہ ہوا تو آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر میں غیبت کرتا تو اپنی ماں کی ضرور کرتا

کیونکہ وہ میری نیکیوں کی زیادہ حقدار ہے۔

عبادت کسی کی، ثواب کسی اور کا

منقول ہے کہ ایک بار حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رات کا قیام نہ کر سکے تو اس پر ان کی اہلیہ نے انہیں عار دلائی تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: گزشتہ رات چند لوگوں نے نمازیں پڑھیں، جب صبح ہوئی تو انہوں نے میری غیبت کرلی اب قیامت کے دن ان کی نمازیں میرے ترازو میں ہوں گی۔

آفتوں سے سلامتی پائیے

﴿4﴾...زبان کی حفاظت میں دنیاوی آفات سے سلامتی ہے۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: زبان سے ایسی بات مت نکال جس کی وجہ سے تیرے دانت توڑ دیئے جائیں۔ ایک دوسرے بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اپنی زبان کو اتنا دراز مت کرو کہ تمہاری عزت وشان خراب ہو جائے۔ کسی شاعر نے کہا:

اِحْفَظْ لِسَانَكَ لَاتَقُوْلُ فَتُبْتَلٰی ۔۔۔ اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَكَّلٌ بِالْمَنْطِقِ

ترجمہ: اپنی زبان کی حفاظت کر، نہ بول نہ مصیبت میں پڑ، بے شک مصیبت گفتگو سے جڑی ہوئی ہے۔

حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں:

اَلَا اِحْفَظْ لِسَانَكَ اِنَّ اللِّسَانَ ۔۔۔ سَرِیْعٌ اِلَی الْمَرْءِ فِیْ قَتْلِهٖ

وَ اِنَّ اللِّسَانَ دَلِیْلُ الْفُؤَادِ ۔۔۔ یَدُلُّ الرِّجَالَ عَلٰی عَقْلِهٖ

ترجمہ: خبر دار! اپنی زبان کی حفاظت کر کیونکہ زبان بہت جلد آدمی کو قتل کروا دیتی ہے۔ بے شک زبان دل کی دلیل ہے جو لوگوں کو بولنے والے کی عقل پر مُطَّلع کرتی ہے۔

غارت گر شیر

حضرت سیِّدُنا اِبْنِ مُطِیع رَحمۃُ اللہِ تَعالٰی عَلَیہ نے فرمایا:

لِسَانُ الْمَرْءِ لَیْثٌ فِیْ کَمِیْنٍ　اِذَا خَلّٰی اِلَیْهِ لَهٗ اِغَارَهْ

فَصُنْهُ عَنِ الْخَنَا بِلِجَامِ صَمْتٍ　یَکُنْ لَکَ مِنْ بَلِیَّاتٍ سِتَارَهْ

ترجمہ: آدمی کی زبان گھات لگائے شیر کی مانند ہے اسے جیسے ہی موقع ملتا ہے غارت گری کرتا ہے لہٰذا خاموشی کی لگام دے کر زبان کو بدزبانی سے بچا تو یہ تیرے لیے آفتوں و مصیبتوں سے آڑ بن جائے گی۔

ایک مشہور کہاوت ہے کہ ”بہت سے الفاظ بندے سے کہتے ہیں: ہمیں منہ سے مت نکالو۔“

اُخروی آفتوں کو یاد کیجئے

﴿5﴾... اُخروی آفات اور ان کے انجام کو یاد کرنا۔ اس معاملے میں صرف ایک نکتہ ذہن نشین کر لو کہ تم جو بات کرو گے وہ یا تو ناجائز و حرام ہو گی یا پھر جائز مگر فضول و بے کار، اگر ناجائز بات ہوئی تو اس پر تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا جسے برداشت کرنے کی تم میں طاقت نہیں۔ چنانچہ

حضور نبی رحمت، شَفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے جہنم میں کچھ لوگوں کو مردار کھاتے دیکھا، میں

نے پوچھا: اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ لوگوں کا گوشت کھانے (یعنی غیبت کرنے) والے ہیں۔[1]

زبان کو روکو ورنہ۔۔۔!

حضور نبی اکرم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: علما (یا باعمل حفاظ قرآن) اور طالب علموں سے اپنی زبان کو روکے رکھو اور اپنی زبان سے لوگوں کی آبروریزی نہ کرو ورنہ جہنم کے کتے تمہیں پھاڑ ڈالیں گے۔[2]

حضرت سیِّدُنا ابو قِلابہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "غیبت کی وجہ سے دل ہدایت سے ہٹ کر ویران ہو جاتا ہے۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے ہمیں اس بات سے محفوظ رکھے۔ (امین)

جائز گفتگو کیوں نہ کی جائے؟

یہ کلام ناجائز گفتگو کے مُتَعَلِّق تھا جبکہ جائز گفتگو بھی چار وجہوں سے ترک کر دینی چاہیے۔

(۱)... کراماً کاتبین کو ایسی چیز لکھنے کی تکلیف دینا جس میں کوئی بھلائی ہے نہ فائدہ، لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ ان سے حیا کرے اور انہیں تکلیف نہ دے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ﴿۱۸﴾ (پ۲۶، قٓ: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

---

1 ...مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ۱/۵۵۳، حدیث: ۲۳۲۴

2 ...الترغیب والترہیب، الترہیب من الریاء... الخ، ۱/۵۰، حدیث: ۵۹

(۲)...اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایسا نامہ اعمال پیش کرنا جس میں بے کار و فضول باتیں درج ہوں، لہٰذا بندے کو چاہئے کہ اس سے بچے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کسی شخص کو بیہودہ گوئی کرتے دیکھا تو فرمایا: اے فلاں! تو بارگاہِ الٰہی کے لئے نامۂ اعمال لکھوا رہا ہے تو دیکھ لے کیا لکھوا رہا ہے؟

(۳)...قیامت کے دن فضول باتوں سے پُر اعمال نامہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ کے سامنے پڑھنا ہوگا، اُس وقت ساری مخلوق جمع ہوگی، چاروں طرف ہولناکی و سختی ہوگی اور تم بھوکے پیاسے اور ننگے ہوگے اور جنت اور جنتی نعمتوں سے روک دیئے گئے ہوگے۔

(۴)...قیامت میں تمہیں اپنی دنیاوی گفتگو پر ملامت و شرمندگی ہوگی، تمہارے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور تمہیں ربّ عَزَّوَجَلَّ سے حیا آئے گی۔ مقولہ ہے کہ "اِیَّاکَ وَالْفُضُوْلَ فَاِنَّ حِسَابَہٗ یَطُوْلُ یعنی فضول گفتگو سے بچ کیونکہ اس کا حساب بہت طویل ہوگا۔"

نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے ان چار باتوں کی نصیحت کافی ہے۔ ان کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "اَسْرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیْن" میں بیان کر دی ہے، اگر زیادہ کی خواہش ہے تو اسے پڑھ لو تمہاری تشفّی ہو جائے گی۔

چوتھی فصل — دل کا بیان

اصلاحِ دل کے پانچ اصول

دل کی حفاظت، اس کی اصلاح، اس میں اچھا غور و فکر اور خوب کوشش کرنا بھی تم پر لازم ہے کیونکہ اس کا معاملہ تمام اعضاء سے زیادہ پُر خطر، زیادہ اثر انگیز اور زیادہ پیچیدہ ہے اور اس کی اصلاح بھی سب سے مشکل ہے۔ میں اس کی اصلاح کے پانچ

اصول بیان کرتا ہوں جو کافی ووافی ہوں گے۔

وہ خبر دار ہے

...پہلا اصول: دل کی حفاظت کے لئے پہلا اصول درج ذیل فرامین باری تعالیٰ ہیں:

﴿1﴾...

يَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۱۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ اور جو کچھ سینوں میں چھپا ہے۔

﴿2﴾...

وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ جانتا ہے جو تم سب کے دلوں میں ہے۔

﴿3﴾...

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾ (پ۶، المائدۃ: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن مجید میں اس بات کا تذکرہ کس قدر فرمایا ہے اوراِسے بار بار دہرایا ہے اور خاص بندوں کو ڈرانے اور خبر دار کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ دلوں کے حال سے باخبر ہے۔" کیونکہ غیبوں کے جاننے والے کے ساتھ معاملہ بڑا نازک ہے تو غور کرو کہ تمہارے دلوں کے کیسے کیسے خیالات سے وہ باخبر ہے۔

دلوں پر نظر

...دوسرا اصول: حفاظتِ دل کے لئے دوسرا اصول شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشادِ عالی ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَبْشَارِکُمْ وَاِنَّمَا یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری صورتوں اور کھالوں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔[1]

جب دل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نظر کا مقام ہے تو پھر تعجب ہے اس شخص پر جو مخلوق کو نظر آنے والے اپنے چہرے کو آراستہ کرنے میں لگا ہوا ہے کہ اسے دھوتا اور میل کچیل سے صاف رکھتا ہے اور جتنا ہو سکتا ہے اسے خوبصورت کرنے میں لگا رہتا ہے تاکہ لوگوں کو اس میں کوئی خامی نظر نہ آئے جبکہ وہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نظر کے مقام یعنی اپنے دل کا خیال نہیں رکھتا کہ اسے بھی صاف ستھرا اور آراستہ کرے تاکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس میں کوئی میل کچیل، آفت اور عیب نہ پائے بلکہ وہ اپنے دل کو ایسی گندگیوں، غلاظتوں اور برائیوں سے بھر دیتا ہے کہ اگر لوگوں کو اُن میں سے ایک کا بھی پتا چل جائے تو یقیناً اس سے دور بھاگیں، کنارہ کشی کر لیں اور اُسے دھتکار دیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی مدد فرمانے والا ہے۔

پیشوا کا صحیح ہونا ضروری ہے

❁...**تیسرا اصول:** دل ایسا سردار و بادشاہ ہے جس کی اطاعت و پیروی کی جاتی ہے، تمام اعضاء اس کی رعایا ہیں پس جب پیشوا صحیح ہوگا تو پیروکار بھی صحیح ہو جائیں گے اور جب بادشاہ سیدھا رہے گا تو رعایا بھی سیدھی رہے گی۔ اسی بات کو پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں بیان فرمایا کہ ”اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ یعنی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح

---

1 ...مسلم، کتاب البر، باب تحریم ظلم...الخ، ص۱۳۸۷، حدیث: ۲۵۶۴

رہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے۔"[1] جب تمام تر اصلاح کا مدار دل پر ہے تو اس پر بھرپور توجہ دینا ضروری ہے۔

جواہرات کی تجوری

❋...**چوتھا اصول:** دل بندے کے تمام عمدہ خزانوں اور جواہرات کے لیے ایک تجوری ہے، ہر جوہر بیش قیمت ہے، ان عمدہ جواہرات میں سب سے پہلے عقل ہے اور سب سے عظیم تر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی معرفت ہے اور یہی دونوں جہاں کی سعادت کا سبب ہے، پھر بصیرت ہے جو بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عزت ووجاہت دلاتی ہے، پھر عبادات میں خالص نیت ہے جس پر ہمیشہ کے ثواب کا دارومدار ہے۔ پھر طرح طرح کی حکمتیں اور علوم ہیں جو بندے کی بزرگی کا سبب ہیں یونہی تمام عمدہ اخلاق وصفات ہیں جو بندے کو دوسروں سے افضل کر دیتے ہیں۔ ان سب کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "اَسْرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیْن" میں کر دی ہے۔

جب تجوری اتنی قیمتی ہو تو لازم ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور اسے گندگی اور آفات سے بچایا جائے، یونہی چوروں، ڈاکوؤں سے بھی اسے محفوظ رکھا جائے اور کئی طرح سے اسے عزت دی جائے تاکہ اس میں موجود نادر جواہرات تک کوئی میل کچیل پہنچے نہ ہی کوئی دشمن ان پر قبضہ کر سکے۔

دل کے پانچ احوال

❋...**پانچواں اصول:** میں نے دل کی حالت پر غور کیا تو مجھے اس کے پانچ ایسے احوال

1... بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا الدینہ، ۱/۳۳، حدیث: ۵۲

نظر آئے جو انسان کے دیگر اعضاء میں نہیں ہوتے۔

﴿1﴾... دشمن اسے تباہ کرنے کے در پے ہے اور اپنی تمام تر فریب کاریوں کے ساتھ اس کے پیچھے پڑا ہے کیونکہ شیطان ہر وقت انسان کے دل کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور دل الہام اور وسوسہ دونوں کی جگہ ہے کہ فرشہ اور شیطان دونوں اسے اپنی طرف دعوت دینے میں لگے رہتے ہیں۔

﴿2﴾... دل کی مصروفیت بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ عقل اور خواہش دونوں دل ہی میں ہوتی ہیں لہٰذا یہ دو لشکروں کا میدانِ جنگ بنا ہوا ہے، ایک طرف خواہش اپنی فوج کے ساتھ موجود ہے تو دوسری طرف عقل اپنے لشکر کے ساتھ کھڑی ہے اور دل ہمیشہ ان دونوں کی باہمی مخالفت اور جنگ کے درمیان رہتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اِس سرحدی علاقے کی حفاظت و نگہداشت کی جائے اور اس سے غافل نہ رہا جائے۔

﴿3﴾... دل کے عوارضات بھی بہت زیادہ ہیں کیونکہ وسوسے اور خیالات تیروں اور بارش کی مانند دن رات اس پر برستے رہتے ہیں جن کے ختم ہونے کی صورت نظر نہیں آتی اور نہ ہی تم انہیں روکنے کی طاقت رکھتے ہو، دل آنکھ کی طرح دو پلکوں کے مابین بھی نہیں ہے کہ جنہیں تم بند کر کے پر سکون ہو جاؤ، نہ ہی یہ کسی تنہائی والی جگہ میں ہے اور نہ ہی اندھیری رات میں ہے کہ دشمن اسے دیکھ نہ سکے، یہ زبان کی طرح دو جبڑوں کے پیچھے دانتوں اور ہونٹوں کی آڑ میں چھپا ہوا بھی نہیں ہے کہ تم اسے روک سکو بلکہ دل تو وسوسوں کا نشانہ ہے جنہیں تم روک سکتے ہو نہ کسی صورت دل کو ان سے بچانے کی تمہیں قدرت ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ وسوسے کبھی دل سے جدا ہو جائیں، پھر نفس بھی ان وسوسوں کی پیروی کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان وسوسوں

کا مقابلہ کرنا انتہائی مشکل معاملہ ہے جو مکمل طاقت اور شدید محنت کا محتاج ہے۔

﴿4﴾... دل کا علاج تمہارے لیے بڑا دشوار ہے کیونکہ وہ تم سے پوشیدہ ہے اور بہت مشکل ہے کہ تم اس کی طرف بڑھنے والی آفت یا اس کی بدلتی حالت کو بھانپ سکو۔ لہٰذا اس کی چھان بین کے لیے تمہیں طویل مجاہدات، گہرے غور و فکر اور کثیر ریاضت کی ضرورت ہے۔

﴿5﴾... آفات دل کی طرف بہت تیزی سے بڑھتی ہیں اور دل بھی بہت جلد بدل جاتا ہے، منقول ہے کہ ''دل جوش مارتی ہنڈیا سے بھی زیادہ تیزی سے پلٹ جاتا ہے۔'' اسی وجہ سے ایک شاعر نے کہا:

مَا سُمِّیَ الْقَلْبُ اِلَّا مِنْ تَقَلُّبِهٖ وَ الرَّاْیُ یَضْرِبُ بِالْاِنْسَانِ اَطْوَارًا

ترجمہ: دل کو بدلتے رہنے کی وجہ سے ''قلب'' کہتے ہیں اور رائے انسان میں طرح طرح کی حالتیں پیدا کرتی ہے۔

دل پر بھرپور توجہ ضروری ہے

پھر مَعَاذَ اللہ اگر دل پھسل جائے تو اس کا پھسلنا بہت بڑا ہو گا اور اس کا بگڑ جانا انتہائی پریشان کن ہو گا، اس کی سب سے چھوٹی لغزش یہ ہے کہ یہ سخت ہو جائے اور غیرُ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور انتہائی لغزش یہ ہے کہ اس پر کفر کی مہر لگ جائے، کیا تم نے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ﱟ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ (پ۱، البقرۃ: ۳۴)

ترجمۂ کنز الایمان: منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

تکبُّر شیطان کے دل میں موجود تھا جس نے اُسے ظاہر میں بھی انکار اور کفر پر ابھارا۔

کیا تم نے یہ فرمانِ الٰہی نہیں سنا:

وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ (پ۹، الاعراف: ۱۷۶)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا۔

دولت کی طرف میلان اور خواہش بَلعَم بن باعورا کے دل میں موجود تھی جس نے اسے اس انتہائی برے گناہ پر ابھارا۔ اب یہ فرمانِ باری تعالیٰ سنو:

وَ نُقَلِّبُ اَفْـٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ (پ۷، الانعام: ۱۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم پھیر دیتے ہیں ان کے دلوں اور آنکھوں کو جیسا وہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور اُنھیں چھوڑ دیتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں۔

اے بندے! یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندے اپنے دلوں کے معاملے میں خوفزدہ رہے، ان پر روتے رہے اور ان پر اپنی پوری توجہ رکھی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسوں کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے:

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ (پ۱۸، النور: ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور تمہیں نصیحت حاصل کرنے، وسوسوں کے وقت ہوشیار رہنے اور عمدہ طریقے سے دلوں کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

اصلاح دل کے متعلِّق کُتُب

اگر یہ کہا جائے کہ اس دل کا معاملہ تو بہت اہم ہے لہذا ہمیں وہ باتیں بتادیجئے جن سے اس کی اصلاح ہو سکے اور وہ آفات بھی بتادیجئے جو اسے خراب کرتی ہیں، امید ہے ہمیں ان پر عمل کی توفیق نصیب ہو جائے؟ تو جان لو کہ ان کی تفصیل اتنی زیادہ ہے کہ اس کتاب میں ان کی گنجائش نہیں، علمائے آخرت ان معانی کو بیان کرنے اور اس نکتہ پر کتابیں لکھنے کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اصلاحِ دل کے لیے ایسی 90 عمدہ صفات بیان کیں جن کا بندہ محتاج ہے اور ان کے مقابلے میں 90 بری چیزیں ذکر کیں جن سے بچنا ضروری ہے۔ پھر ضروری اور ممنوعہ افعال کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا۔ میری زندگی کی قسم! جو شخص اپنے دینی معاملے کی اہمیت کو سمجھے گا اور خواب غفلت سے بیدار رہ کر اپنی فکر کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے ان تمام باتوں کو حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا اسے زیادہ نہیں لگے گا۔

ان باتوں کا کچھ حصہ ہم نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' (جلد۳) کے باب ''عجائب قلب کا بیان'' میں ذکر کیا ہے مگر ان سب کی تفصیل اور علاج کی کیفیت اپنی کتاب ''اَسْرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیْن'' میں بیان کی ہے، یہ بذات خود ایک مستقل اور عظیم فوائد پر مشتمل کتاب ہے مگر اس سے جید علما اور پختہ علم والے ہی نفع اٹھا پاتے ہیں۔ جبکہ اس کتاب (منہاج العابدین) کا مقصد یہ ہے کہ اس سے ہر ابتدائی وانتہائی درجے والا اور ہر مضبوط و کمزور شخص نفع اٹھا سکے۔

یَاسَلَامُ 111 بار پڑھ کر بیمار پر دم کرنے سے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ شفا حاصل ہو گی۔

(مدنی پنج سورہ، ص ۲۴۷)

چار آفتیں اور چار خوبیاں

جب ہم نے ان اصولوں میں غور کیا جن کا بیان کرنا دل کے علاج کے لیے ضروری ہے اور اِن کی سخت حاجت ہے اور عبادت کے معاملے میں ان سے کسی طرح بے پروائی نہیں برتی جاسکتی تو ہم نے چار ایسے امور پائے جو عبادت گزاروں کو لغزش دینے والے، مجاہدہ کرنے والوں کے لیے آفت، دلوں کے لیے فتنہ وآزمائش، نفس کے لیے بلا ومصیبت، عبادت میں رکاوٹ ڈالنے والے اور اعمال کو خراب وباطل کرنے والے ہیں اور ان کے مقابلے میں چار خوبیاں بھی ہیں جو عبادت کرنے والوں کے قدم مضبوط کرتی، عبادت پر مدد گار اور دلوں کی اصلاح کرنے والی ہیں۔

چار آفتیں یہ ہیں: (۱)... لمبی امید (۲)... حسد (۳)... جلد بازی اور (۴)... تکبُّر۔ جبکہ چار خوبیاں یہ ہیں: (۱)... چھوٹی امید (۲)... معاملات میں بردباری (۳)... مخلوق سے خیر خواہی اور (۴)... عاجزی وانکساری۔

دل کو سنوارنے اور اسے بگاڑنے والی یہی بنیادی باتیں ہیں اور اسی نکتے پر سارا مدار ہے، لٰہذا تم ان آفات سے بچنے اور خوبیوں کو اپنانے کی پوری کوشش کرو تاکہ تمہاری محنت ٹھکانے لگے اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔ اب میں مختصر وجامع لفظوں میں تمہیں ان آفات سے آگاہ کرتا ہوں۔

یَاوَاحِدُ 1001 بار، جس کو اکیلے میں ڈر لگتا ہو، تنہائی میں پڑھ لے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے دل سے خوف جاتا رہے گا۔ (مدنی پنج سورہ، ص ۲۵۵)

پہلی آفت

لمبی امید

لمبی امید ہر نیکی و ہر بھلائی میں رکاوٹ بنتی اور ہر فتنہ اور ہر برائی کی جڑ ہے اور یہ ایسی لاعلاج بیماری ہے جو مخلوق کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یاد رکھو! جب تمہاری امید لمبی ہو گی تو تمہارے اندر چار چیزیں زور پکڑیں گی:

عبادت میں سستی

﴿1﴾... **عبادت کو چھوڑنا اور اس میں سستی کرنا:** اس طرح کہ تم کہتے ہو: عنقریب کر لوں گا، ابھی تو چند دن پڑے ہیں نیکی کا موقع جانے نہیں دوں گا۔ حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سچ ہی فرمایا کہ "مَنْ خَافَ الْوَعِیْدَ قَرُبَ عَلَیْہِ الْبَعِیْدُ وَمَنْ طَالَ اَمَلُہٗ سَاءَ عَمَلُہٗ یعنی جو سزا کی دھمکی سے ڈرا دُوری اُس سے قریب ہوگئی اور جس کی امید لمبی ہوئی اس کا عمل بُرا ہوگیا۔" اور حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے فرمایا: امید ہر بھلائی سے دور کرتی، لالچ ہر حق سے روکتی، صبر ہر کامیابی تک پہنچاتا اور نفس ہر برائی کی دعوت دیتا ہے۔

توبہ میں ٹال مٹول

﴿2﴾... **توبہ نہ کرنا اور اس میں ٹال مٹول سے کام لینا:** یوں کہ تم کہتے ہو: عنقریب توبہ کر لوں گا، پوری زندگی پڑی ہے ابھی تو میں جوان ہوں، ابھی میری عمر ہی کیا ہے، توبہ تو میرے اختیار میں ہے جب چاہوں گا کر لوں گا۔ بندہ اسی بات پر ڈٹا ہوتا ہے کہ موت اصلاحِ اعمال سے پہلے ہی اسے اچک لیتی ہے۔

مال جمع کرنے کا لالچ

﴿3﴾... **آخرت چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہونا اور مال جمع کرنے کا لالچ:** بندہ کہتا ہے: مجھے بڑھاپے میں محتاجی کا ڈر ہے، ہو سکتا ہے میں کمانے کے قابل نہ رہوں لہٰذا اتنا جمع کر لوں جو بیماری، بڑھاپے یا محتاجی میں کام آئے۔ ایسی سوچیں تمہارے اندر دنیا کی رغبت اور لالچ بڑھاتی اور مال جمع کرنے پر ابھارتی ہیں۔ پھر تم کہتے ہو: میں کیا کھاؤں گا؟ کیا پیؤں گا اور کیا پہنوں گا؟ سردی آگئی، گرمی آگئی اور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، ہو سکتا ہے ابھی میری زندگی باقی ہو تو پھر میں بڑھاپے میں شدید محتاج ہو جاؤں گا لہٰذا میرے پاس اتنا تو ہونا چاہیے کہ مجھے لوگوں کی ضرورت نہ پڑے۔ یہ اور اس جیسی امیدیں دنیا کی طلب اور اس کی رغبت پیدا کرتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ جمع کرنے اور جو کچھ پاس ہے اسے خرچ کرنے سے روکتی ہیں، ان کا کم از کم نقصان یہ ہے کہ یہ تمہارے دل کو مشغول رکھتی، تمہارے وقت کو ضائع کرتی اور بے کار کے رنج و غم میں اضافہ کرتی ہیں۔

حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: آنے والے دن کی فکر نے مجھے ہلاک کر دیا۔ عرض کی گئی: اے ابو ذر! وہ کیسے؟ فرمایا: میری امیدیں میری موت سے بھی آگے بڑھ گئی ہیں۔

دل کی سختی

﴿4﴾... **دل کی سختی اور آخرت کو بھول جانا:** یہ بھی لمبی اُمید کی آفت ہے کیونکہ جب تمہیں لمبی زندگی کی امید ہو گی تو تم موت اور قبر کو بھول جاؤ گے، جیسا کہ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اِثْنَانِ طُوْلُ الْاَمَلِ

وَاتِّبَاعِ الْهَوٰی اَلَاوَاِنَّ طُوْلَ الْاَمَلِ یُنْسِی الْاٰخِرَۃَ وَاتِّبَاعِ الْهَوٰی یَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ یعنی مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف دو چیزوں کا ہے: لمبی امید اور خواہش کی پیروی، سنو! لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور خواہش کی پیروی حق بات سے روک دیتی ہے۔

غفلت بڑھ جائے گی

جب تمہاری ذہنی و قلبی توجہات کا مرکز دنیاوی عیش واسباب اور لوگوں کے ساتھ میل جول ہو گا تو تمہارا دل سخت ہو جائے گا کیونکہ دل تو موت و قبر، ثواب وعذاب اور آخرت کے احوال یاد کرنے سے نرم اور صاف ہوتا ہے اور جب ان میں سے تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہو گا تو دل کہاں سے نرم اور صاف ہو گا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ (پ۲۷، الحدید: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے۔

پس جب تمہاری امید لمبی ہو جائے گی تو تمہاری عبادت تھوڑی ہو جائے گی، توبہ میں تاخیر ہو گی، گناہ بڑھ جائیں گے، لالچ جوش مارے گی، دل سخت ہو جائے گا اور آخرت سے غفلت مزید بڑھ جائے گی پھر مَعَاذَ الله اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رحم نہ فرمایا تو تمہاری آخرت برباد ہو جائے گی، اب بتاؤ اس سے برا حال اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور اس سے بڑی آفت اور کونسی سے ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو! ان سب آفتوں کا سبب لمبی امیدیں ہیں۔

کتنے ہی آنے والے کل نہ پا سکے

البتہ! جب تم اپنی امیدوں کو چھوٹا کر لو گے، موت کو اپنے قریب تصوُّر کرو گے

اور اپنے ان بھائیوں اور پڑوسیوں کے احوال یاد کرو گے جنہیں موت نے ایسے وقت میں اچک لیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اور یہ سوچو گے کہ شاید میرا حال بھی ان ہی جیسا ہے تو تم کہو گے: اے دھوکے باز نفس! اس بات کو یاد کر جو حضرت سیِّدُنا عون بن عبد اللہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہی ہے: ”کتنے ہی ایسے ہیں جنہوں نے دن کا استقبال کیا مگر اس کو پورا نہ کر سکے اور کتنے ہی کل کا انتظار کرنے والے کل کو نہ پا سکے۔“

تین دن کی دنیا

اگر تم واقعی موت اور اس کی مسافت پر غور کرو تو یقیناً امید اور اس کے فریب سے نفرت کرنے لگو گے، کیا تم نے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام کا یہ فرمان نہیں سنا: دنیا تین دن کی ہے: (۱)...ایک گزشتہ کل جو گزر گیا، اس میں تمہیں کچھ اختیار نہیں (۲)...دوسرا آنے والا کل، تم نہیں جانتے کہ اُسے پاسکو گے یا نہیں؟ اور (۳)...تیسرا وہ دن جس میں تم موجود ہو تو اسی کو غنیمت جانو۔

پھر حضرت سیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا یہ فرمان دیکھو کہ ”دنیا تین ساعتوں کی ہے، ایک وہ جو گزر چکی، دوسری وہ جس میں تم ہو اور تیسری وہ جس کا تمہیں پتا ہی نہیں کہ اسے پاسکو گے یا نہیں۔“ تو در حقیقت تم ایک ہی ساعت کے مالک ہو کیونکہ موت تو ہر آنے والی ساعت میں ممکن ہے۔

تم ایک سانس کے مالک ہو

پھر ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے اس فرمان پر غور کرو کہ ”دنیا تین سانسوں کی ہے، ایک سانس جو تم لے چکے اور اس میں جو عمل کرنا تھا کر چکے، ایک سانس وہ جو

تم لے رہے ہو اور ایک آنے والی سانس جس کی تمہیں خبر نہیں کہ لے بھی سکو گے یا نہیں۔" کتنے ہی سانس لینے والوں کو موت اگلی سانس سے پہلے ہی آدبوچتی ہے۔ پس تمہارے پاس ایک ہی سانس ہے نہ کہ ایک گھڑی اور ایک دن، تو اس سے پہلے کہ موت آجائے اسی ایک سانس میں عبادت اور توبہ کی طرف جلدی کرو۔

ہر قدم پر موت کا گمان

اے نفس! رزق کے اہتمام میں مت پڑ، ممکن ہے تو زندہ ہی نہ رہے کہ تجھے اس کی ضرورت پیش آئے پس یوں تیرا یہ وقت ضائع اور کوشش بیکار جائے گی، کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان ایک سانس یا گھڑی یا پھر ایک دن کے لیے رزق کا اہتمام کرے؟ اے نفس کیا تجھے اِمَامُ الْمُتَوَكِّلِيْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْن صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی وہ بات یاد نہیں جو انہوں نے اپنے اصحاب سے (سیِّدُنا اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے متعلّق) فرمائی تھی کہ "کیا تمہیں ایک ماہ کے ادھار پر باندی خریدنے والے اُسامہ پر تعجُّب نہیں، بے شک وہ لمبی امید لگانے والا ہے، اللہ کی قسم! میں نے جب بھی قدم رکھا تو اٹھانے سے پہلے اور جب بھی لقمہ منہ میں ڈالا تو نگلنے سے پہلے یہی گمان کیا شاید ابھی مجھے موت آجائے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آکر رہے گی اور تم عذابِ الٰہی کو ٹال نہیں سکتے۔[1]"

امیدوں میں کمی کے ثمرات

جب تم ان باتوں کو یاد رکھو گے اور انہیں بار بار دُہراتے رہو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 ...شعب الایمان، باب فی الزھد، ۷/۳۵۵، حدیث: ۱۰۵۶۴

مسند الشامیین للطبرانی، مسند محمد بن عبد اللہ، ۲/۳۶۵، حدیث: ۱۵۰۵

کے حکم سے تمہاری امید کم ہو جائے گی، اس وقت تم خود کو عبادت اور توبہ کی طرف جلدی کرنے والا پاؤ گے، گناہ چھوڑ دو گے اور دنیا اور اس کی طلب سے منہ موڑ لو گے یوں تمہارا حساب و کتاب آسان ہو جائے گا اور تمہارا دل آخرت اور اس کی ہولناکیوں کی یاد میں لگا رہے گا اور یہ یوں ہو گا کہ تم ایک سانس سے دوسری سانس کی طرف بڑھتے رہو اور ایک ایک کر کے آخرت کی ہولناکیوں کا معائنہ کرتے رہو تو تمہارے دل کی سختی دور ہو جائے گی اور تمہیں دل کی نرمی اور صفائی نصیب ہو جائے گی اور اس کی برکت سے دل میں باری تعالیٰ کا خوف و خشیت پیدا ہو جائے گا اور تمہیں عبادت پر استقامت ملے گی اور اپنے انجام میں سعادت مندی کی امید قوی ہو جائے گی، یوں تم آخرت میں اپنی مراد کو پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور فضلِ خداوندی کے بعد یہ سب اِسی خصلت یعنی امیدوں کو کم کرنے کے طفیل ہو گا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا زرارہ بن ابو اوفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: آپ لوگوں کے نزدیک افضل و عظیم عمل کون سا ہے؟ انہوں نے فرمایا: قضائے الٰہی پر راضی رہنا اور امیدوں کا چھوٹا ہونا۔

اے میرے بھائی! اپنے اوپر غور کر اور اس عظیم صفت کو اپنانے کی سر توڑ کوشش کر کیونکہ دل اور نفس کی اصلاح کے لیے یہ بہت بڑی اور اہم چیز ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و رحمت سے توفیق عطا فرمائے۔

یَاقُدُّوْس کا جو کوئی دورانِ سفر ورد کرتا رہے اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ تھکن سے محفوظ رہے گا۔ (مدنی پنج سورہ، ص۲۴۶)

دوسری آفت

اہل علم اور حسد

حسد نیکیوں کو خراب کرتا اور گناہوں پر ابھارتا ہے اور یہ ایسی بیماری ہے جس میں عوام اور جاہل لوگ تو دور کی بات کثیر قراء اور علما بھی مبتلا ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ حسد انہیں ہلاک کر کے جہنم پر پیش کر دیتا ہے۔ کیا تم نے حضور نبی اکرم، رسول اعظم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ”چھ قسم کے لوگ چھ چیزوں کے سبب جہنم میں جائیں گے: (۱)... عرب عصبیت کی وجہ سے (۲)... حکمران ظلم کی وجہ سے (۳)... سردار تکبر کی وجہ سے (۴)... تاجر خیانت کی وجہ سے (۵)... دیہات والے جہالت کی وجہ سے اور (۶)... علما حسد کی وجہ سے۔[1]“

جب حسد اس قدر بڑی آفت ہے جس کی نحوست نے علما کو بھی جہنم تک پہنچا دیا تو ضروری ہے کہ اس سے بچا جائے۔

حسد کی پانچ خرابیاں

یاد رکھو حسد کی وجہ سے پانچ خرابیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

﴿1﴾... **نیکیوں کو برباد کرنا:** حضور تاجدار انبیاء صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ یعنی حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھاتی ہے۔[2]

1... التفسیر الکبیر، سورۃ البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۱/ ۶۴۵۔ مسند الفردوس، ۱/ ۴۴۴، حدیث: ۳۳۰۹

2... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحسد، ۴/ ۴۷۳، حدیث: ۴۲۱۰

﴿2﴾... **گناہ اور برائیوں کا ارتکاب کرنا:** حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: حسد کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں: (۱)...سامنے چاپلوسی کرتا ہے (۲)...پیٹھ پیچھے غیبت کرتا ہے اور (۳)...دوسرے کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے۔

حاسد سے پناہ مانگو

میں کہتا ہوں: تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور حسد والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے۔ (پ۳۰، الفلق: ۵)

جیسے ربّ تعالٰی نے شیطان مردود اور جادوگر کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا ہے ایسے ہی حاسد کے شر سے بھی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے تو غور کرو کہ حسد کا شر اور فتنہ کس قدر شدید ہو گا کہ اسے جادوگر اور شیطان کے درجے میں رکھا گیا ہے، حتّٰی کہ اس سے پناہ دینے اور اس کے خلاف مدد فرمانے والا اللہ ربُّ الْعٰلَمِیْن ہی ہے۔

مظلوم ظالم

﴿3﴾... **بے فائدہ تھکاوٹ اور رنج و غم کا شکار ہونا:** بلکہ وہ طرح طرح کے گناہوں میں بھی مبتلا ہوتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا ابن سماک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: میں نے حاسد سے زیادہ مظلوم کے ساتھ مشابہت رکھنے والا کوئی ظالم نہیں دیکھا، وہ ہر وقت احساسِ کمتری، پریشان خیالی اور غم میں مبتلا رہتا ہے۔

﴿4﴾... **دل کا اندھا ہو جانا:** حتّٰی کہ حسد کرنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام میں سے

کوئی حکم سمجھ نہیں آتا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: طویل خاموشی کو لازم کرلے تو صاحب ورع ہو جائے گا، دنیا کی لالچ نہ کر تو ہر فتنے سے محفوظ ہو جائے گا، طعنہ زنی نہ کر تو لوگوں کی زبانوں سے بچ جائے گا اور حسد نہ کر تو جلدی سمجھ جانے والا بن جائے گا۔

حاسد محروم وناکام رہتا ہے

﴿5﴾... **محرومی اور رسوائی:** حسد کرنے والا اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے نہ دشمن کا کچھ بگاڑ سکتا ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: طعنے دینے والا دین دار نہیں ہوتا، عیب نکالنے والا عبادت گزار نہیں ہوتا، چغل خور امن میں نہیں ہوتا اور حسد کرنے والا مددِ الٰہی سے محروم ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں: حسد کرنے والا اپنے مقصد میں کامیاب ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ اس کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مسلمان بندوں سے نعمتیں ختم ہو جائیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد کیونکر فرمائے گا جبکہ اس نے ان لوگوں کو اپنا دشمن سمجھا ہوا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مومن بندے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابو یعقوب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کتنی پیاری دعا مانگی: ''اَللّٰھُمَّ صَبِّرْنَا عَلٰی تَمَامِ النَّعِیْمِ عَلٰی عِبَادِكَ وَحَسِّنْ اَحْوَالَھُمْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اپنے بندوں کی نعمتوں پر ہمیں صبر عطا فرما (کہ اُن سے حسد نہ کریں) اور اُن کے احوال مزید سنوار دے۔''

حسد وہ بیماری ہے جو تیری نیکیاں کھا جائے گی، تیرے گناہوں اور برائیوں میں اضافہ کرے گی، راحت وسکون، سمجھ بوجھ، دشمنوں کے خلاف مدد اور مقصد میں کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بن جائے گی، بھلا اس سے بڑی بیماری اور کیا ہو سکتی ہے لہٰذا اپنا علاج

کر اور اس بیماری سے جان چھڑا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

تیسری آفت

جلد بازی

جلد بازی کی چار مصیبتیں

جلد بازی مقاصد کو فوت کرنے اور گناہوں میں مبتلا کرنے والی آفت ہے اور اس سے چار مصیبتیں پیدا ہوتی ہیں۔

﴿1﴾... عبادت گزار نیکی اور استقامت کے کسی درجے تک پہنچنے کا ارادہ کر کے اس کے لیے کوشش کرتا ہے مگر اسے پانے میں جلد بازی کرتا ہے حالانکہ ابھی اس کا وقت نہیں ہوتا تو آخر کار وہ سست و مایوس ہو کر کوشش ترک دیتا ہے اور اس درجے سے محروم رہتا ہے یا پھر اتنی زیادہ کوشش کرنے لگتا ہے کہ اپنے نفس کو تھکا ڈالتا ہے اور اُس درجے سے دور رہتا ہے پس وہ ان دونوں صورتوں میں اِفراط اور تفریط کا شکار ہوتا ہے اور یہ جلد بازی کا نتیجہ ہے۔

سرکارِ دوعالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہمارا یہ دین بہت مضبوط ہے لہٰذا نرمی کے ساتھ اس میں آگے بڑھو کیونکہ کاشتکار نہ تو زمین کو بالکل اکھیڑ دیتا ہے نہ ہی اس کا اوپری حصہ پہلے جیسا چھوڑتا ہے۔[1]

مثال مشہور ہے کہ ”اِنْ لَمْ تَسْتَعْجِلْ تَصِلْ یعنی اگر تم جلدی نہ کرو تو (مقصود تک) پہنچ جاؤ۔“ شاعر کہتا ہے:

قَدْ یُدْرِکُ الْمُتَاَنِّیْ بَعْضَ حَاجَتِہٖ   وَقَدْ یَکُوْنُ مَعَ الْمُسْتَعْجِلِ الزَّلَلُ

❶... الزھد لابن مبارک، ص۴۱۵، حدیث: ۱۱۷۸

ترجمہ: صبر و تحمل والا اپنی بعض ضرورت کو پالیتا ہے اور جلد باز کے حصے میں لغزشیں آتی ہیں۔

﴿2﴾... عبادت گزار کو کوئی حاجت ہوتی ہے تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے لیے بہت دعا کرتا ہے حتّٰی کہ وہ پوری ہو جاتی ہے اور کبھی وہ وقت سے پہلے قبولیتِ دعا کی جلدی کرتا ہے تو حاجت پوری نہیں ہوتی پس یہ دیکھ کر وہ سست ومایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے تو یوں اپنی حاجت اور مقصود سے محروم ہو جاتا ہے۔

جلد بازی کی ہلاکت خیزی

﴿3﴾... کوئی انسان اس پر ظلم کرتا ہے اور یہ غصہ میں آکر اس کے خلاف بددعا میں جلدی کرتا ہے تو اس کے سبب ایک مسلمان ہلاک ہو جاتا ہے اور بسا اوقات یہ حد سے بڑھ جاتا ہے اور گناہ وہلاکت میں جا پڑتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور آدمی برائی کی دعا کرتا ہے جیسے بھلائی مانگتا ہے اور آدمی بڑا جلد باز ہے۔

(پ۱۵، بنی اسرآئیل: ۱۱)

﴿4﴾... عبادت کی اصل اور بنیاد ورع (پرہیز گاری) ہے اور ورع کی اصل ہے ہر شے میں ایسا غور وفکر اور چھان بین کرنا جو اس کی تہہ تک پہنچا دے چاہے وہ کھانا ہو، لباس ہو، بات چیت ہو یا پھر کوئی بھی کام ہو۔ مگر جب آدمی صبر و تحمل اور غور وفکر کے بجائے جلد بازی سے کام لے گا اور معاملات وبات چیت میں ضروری ٹھہراؤ نہیں لائے گا تو وہ لغزشوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ یوں ہی ہر طرح کا کھانا کھانے میں جلد بازی کر کے حرام

اور مشتبہ میں جاپڑے گا اور یہی حال ہر معاملے میں رہاتو اس کی پرہیز گاری کا نام ونشان نہیں رہے گا اور ورع کے بغیر کی گئی عبادت میں بھلا کونسی بھلائی ہے؟

الغرض جب جلد بازی بھلائی کی منازل سے روکنے، حاجات سے محرومی، مسلمانوں بلکہ خود اپنی ہلاکت کا سبب ہے اور پھر اس کی وجہ سے پرہیز گاری بھی ختم ہوجاتی ہے جو کہ اصل دولت ہے تو انسان پر لازم ہے کہ وہ پہلے جلد بازی کی عادت کو ختم کرے اور پھر اپنے نفس کی اصلاح کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل واحسان سے توفیق عطا فرمائے۔

چوتھی آفت

تکبُّر دین وعقیدہ کو بگاڑتا ہے

تکبر تو بالکل ہی تباہ وبرباد کر دینے والی آفت ہے، کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان نہیں سنا:

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ترجمۂ کنزالایمان: منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ (پ۱، البقرۃ: ۳۴)

تکبر دیگر آفتوں کی طرح صرف عمل کو نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ یہ اصل کو نقصان پہنچاتا اور دین وعقیدے کو بگاڑتا ہے، مَعَاذَ اللہ اگر یہ پختہ ہو کر غالب آجائے تو اس کا تدارُک وسدِّباب نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ تکبُّر سے انسان کم از کم چار مصیبتوں میں مبتلا ہوتا ہے:

﴿1﴾... حق سے محرومی اور آیاتِ الٰہی کو پہچاننے اور احکامِ الٰہی کو سمجھنے سے دل اندھا ہو جاتا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ ترجمۂ کنز الایمان: اور میں اپنی آیتوں سے

يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ (پ۹، الاعراف: ۱۴٦)

انھیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبّر سرکش کے سارے دل پر۔

﴿2﴾... تکبُّر کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور غضب میں مبتلا ہوتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۱۴، النحل: ۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

سب سے ناپسندیدہ بندہ

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے عرض کی: اے میرے ربّ! تجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسند کون ہے؟ ارشاد فرمایا: جس کے دل میں تکبر، زبان پر فحش گوئی، نیکیوں سے آنکھیں پھیرنے والا، ہاتھوں کا بخیل اور اخلاق میں بُرا ہو۔

﴿3﴾... متکبِّر کو دنیا و آخرت میں ذلت و سزا کا سامنا ہوتا ہے۔ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: تین حالتوں پر مرنے سے بچو: تکبر، لالچ اور گھمنڈ کیونکہ تکبر کرنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک وہ اپنے گھر والوں اور نوکروں میں سب سے کمتر شخص کے ہاتھوں ذلیل نہ ہو جائے اور لالچی کو اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک اسے روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک گھونٹ کا محتاج نہ

کر دے اور اُسے کوئی راستہ نہ سجھائی دے اور گھمنڈی اور اترانے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک اسے اسی کے پیشاب وپاخانے سے آلودہ نہ کر دے۔

منقول ہے کہ ”جو ناحق تکبر کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ضرور رسوا فرمائے گا۔“

﴿4﴾... تکبُّر کرنے والا آخرت میں عذاب نار کا مُسْتَحِق ہو گا۔ مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: تکبُّر میری چادر اور عظمت میرا ازار ہے تو جو ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے لینے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم کی آگ میں ڈال دوں گا۔[1] مطلب یہ ہے کہ عظمت اور کبریائی وہ صفات ہیں جو صرف میرے ساتھ خاص ہیں اور میرے سوا کسی کو لائق نہیں، جیسا کہ ہر انسان کی چادر اور ازار اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا۔

پھر جب تکبر جیسی مذموم صفت تم سے حق کی معرفت فوت کر دیتی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات واحکام کو سمجھنے سے روکتی ہے جبکہ یہ آیات واحکام ہر چیز کی اصل ہیں نیز اس تکبر کی وجہ سے تمہیں ربّ تعالیٰ کی ناراضی وغضب، دنیا میں ذلت ورسوائی اور آخرت میں عذابِ دوزخ کا سامنا کرنا پڑے گا تو عقل مند کے لئے کوئی گنجائش نہیں کہ وہ اپنے نفس سے غافل رہے اور تکبر سے بچ کر اور اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرکے اپنی اصلاح نہ کرے۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل وکرم سے توفیق دینے اور حفاظت فرمانے والا ہے۔

یہ چار آفات کی مختصر وضاحت تھی اور اپنے دل کو اہمیت دینے اور اپنے دین کی حفاظت کرنے والے عقلمند کی نصیحت کے لیے ان میں سے ایک ہی آفت کافی ہے۔

---

1 ...ابو داود، کتاب اللباس، باب ما جاء فی الکبر، ۴/ ۸۱، حدیث: ۴۰۹۰

قلبی آفات کی حقیقتوں اور تعریفوں کا بیان

اگر تم یہ کہو کہ جب یہ آفات اس قدر خطرناک ہیں اور ان سے بچنا اتنا ہی ضروری ہے تو یقیناً ان میں سے ہر ایک کی حقیقت اور تعریف معلوم ہونا بھی ضروری ہے لہٰذا ہم سے یہ سب بیان کیجئے تاکہ ہمیں ان سے بچنے کا راستہ معلوم ہو سکے؟ تو سنو! ان میں سے ہر ایک کے بارے میں تفصیلی کلام ہے جو ہم نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' اور ''اَسْرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیْن'' میں ذکر کر دیا ہے اور یہاں ہم وہ ضروری باتیں بیان کر دیتے ہیں جن کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے کہتے ہیں:

امید کی حقیقت

امید کی تعریف

ہمارے اکثر علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا کہ لمبی امید ''یقینی طور پر لمبے عرصے تک زندہ رہنے کے ارادہ'' کو کہتے ہیں اور امید کی کمی کا مطلب اس ارادہ میں یقین شامل نہ ہو بلکہ ارادے میں قید لگادی جائے کہ ''جب تک رب تعالیٰ نے چاہا اور جتنی اس کے علم میں میری زندگی ہے میں اتنا ہی زندہ رہوں گا۔'' یا دنیا میں نیکیوں کے لئے رہنے کا ارادہ ہو تو یہ قصرِ امل ہے پس اب اگر تم قطعی اور یقینی طور پر یہ ذہن بنا لو کہ میں اگلی سانس یا اگلی ساعت یا اگلے دن تک لازمی زندہ رہوں گا تو تم لمبی امید کرنے والے ہو اور یہ تمہاری طرف سے معصیت ہے کیونکہ یہ غیب یعنی پوشیدہ معاملے پر حکم لگانا ہے اور اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم وارادے کے ساتھ اپنے ارادے کو مُقَیَّد کر

دو اور یوں کہو: اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو میں زندہ رہوں گا یا اگر علمِ الٰہی میں ابھی میری زندگی باقی ہے تو میں زندہ رہوں گا۔ ایسی صورت میں تم لمبی امید کرنے والے نہیں بلکہ امید کو ترک کرنے والے کہلاؤ گے، یونہی اگر تم نے آنے والے وقت میں زندہ رہنے کا یقین کر لیا تو تم امید لگانے والے کہلاؤ گے اور اگر تم نے زندگی سے نیکیوں کا ارادہ کیا تو اب تم امید لگانے والوں کے حکم سے نکل کر امیدوں کو کم کرنے والے ہو جاؤ گے کیونکہ تم نے آئندہ زندہ رہنے کا کوئی یقینی حکم نہیں لگایا۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ زندہ رہنے کے ذکر اور ارادہ میں یقینی حکم ترک کر دو اور ذکر سے مراد دل کا ذکر و ارادہ اور پھر اس پر دل کا جمنا اور پختہ ہونا ہے۔ پس تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو یہ تمہاری درست رہنمائی کرے گی۔

امید کی دو اقسام

امید کی دو اقسام ہیں: (۱)... عوام کی امید (۲)... خواص کی امید

﴿1﴾... **عوام کی امید:** یہ ہے کہ تمہارا زندہ اور باقی رہنے کا ارادہ دنیا جمع کرنے اور اس سے نفع اٹھانے کے لیے ہو، ایسی امید خالص معصیت ہے اور اس کی ضد قصرِ امل (یعنی امید کو کم کرنا) ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ (پ۱۴، الحجر: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: انھیں چھوڑو کہ کھائیں اور برتیں اور امید انھیں کھیل میں ڈالے تو اب جانا چاہتے ہیں۔

﴿2﴾... **خواص کی امید:** یہ ہے کہ تم زندگی کی امید کسی نیک مگر پر خطر کام کو پورا کرنے

کے لیے کرو جسے پورا کرنے کی فی الحال تم میں صلاحیت نہ ہو کیونکہ بسا اوقات کوئی خاص نیکی مقصود ہوتی ہے مگر بندہ اسے کرنے یا پھر درست طریقے پر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ اس طرح کہ اس نیکی کو کرتے ہوئے اسے ایسی آفت میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو اس نیکی سے کئی گناہ بڑی ہوتی ہے لہٰذا بندہ جب کوئی نماز یا روزہ وغیرہ کوئی عبادت شروع کرے تو اس کے لیے یہ یقین کر لینا جائز نہیں کہ میں اسے پورا کر کے ہی رہوں گا کیونکہ اس کا پورا ہونا نہ ہونا ایک پوشیدہ معاملہ ہے اور یونہی یہ بھی جائز نہیں کہ کسی چیز کا قطعی ارادہ کر لے کیونکہ بسا اوقات کرنے کی طاقت نہیں ہوتی بلکہ بندہ یوں کہے کہ "ربّ تعالیٰ نے چاہا تو میں یہ نیک کام کر لوں گا۔" یا پھر یوں کہے کہ "اگر یہ میرے لیے بہتر ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔" اس طرح بندہ لمبی امید کے عیب سے بچ جائے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۫

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہرگز کسی بات کو نہ کہنا کہ میں کل یہ کر دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

(پ۱۵، الکھف: ۲۳۔۲۴)

اچھی نیت کی تعریف

علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے حکم میں کشادگی کے لئے اس امید کے مقابلے میں نیت کو رکھا ہے کیونکہ اچھی نیت رکھنے والا امید سے بچنے والا ہوتا ہے۔ یہ امید کا حکم ہے اور اچھی نیت سب سے بنیادی چیز ہے اور اسے بھی پہچاننے کی حاجت ہے، پس

حضرات علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے درست واچھی نیت کی جامع و مکمل تعریف یہ فرمائی ہے: ''کسی نیک عمل کا آغاز پختہ ارادے کے ساتھ کرنا اور یہ یقین رکھنا کہ اِسے پورا کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد اور اس کی مرضی پر موقوف ہے۔''

ایک سوال اور اس کا جواب

یہ کیسے درست ہے کہ شروع کرنے میں اپنا پختہ ارادہ شامل کرلے اور پھر پورا ہونے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مشیت کے سپرد کردے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عمل کی ابتدا میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ بندہ عمل شروع کرنے سے پہلے اس حال میں ہوتا ہے کہ وہ کوئی بھی عمل شروع کرسکتا ہے اس سے کچھ بھی دور نہیں ہوتا جبکہ عمل کے اختتام میں خطرات ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اختتام کرنا بندے کے بس میں نہیں ہوتا اور عمل کے اختتام تک دو خطرے لاحق ہوتے ہیں: ایک یہ کہ آیا یہ کام اپنے اختتام کو پہنچے گا بھی یا نہیں؟ اور دوسرا یہ کہ آیا یہ درست بھی ہوگا یا نہیں؟ لہٰذا عمل کے اختتام تک پہنچنے کے لیے اِنْ شَآءَ اللّٰه کہنا اور درست رکھنے کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔ جب ارادہ ہمارے بیان کردہ طریقہ کے مطابق ہوگا تو اسے اچھی نیت کہیں گے جو لمبی امید اور اس کی آفت سے بچانے والی ہے۔ اس میں غور کرو یہ بہت اہم نکتہ ہے۔

امیدوں کی کمی کا قلعہ

یاد رکھو! امیدوں کی کمی کا قلعہ موت کی یاد ہے اور اِس قلعے کا قلعہ بے خبری و غفلت میں اچانک آنے والی موت کو یاد کرنا ہے۔ گفتگو کا یہ خلاصہ یاد کرلو اور اس پر عمل کرو کیونکہ اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور لوگوں سے ملاقاتوں اور بحث و مباحثہ

میں اپنا وقت ضائع کرنا چھوڑ دو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے۔

حسد، رشک اور غیرت کی تعریفات

حسد کہتے ہیں: اپنے مسلمان بھائی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی نعمتیں چھن جانے کی تمنا کرنا جن میں اس مسلمان کی بہتری ہو، اگر ان کے چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ ارادہ ہو کہ جیسی اس کو ملی ہیں مجھے بھی مل جائیں تو یہ "غِبْطہ یعنی رشک" کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ مبارک میں ہے کہ "لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ یعنی حسد جائز نہیں مگر دو چیزوں میں۔"[1] یہاں حسد سے مراد رشک ہے یعنی دو چیزوں میں بندہ رشک کر سکتا ہے اور حدیث مبارک میں رشک کو حسد اس لیے فرمایا گیا کہ دونوں کا معنٰی قریب قریب ہے۔

پھر مسلمان بھائی سے جس چیز کے چھن جانے کی تم تمنا کر رہے ہو اگر اس کے چھن جانے میں ہی مسلمان کی بہتری ہو تو اسے "غیرت" کہتے ہیں۔ حسد، رشک اور غیرت میں یہی فرق ہے۔ حسد کی ضد خیر خواہی ہے یعنی تم یہ چاہو کہ تمہارے مسلمان بھائی کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جو نعمتیں اس کے حق میں بہتر ہیں وہ اس کے پاس باقی رہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر سوال کیا جائے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو گا کہ ان نعمتوں میں اس کے لیے بھلائی ہے کہ اس سے خیر خواہی کریں یا ان میں خرابی ہے کہ اس سے حسد (غیرت) کریں؟ تو

[1]... بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، ۱/ ۴۳، حدیث: ۷۳

جان لو کہ بعض اوقات ہمیں غالب گمان ہوتا ہے کہ اس نعمت میں مسلمان بھائی کی بہتری ہے یا نہیں تو اسی کے مطابق عمل کریں۔ اگر معاملہ مشکوک ہو یعنی بہتری یا خرابی کچھ سمجھ نہ آرہا ہو تو پھر تم کسی مسلمان سے نعمت چھن جانے کی تمنا کرو نہ باقی رہنے کی بلکہ معاملہ سپردِ الٰہی کر دو کہ ”اگر اس میں بہتری ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ نعمت اس کے پاس باقی رکھے۔“ تا کہ تم حسد سے بچ جاؤ اور خیر خواہی کا فائدہ حاصل ہو جائے۔

حسد سے روکنے والی باتیں

حسد سے باز رکھنے والی خیر خواہی کے جذبے کو مضبوط کرنے کے لیے مسلمانوں کے باہمی اتحاد اور دوستی کی ان باتوں کو پیشِ نظر رکھو جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لازم فرمائی ہیں اور اسے مزید تقویت دینے کے لیے یہ یاد کرو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک مسلمان کے حق اور اس کی قدر و منزلت کو کس قدر عظیم فرمایا ہے اور آخرت میں مسلمان کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں کس قدر عظیم اعزازات ہیں۔ پھر یہ بھی سوچو کہ مسلمان بھائی سے دنیا میں تعاوُن کرنے اور جمعہ و جماعت میں ان کے ساتھ شریک ہونے میں میرے لیے کتنے فائدے ہیں اور ہو سکتا ہے یہی مسلمان آخرت میں میری شفاعت کرنے والا بن جائے۔ یہ اور اس طرح خیر خواہی پر ابھارنے والی دیگر باتیں خیر خواہی کا جذبہ بیدار کرتیں اور مسلمانوں سے حسد کرنے سے بچاتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے۔

جلدبازی کی حقیقت

جلد بازی کی تعریف

جلد بازی دل میں موجود ایسی صفت ہے جو کسی کام کا خیال آتے ہی اُسے کر گزرنے

پر ابھارے، نہ اس میں غور و فکر کرے اور نہ ہی کوئی تحقیق بلکہ اس کی پیروی اور عمل کرنے میں عجلت کا مظاہرہ کرے۔ اس کی ضد ''وقار و تَمَکُّنَت'' ہے، یہ بھی دل میں موجود ایک کیفیت کا نام ہے جو بندے کو کاموں میں احتیاط، غور و فکر اور ان کی پیروی اور عمل کرنے میں تاخیر و آہستہ روی پر ابھارتی ہے۔

تَوَقُّف یعنی ٹھہراؤ کی ضد تَعَسُّف ہے یعنی بے سوچے سمجھے کام شروع کر دینا۔ ہمارے شیخ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے فرمایا: توقف اور آہستہ روی میں یہ فرق ہے کہ توقف کام شروع کرنے سے پہلے کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا درست ہونا واضح ہو جائے اور آہستہ روی کام شروع کرنے کے بعد ہوتی ہے یہاں تک کہ کام کے ہر ہر جز کا حق ادا کر دیا جائے۔

جلد بازی کیسے ختم کی جائے؟

وقار و تَمَکُّنَت اور صبر و تحمل پیدا کرنے کے لیے انسان جلد بازی کے نقصانات اور آفات کو یاد کرے اور یہ سوچے کہ غور و فکر کر کے کام کرنے میں سلامتی کتنی ہے اور بے سوچے سمجھے جلد بازی میں کام شروع کر دینے میں ندامت اور ملامت کا سامنا ہوتا ہے پس اس طرح کی باتیں بندے میں صبر و تحمل اور ٹھہراؤ پیدا کرتی اور اسے جلد بازی سے روکتی ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنی رحمت سے حفاظت فرمانے والا ہے۔

تکبُّر کی حقیقت

تکبُّر اور تواضُع کی تعریف

نفس کی بلندی اور برتری کے خیال کو ''کِبر'' کہتے ہیں اور اسی سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور نفس کو کمتر اور حقیر جاننے کے خیال کو ''تواضُع'' کہتے ہیں اور اسی سے عاجزی

وانکساری پیدا ہوتی ہے۔

تکبُّر اور تواضُع کی اقسام

تکبر اور تواضع دونوں کی دو دو قسمیں ہیں:

﴿1﴾...عام تواضُع ﴿2﴾...عام تکبُّر ﴿1﴾...خاص تواضُع ﴿2﴾...خاص تکبُّر

...**عام تواضع:** معمولی لباس، رہائش اور سواری وغیرہ پر اکتفاء کرنا عام تواضع وانکساری ہے اور خود کو اس سے زیادہ کا اہل سمجھنا **عام تکبر** ہے۔

...**خاص تواضع:** ہر درجے کے انسان کا خود کو حق بات قبول کرنے کا عادی بنانا خاص تواضع ہے اور ایسا کرنے کے بجائے خود کو اس سے برتر سمجھنا **خاص تکبر** ہے اور یہ بہت بڑی خطا اور کبیرہ گناہ ہے۔

تواضع پیدا کرنے کا طریقہ

عام تواضع یوں پیدا ہو گی کہ تم اپنے آغاز اور اختتام کو یاد کرو اور فی الوقت طرح طرح کی جن آفتوں اور گندگیوں میں گھرے ہوئے ہو انہیں پیشِ نظر رکھو، جیسا کہ ایک بزرگ کا قول ہے: "تمہاری ابتدا ایک ناپاک قطرہ اور انتہا ایک بدبودار لاش ہے اور ان دونوں حالتوں کے درمیان تم پاخانہ اٹھائے ہوئے ہو۔" اور خاص تواضع کے حصول کے لیے حق سے منہ پھیرنے اور باطل میں بڑھنے والوں کا انجام یاد کرو، بس عقلمند کے لیے اتنی وضاحت ہی کافی ہے۔

پانچویں فصل: پیٹ کی حفاظت کا بیان

تم پر پیٹ کی حفاظت اور اس کی اصلاح بھی لازم ہے کیونکہ مجاہدہ کرنے والے

کے لیے اس کی اصلاح کرنا سب سے مشکل اور سب سے زیادہ محنت و مشقت کا کام ہے۔ پیٹ کا اثر اور نقصان بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ منبع و مَعْدِن ہے اور تمام اعضاء میں طاقت، کمزوری اور عِفَّت و شہوت اسی سے ابھرتی ہے لہٰذا اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا پختہ ذہن رکھتے ہو تو ضروری ہے کہ سب سے پہلے تم پیٹ کو حرام اور شبہ والی غذا سے بچاؤ پھر ضرورت سے زائد حلال سے بھی اس کی حفاظت کرو۔

پیٹ کو حرام سے بچانا کیوں ضروری؟

پیٹ کو حرام اور شبہ والی غذا سے بچانا تین باتوں کی وجہ سے ضروری ہے:

﴿1﴾... جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًاؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠(۱۰)

(پ۴، النسآء: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (بھڑکتی آگ) میں جائیں گے۔

اور حضور نبی اکرم، رسولِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: كُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ یعنی جس گوشت نے حرام سے نشوونما پائی اُس کے لیے آگ زیادہ بہتر ہے۔(1)

حرام خور توفیقِ عبادت سے محروم

﴿2﴾... حرام اور مشتبہ غذا کھانے والا بارگاہِ الٰہی سے دھتکار دیا جاتا ہے اور اسے

(1)... ترمذی، کتاب السفر، باب ماذکر فی فضل الصلاۃ، ۲/۱۱۷، حدیث: ۶۱۴

عبادت کی توفیق نہیں دی جاتی کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرنے کے لائق وہی ہوتا ہے جو ظاہر و باطن میں پاک صاف ہو۔

میں کہتا ہوں: غور کرو! کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بے غسلے شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں فرمایا اور کیا بے وضو کو قرآن پاک چھونے سے نہیں روکا؟ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ (پ۵، النسآء: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ ناپاکی کی حالت میں بے نہائے مگر مسافری میں۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؕ۝۷۹ (پ۲۷، الواقعة: ۷۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔

حالانکہ جنابت اور بے وضو ہونا ایک مباح کام ہے، جب اس پر اتنا سخت حکم ہے تو پھر جو حرام اور مشتبہ چیز کی غلاظت و گندگی میں ڈوبا ہو گا اس کا کیا حال ہو گا؟ اسے کب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پیاری عبادت اور مبارک ذکر کی طرف بلایا جائے گا؟ ہر گز نہیں، اُسے یہ توفیق نہیں دی جائے گی۔

خزانۂ عبادت کی چابی

حضرت سیِّدُنا معاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: عبادت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، اس کی چابی دعا اور چابی کے دندانے حلال روزی ہے تو جب چابی کے دندانے ہی نہیں ہوں گے تو دروازہ کیسے کھلے گا اور جب دروازہ ہی نہیں

کھلے گا تو بندہ اس میں پائے جانے والے عبادت کے خزانے تک کیسے پہنچے گا؟

ناپاک غذا کی نحوست

﴿3﴾... حرام اور مشتبہ غذا کھانے والا نیک عمل سے محروم رہتا ہے اور اتّفاق سے اگر کوئی نیک کام کر بھی لے تو وہ قبول نہیں کیا جاتا بلکہ رد کر دیا جاتا ہے اور وہ اس نیک کام میں سوائے تھکاوٹ، پریشانی اور وقت ضائع کرنے کے کچھ حاصل نہیں کرتا۔ چنانچہ حضور سَرورِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رات کو عبادت کرنے والے بہت سے ایسے ہوتے ہیں جنہیں بیداری کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور بہت سے روزہ داروں کو اپنے روزے سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔[1]

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ”جس شخص کے پیٹ میں حرام ہو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا۔“ ان باتوں پر خوب غور کرو۔

زائد از ضرورت حلال کی 10 آفات

جہاں تک ضرورت سے زائد حلال کی بات ہے تو یہ عبادت گزاروں اور مجاہدہ کرنے والوں کے لیے آفت وبلا ہے، میں نے اس میں غور کیا تو دس آفتیں میرے سامنے آئیں جو جڑ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

دل کی سختی

﴿1﴾... زیادہ کھانے سے دل سخت ہوتا اور دل کا نور چلا جاتا ہے۔ مروی ہے کہ حضور ساقیِ کوثر، شافِعِ محشر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: زیادہ کھا پی کر اپنے دل کو مردہ مت

---

[1]... دارمی، کتاب الرقاق، باب فی المحافظۃ علی الصوم، ۲/ ۳۹۰، حدیث: ۲۷۲۰، دون ذکر الجوع

کرو کیونکہ دل مردہ ہو جاتا ہے جس طرح کھیتی پر پانی زیادہ ہو جائے تو تباہ ہو جاتی ہے۔[1]

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس بارے میں فرمایا کہ ”معدہ دل کے نیچے ابلتی ہوئی ہنڈیا کی طرح ہے جس میں سے بخارات دل کی طرف بلند ہوتے ہیں اور بخارات کی کثرت دل کو میلا کچیلا کر دیتی ہے۔“

اعضاء میں شر انگیزی

﴿2﴾... زیادہ کھانے سے اعضاء میں فتنہ و شر انگیزی پیدا ہوتی ہے اور وہ فضولیات اور فساد کی طرف بڑھتے ہیں کیونکہ جب آدمی کا پیٹ بھرا ہو تو نگاہیں حرام یا فضول چیزوں کی طرف اٹھنے لگتی ہیں، کان انہیں سننے لگتے ہیں، زبان بھی ان لغویات میں پڑ جاتی ہے، شرمگاہ میں شہوت ابھرتی ہے اور قدم اس کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور جب جب آدمی بھوکا ہو تو تمام اعضاء پر سکون بلکہ نڈھال ہوتے ہیں، نہ فضولیات کی رغبت کرتے ہیں نہ ہی ان میں فضولیات کے لیے ہمت ہوتی ہے۔

حضرت سَیِّدُنا استاد ابو جعفر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”پیٹ ایک ایسا عضو ہے کہ اگر یہ بھوکا ہو گا تو تمام اعضاء سیر ہوں گے یعنی پر سکون رہیں گے اور تم سے کسی شے کا مطالبہ نہیں کریں گے اور اگر پیٹ بھرا ہو گا تو تمام اعضاء بھوکے ہوں گے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کے افعال و اقوال اس کے کھانے پینے کے مطابق ہوتے ہیں، اگر اندر حرام جائے گا تو باہر بھی حرام ہی نکلے گا اور اگر اندر فضول جائے گا تو باہر بھی فضول ہی نکلے گا، کھانا گویا کہ افعال کا بیج ہے جس سے افعال اگتے ہیں۔

1... عمدۃ القاری، کتاب الاطعمۃ، باب وقول اللہ تعالٰی: کلوا من طیبت ما رزقنکم، ۱۴/۳۸۵، تحت الحدیث: ۵۳۷۴

فہم و فراست میں کمی

﴾3﴿... زیادہ کھانے سے فہم و فراست اور علم کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ شکم سیری ذہانت اور سمجھ بوجھ کو ختم کر دیتی ہے۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے سچ فرمایا کہ ''جب تجھے دنیا یا آخرت کی کوئی حاجت درپیش ہو تو اس وقت تک کچھ نہ کھا جب تک اپنی حاجت پوری نہ کرلے کیونکہ کھانا عقل کو بدل دیتا ہے۔'' یہ بالکل واضح بات ہے جس نے اس کا تجربہ کیا وہ اسے بخوبی جانتا ہے۔

عبادت میں کمی

﴾4﴿... زیادہ کھانے سے عبادت بھی کم ہوتی ہے۔ کیونکہ آدمی جب زیادہ کھاتا ہے تو بدن بوجھل ہو جاتا ہے، آنکھوں میں نیند بھر آتی ہے اور اعضاء سست پڑ جاتے ہیں پھر باوجود کوشش کے سوائے مردار کی طرح پڑے رہنے کے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ مقولہ ہے کہ ''اِذَا کُنْتَ بِطِنًا فَعُدْ نَفْسَکَ زَمِنًا یعنی جب تو پیٹو ہو جائے تو خود کو دائمی مریض سمجھ لے۔''

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے ابلیس کو بہت سارے جال اٹھائے دیکھا تو ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ خواہشات ہیں جن کے ذریعے میں آدمی کا شکار کرتا ہوں۔ حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ان میں میرے لیے بھی کوئی جال ہے؟ ابلیس نے کہا: نہیں، بس ایک رات آپ نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا تو میں نے نماز کو آپ پر بھاری کر دیا تھا۔ حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اب میں کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاؤں گا۔ ابلیس بولا: آج کے بعد میں بھی کسی کو نصیحت کی بات نہیں بتاؤں گا۔

یہ ان کا حال تھا جنہوں نے پوری زندگی میں صرف ایک رات پیٹ بھر کر کھانا

کھالیا تو اس کا کیا حال ہوگا جو پوری زندگی میں ایک رات بھی بھوکا نہیں رہتا اور پھر بھی عبادت کی امید کرتا ہے۔

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی نے فرمایا: عبادت ایک پیشہ ہے، اس کی دکان تنہائی ہے اور اس کا آلہ بھوک ہے۔

عبادت کی حلاوت کا خاتمہ

﴿5﴾... زیادہ کھانے سے عبادت کی حلاوت و مٹھاس ختم ہو جاتی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه نے فرمایا: میں جب سے اسلام لایا ہوں پیٹ بھر کر نہیں کھایا تاکہ اپنے رب کی عبادت کی مٹھاس پا سکوں اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کے شوق سے کبھی سیر ہو کر نہیں پیا۔

یہ صفات اہلِ کشف حضرات کی ہیں اور امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه بھی صاحبِ کشف تھے اور محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ فرمایا کہ "ابو بکر نماز روزے کی زیادتی کی وجہ سے تم سے افضل نہیں ہوئے بلکہ اس افضلیت کی وجہ ان کے سینے میں چھپی شے ہے۔"

حضرت سیِّدُنا سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّهُ النُّوْرَانِی نے فرمایا: عبادت کی سب سے زیادہ مٹھاس مجھے اس وقت ہوتی ہے جب میرا پیٹ میری پیٹھ سے لگا ہو۔

حرام میں پڑنے کا خطرہ

﴿6﴾... زیادہ کھانے کی صورت میں حرام یا مشتبہ غذا میں پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے کیونکہ حلال تو بقدرِ ضرورت ہی ملتا ہے۔ حضور نبی اکرم، رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: حلال تیرے پاس بقدرِ ضرورت ہی آئے گا اور حرام تیرے پاس بے تحاشا آئے گا۔[1]

طرح طرح کی مصروفیت

﴿7﴾... زیادہ کھانے والے کا دل اور بدن مصروف رہتے ہیں، پہلے تو اس کے حصول کی تگ و دو پھر اسے تیار کرنے کی محنت، پھر اسے کھانے اور پھر اس سے فراغت و خلاصی پانے کی فکر کرنے اور اس کے بعد اس کے نقصانات سے بچنے کی کوشش کرنا کیونکہ زیادہ کھانے سے جسم میں کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ طبیبوں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر بیماری کی جڑ بدہضمی ہے[2] اور ہر دوا کی اصل پرہیز ہے۔"[3]

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرمایا کرتے تھے: اے لوگو! کھانے کی کثرت کے سبب مجھے بار بار بیتُ الخلاء جانا پڑا حتّٰی کہ مجھے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے حیا آنے لگی، کاش! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کنکریوں میں میرا رزق رکھا ہوتا تو میں اپنی موت تک انہیں ہی چوسا کرتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ کھانے کی وجہ سے دنیا کی طلب اور لوگوں سے لالچ بڑھ جاتا اور وقت ضائع ہوتا رہتا ہے۔

موت کی سختیاں

﴿8﴾... زیادہ کھانا موت کی سختیوں اور آخرت میں پیش آنے والے امور کا بھی ایک

1... اس حدیث کی تخریج اور تفصیل نہیں ملی۔ (علمیہ)

2... العلل المتناہیۃ، حدیث فی ذم کثرۃ الاکل، ۲/۶۶۷، حدیث: ۱۱۱۰۔ جامع صغیر، ص ۷۱، حدیث: ۱۰۸۷

3... تفسیر القرطبی، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۴/۱۳۹

سبب ہے، روایات میں ہے کہ ''موت کی سختیاں زندگی کی لذتوں کے مطابق ہوتی ہیں۔''تو جس کی یہ لذتیں زیادہ ہوں گی اس کی وہ سختیاں بھی زیادہ ہوں گی۔

ثواب میں کمی

﴿9﴾... زیادہ کھانا اُخروی ثواب میں کمی کا باعث ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ (پ۲۶، الاحقاف: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تم اپنے حصہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کر چکے اور انھیں برت چکے تو آج تمہیں ذلت کا عذاب بدلہ دیا جائے گا سزا اس کی کہ تم زمین میں ناحق تکبّر کرتے تھے اور سزا اس کی کہ حکم عدولی کرتے تھے۔

جس قدر تم دنیا کی لذتیں اپناؤ گے اسی قدر تمہارے لیے آخرت کی لذتیں کم کر دی جائیں گی۔ یہ روایت بھی اسی بات کو بیان کرتی ہے کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دنیا پیش کی تو ارشاد فرمایا: ''اس کے عوض میں آپ کی آخرت میں سے کچھ کمی نہیں کروں گا۔'' ربّ عَزَّوَجَلَّ نے اس فضیلت کے ساتھ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خاص فرمادیا ہے۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے اوروں کو آخرت میں ثواب کی کمی کا سامنا ہو گا سوائے اس کے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنا فضل فرمائے۔

سیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کی فکر آخرت

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت

سیِّدُنا عُمَر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی دعوت کی تو ان کے لیے کھانا تیار کیا۔ امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: یہ ہمارے لیے ہے تو ان فقرا مہاجرین کے لیے کیا ہے جو دنیا سے رخصت ہو گئے اور انہوں نے کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی؟ حضرت سیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے عرض کی: امیر المؤمنین! ان کے لیے جنت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ جنت پا کر کامیاب ہو گئے ہیں اور ہمارے لئے یہ دنیا کا حصہ ہے تو یقیناً وہ ہم سے بہت آگے جا چکے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو پیاس لگی تو آپ نے پانی مانگا، ایک شخص نے آپ کو کھجوروں سے میٹھے کیے گئے پانی کا ایک پیالہ پیش کیا، آپ نے جب پیالہ اپنے منہ سے قریب کیا تو اُسے ٹھنڈا و میٹھا پایا، اس پر آپ نے ایک آہ بھری تو اس شخص نے عرض کی: امیر المؤمنین! خدا کی قسم! میں نے اسے میٹھا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: اسی مٹھاس نے تو مجھے یہ پینے سے روکا ہے، اگر آخرت نہ ہوتی تو ہم بھی اس عیش و عشرت میں تمہارے ساتھ شریک ہوتے۔

آخرت کی ملامت

﴿10﴾... زیادہ کھانے کے سبب آخرت میں حساب و کتاب کے لیے رکنا پڑے گا اور زائد از ضرورت حلال لے کر اور خواہشات میں پڑ کر جو ترکِ ادب کیا ہو گا اس پر شرم و عار دلائی جائے گی اور ملامت کی جائے گی کیونکہ دنیا کے حلال پر حساب، حرام پر عذاب اور اس کی زینت پر آخرت میں نقصان و خسارہ ہے۔

زیادہ کھانے کی یہ 10 آفات ہیں مگر اپنی فکر کرنے والے کے لیے ایک ہی کافی ہے۔

لہٰذا اے عبادت میں کوشش کرنے والے! تمہیں غذا میں انتہائی احتیاط کرنا ضروری ہے تاکہ تم حرام یا مشکوک میں نہ پڑو ورنہ عذاب تمہارے لیے لازم ہو جائے گا۔ پھر حلال کو بھی اتنا ہی استعمال کرو جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر قوت حاصل ہو سکے ورنہ حساب وکتاب کی آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے۔

حلال، حرام اور مشتبہ کا بیان

اگر تم کہو کہ پہلے ہمیں حرام اور مشتبہ چیزوں کا حکم اوران کی تعریف بیان فرما دیجیے؟ تو میں کہتا ہوں کہ بخدا! ہم نے اپنی کتاب ''اَسۡرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیۡن'' میں اس پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور ''احیاء العلوم'' میں اس کا ایک علیحدہ باب باندھا ہے۔ البتہ یہاں ہم چند ایسی باتیں بتائیں گے جو ابتدا والے کمزور لوگوں کو بھی سمجھ آجائیں کیونکہ اس کتاب کا مقصد ہی یہ ہے کہ عبادت کی ابتدا کرنے والا اس سے فائدہ اٹھائے اور ہر طالبِ آخرت کے لیے یہ کتاب مددگار ثابت ہو۔

حرام اور مشتبہ کی تعریف

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں: جس چیز کا تمہیں یقین ہو کہ یہ غیر کی ملکیت ہے اور شریعت نے اس کے لینے سے منع کیا ہے تو وہ خالص حرام ہے اور اگر تمہیں اس کا یقین نہ ہو بلکہ غالب گمان ہو تو وہ مشتبہ یعنی شبہ والی چیز ہے۔

جبکہ دیگر علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے فرمایا: جس میں یقین یا غالب گمان ہو وہ خالص حرام ہے کیونکہ غالب گمان کثیر احکام میں یقین کے درجے میں ہوتا ہے اور اگر تمہیں کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے میں شک ہو جائے اور شک ایسا ہو کہ کوئی بھی

جانب قابلِ ترجیح نہ ہو تو وہ شبہ والی چیز ہے کہ کبھی اس کے حلال ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو کبھی حرام کا، پس اس کا معاملہ تم پر مشتبہ ہو گیا اور اس کا حال چھپ گیا۔

خالص حرام سے بچنا فرض ہے اور مشکوک سے بچنا تقوٰی و پرہیز گاری ہے۔

ہمارے نزدیک مذکورہ اقوال میں سے دوسرا قول زیادہ بہتر ہے۔

حکمرانوں کے تحائف کا حکم

اگر تم سوال کرو کہ اس زمانے میں حکمرانوں سے تحائف لینے کا کیا حکم ہے؟ تو یاد رکھو! اس میں حضرات علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا اختلاف ہے۔ اس مسئلے میں ان کے اقوال درج ذیل ہیں:

﴿1﴾... بعض نے فرمایا: ہر وہ چیز جس کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو اس کا لینا جائز ہے۔

﴿2﴾... دیگر علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں: جب تک یقین نہ ہو جائے کہ یہ حلال ہے تو ان سے لینا جائز نہیں کیونکہ اس زمانے میں حکمرانوں کا زیادہ تر مال حرام ہی ہوتا ہے اور حلال ان کے پاس نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

﴿3﴾... کچھ علما فرماتے ہیں کہ حکمرانوں کے تحفے تحائف ہر غریب و امیر کے لیے لینا جائز ہے کیونکہ ان کا حرام ہونا یقینی نہیں ہے اور ویسے بھی وبال دینے والے پر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِسْکَنْدَرِیَّہ کے بادشاہ مُقَوْقِس کا تحفہ قبول فرمایا تھا[1] اور دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے یہود سے قرض لیا تھا[2] حالانکہ اللّٰه عَزَّوَجَلَّ ان یہودیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

1... معجم کبیر، ۴/۱۲، حدیث: ۳۴۹۷

2... نسائی، کتاب البیوع، الرجل یشتری الطعام الی اجل...الخ، ص ۷۴۱، حدیث: ۴۶۱۸

اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ (پ۶، المائدۃ:۴۲) ترجمۂ کنزالایمان: بڑے حرام خور۔

ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ظالم حکمرانوں کا زمانہ پایا اور ان کے تحفے قبول کیے۔ جن میں حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ، حضرت سیِّدُنا اِبْنِ عباس اور حضرت سیِّدُنا ابن عمرو غیرہ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن شامل ہیں۔

﴿4﴾... بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: امیر ہو یا فقیر حکمرانوں کے مال سے کسی کو بھی کچھ لینا جائز نہیں کیونکہ ان حکمرانوں کو ظالم کہا جاتا ہے اور غالب طور پر ان کی کمائی حرام ہی ہوتی ہے اور حکم بھی غالب کے اعتبار سے ہی دیا جائے گا لہٰذا ان کے مال سے بچنا ضروری ہے۔

عُلَما کی خدمت حُکّام کی ذِمّہ داری ہے

﴿5﴾... بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: جس کے حرام ہونے کا یقین نہ ہو وہ فقیر کے لیے جائز اور غنی (امیر) کے لیے ناجائز ہے۔ ہاں اگر فقیر کو معلوم ہو جائے کہ وہ مال غصب شدہ ہے تو اب اُس کو بھی لینا جائز نہیں البتہ اس کے مالک کو لوٹانے کی نیت سے لے سکتا ہے۔ حکمرانوں سے مال لینے میں فقیر پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ وہ مال اگر بادشاہ کی ملکیت ہے تو پھر بلاشبہ فقیر اسے لے سکتا ہے اور اگر وہ مال فَیْئ[1]، خَراج[2] یا عُشْر[3]

1... وہ مال جو مسلمانوں کو کافروں سے لڑائی کے بغیر حاصل ہو جائے چاہے انھیں جلاوطن کر کے حاصل ہو یا صلح کے ساتھ۔ (التعریفات للجرجانی، ص۱۲۰)

2... زمین کا ٹیکس جو ذِمّیوں سے لیا جاتا ہے۔

3... زمین سے نفع حاصل کرنے کی غرض سے اگائی جانے والی شے کی پیداوار پر جو زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے اسے عُشْر کہتے ہیں۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الزکاۃ، ۱/۱۸۵)

کی صورت میں آیا ہے تو فقیر کا اس میں حق ہے اور یہی حکم اہل علم کا بھی ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: جس نے بخوشی اسلام قبول کیا اور قرآن پاک حفظ کیا تو اُسے مسلمانوں کے بیتُ المال[1] سے سالانہ دو سو درہم (یا دینار) دیئے جائیں، اگر دنیا میں نہ لے تو آخرت میں لے گا۔

جب معاملہ ایسا ہے تو عالِم اور فقیر حکمرانوں سے اپنے حق کے طور پر لے سکتے ہیں۔

خلاصی کی صورت

علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا یہ گروہ فرماتا ہے کہ اگر جائز مال غصب شدہ مال کے ساتھ ایسے مل چکا ہو کہ فرق کرنا ممکن نہ ہو یا پھر غصب شدہ مال اس کے مالک یا مالک کی اولاد کو واپس کرنا ممکن نہ رہا ہو تو حکمران کے لیے خلاصی کی صورت یہی ہے کہ وہ اسے صدقہ کر دے اور ربّ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ حکمران کو تو صدقے کا حکم دے اور فقیر کو قبول نہ کرنے کا حکم دے۔ یونہی یہ بھی اس کی شان کے خلاف ہے کہ کوئی مال فقیر کے لیے حرام ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ فقیر کو لینے یا نہ لینے کا اختیار دے دے۔ پس فقیر کو حکمران کا مال لینے کی اجازت ہے سوائے اس مال کے جس کے حرام ہونے کا یقین ہو۔

اس قسم کے مسائل میں مکمل تفتیش و وضاحت کے بغیر فتوٰی دینا ممکن نہیں، یہاں اگر اس کی تفصیل بیان کرنے لگے تو اپنے مقصود سے دور نکل جائیں گے لہٰذا تم اگر ان مسائل کو جاننا چاہتے ہو تو ہماری کتاب ''احیاء العلوم'' سے ''حلال و حرام کا

---

[1] ...سلطان اسلام کے ذریعے قائم شدہ وہ خزانہ جس میں اموالِ خمس و فَے و زکاۃ و ضوائع جمع کیے جائیں اور سلطان یا اس کے ماذون کے ذریعے مُقَرَّرہ مصارِف میں صرف کیے جائیں۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ۱/ ۳۰۰)

بیان'' پڑھ لو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہاں تمہیں تفصیلی وضاحت مل جائے گی۔

تاجروں کے تحائف کا مسئلہ

اگر تم پوچھو کہ تاجروں وغیرہ کے تحفے تحائف قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کو واپس کرنا یا پھر ان کی چھان بین کرنا ہمارے لیے ضروری ہے؟ اور آپ جانتے ہی ہیں کہ وہ حلال حرام میں زیادہ احتیاط نہیں کرتے اور یونہی عام دوستوں کے تحفوں کا حکم کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی انسان کا ظاہری حال شرعی خرابی سے پاک صاف ہو تو اس کا تحفہ اور صدقہ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ سوچ کر چھان بین کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ زمانہ بہت خراب ہو چکا ہے کیونکہ یہ ایک مسلمان کے بارے میں بدگمانی ہو گی اور ہمیں مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے۔

حکمِ شریعت اور حکمِ ورع

حلال وحرام کے معاملے میں تم یہ بنیادی قانون یاد رکھو کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ایک شریعت کا حکم اور اس کا ظاہر ہے اور ایک ورع کا حکم اور اس کا حق ہے۔

❁... **حکمِ شریعت:** یہ ہے کہ جس کا ظاہر درست ہو اس کا تحفہ قبول کر لو اور اس کے بارے میں سوال مت کرو، ہاں اگر حرام ہونے کا یقین ہو تو ہرگز مت لو۔

❁... **حکمِ ورع:** یہ ہے کہ تم کسی سے کوئی بھی چیز اس وقت تک نہ لو جب تک انتہائی غور وخوض اور چھان بین کر کے یہ یقین نہ کر لو کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اگر شبہ ہو تو واپس کر دو۔

مروی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے غلام

نے آپ کو دودھ پیش کیا تو آپ نے نوش فرمالیا۔ غلام نے عرض کی: میں نے جب بھی کوئی چیز آپ کو دی آپ نے اس کے بارے میں پوچھا مگر اس دودھ کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا؟ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: بتاؤ یہ کہاں سے آیا ہے؟ غلام نے عرض کی: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک شخص پر منتر پھونکا تھا اس نے آج اس کے بدلے یہ دیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے قے کر دی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: الٰہی! میں یہی کر سکتا ہوں، جو رگوں میں رہ گیا اُسے تو معاف فرمادے۔

اگر ورع اور اس کا حق تمہارے پیشِ نظر ہو تو اس واقعہ کی رو سے تمہارے لیے چھان بین کرنا ضروری ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر تم یہ کہو کہ ورع تو گویا شریعت اور اس کے حکم کے مخالف ہوا تو جان لو کہ شریعت کا حکم وُسعت اور آسانی پر مبنی ہوتا ہے اسی وجہ سے محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بُعِثْتُ بِالْحَنِیفِیَّةِ السَّمْحَةِ یعنی میں ہر باطل سے جدا آسان دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ [1]

اس کے برعکس ورع کا حکم سختی اور احتیاط پر مبنی ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا تھا: ''مُتَّقِین کا معاملہ 90 کا اشارہ کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے۔''

حقیقت میں دونوں ایک حکم ہیں

پھر یہ کہ ورع و تقویٰ بھی شریعت ہی سے ہے اور حقیقت میں دونوں ایک ہیں

---

1 ...مسند امام احمد، ۸/۳۰۳، حدیث: ۲۲۳۵۴

مگر بات یہ ہے کہ شریعت کے دو حکم ہوتے ہیں ایک جائز ہونے کا اور دوسرا افضل وبہتر ہونے کا۔ جائز کو حکمِ شریعت کہتے ہیں اور افضل وبہتر کو حکمِ ورع کہا جاتا ہے پس حقیقت میں دونوں حکم ایک ہی ہیں، اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

ورع کا راستہ بڑا کٹھن ہے

اگر تم یہ کہو کہ جب ہر چیز سے مُتَعَلِّق چھان بین کو روا رکھا جائے گا تو دورِ حاضر میں ہم جو کچھ بھی لیں گے اس میں خرابی پیدا ہو جائے گی اور بعض اوقات تو صاحبِ ورع کے لئے مشکل کھڑی ہو جائے گی کیونکہ اسے بھی ایسی شے کی حاجت ہے جو اُسے عبادت تک پہنچائے؟

تو تم جان لو کہ تقوٰی کا راستہ بہت کٹھن ہے، اس پر چلنے والے کے لیے شرط ہے کہ وہ اپنے نفس اور دل کو تکالیف برداشت کرنے پر مضبوط کرے ورنہ وہ اس راہ پر نہیں چل سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کئی مُتَّقِین کوہِ لبنان اور دیگر پہاڑوں کی طرف چلے گئے اور وہاں گھاس اور جنگلی پھل کھا کر گزارہ کیا کیونکہ اس خوراک میں کوئی شک وشبہ نہیں تھا، تو جس میں تقوٰی کا بلند مرتبہ پانے کی ہمت وجستجو ہو اس پر لازم ہے کہ تکالیف ومصائب برداشت کرے، ان پر صبر کرے اوراِن بزرگوں کے طریقے پر چلے تاکہ اُن جیسی منازل پا سکے اور اگر اس راستے کا مسافر لوگوں کے درمیان ہی رہنا اور کھانا پینا چاہے تو وہ کھانا اس کے نزدیک ایک مردار کی طرح ہونا چاہیے جس کی طرف بقدرِ ضرورت ہی بڑھا جاتا ہے پھر اس میں سے بھی صرف اتنا کھائے جس سے عبادت پر قوت حاصل ہو سکے، اب وہ معذور ہو گا اور جو کچھ کھایا اس میں اگر کوئی شک شبہ بھی ہوا تو اسے کوئی

نقصان نہیں دے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت زیادہ عذر قبول فرمانے والا ہے۔ چنانچہ

حضرت سیِّدُنا خواجہ حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: بازاروں میں حلال حرام کی تمیز ختم ہو گئی ہے لہٰذا زندہ رہنے جتنی روزی پر اکتفا کرو۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سیِّدُنا وُہیب بن وَرْد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک دو یا تین دن تک بھوکے رہتے پھر روٹی پکڑتے اور کہتے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! بے شک تو جانتا ہے اب مجھ میں عبادت کی طاقت نہیں ہے اگر میں یہ نہیں کھاؤں گا تو تکلیف یا کمزوری میں پڑ جاؤں گا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اگر اس روٹی میں کسی ناپاک یا حرام کی ملاوٹ ہو تو اس پر میری پکڑ نہ فرمانا۔" پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روٹی کو پانی میں بھگوتے اور کھا لیتے۔

میں کہتا ہوں: میرے علم کے مطابق یہ دو طریقے متقین میں سے بلند مرتبہ حضرات کے ہیں البتہ جو ان سے کم مرتبہ ہیں وہ اپنی قوت وطاقت کے اعتبار سے احتیاط اور چھان بین کریں، انہیں اپنی اس کوشش کے مطابق تقوٰی میں سے حصہ ملے گا، مشہور کہاوت ہے کہ "جس قدر محنت و کوشش کرو گے اتنا ہی اپنی مراد میں کامیاب ہو گے۔" اللہ عَزَّوَجَلَّ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ خوب جانتا ہے۔

حلال کی تین حالتیں

اگر سوال کیا جائے کہ یہ تو حرام کی بات تھی، اب ہمیں حلال کے بارے میں بتائیے اور ضرورت سے زائد جس حلال پر حساب کتاب ہو گا اس کی تعریف کیا ہے، اس کا کتنا استعمال درست ہے اور وہ ضرورت سے زائد میں شمار نہیں ہو گا اور اِس کی وجہ سے

بروزِ حشر روکا جائے گا نہ پوچھ گچھ ہوگی؟ تو یاد رکھو کہ بنیادی طور پر حلال کی تین حالتیں ہیں:

حلال پر گرفت و عذاب

﴿1﴾... مباح و حلال کو بندہ فخر و تکبُّر، ریاکاری اور نمود و نمائش کے لیے حاصل کرے تو یہ نافرمانی والا فعل ہے، ظاہری عمل کے اعتبار سے بروزِ قیامت اُسے روکا جائے گا، حساب ہو گا اور ملامت کی جائے گی جبکہ باطنی لحاظ سے ایک نافرمانی و برائی ہے یعنی بڑائی اور فخر چاہنا لہٰذا اس وجہ سے وہ عذابِ دوزخ کا حقدار ہو گا اور بندے کی طرف سے فخر و بڑائی کا ارادہ کرنا گناہ و نافرمانی ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًاؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌۙ (پ۲۷، الحدید: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمہارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینھ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن (پامال کیا ہوا) ہو گیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے۔

حضور سیِّدِ عالَم، شَفِیعِ اُمَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو بڑائی مارنے، مال بڑھانے، فخر کرنے اور دکھاوے کے لیے حلال دنیا طلب کرے گا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ ربّ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گا۔"(1)

پس مذکورہ صورت میں وعید بندے کے قلبی ارادے پر ہے۔

---

(1)... مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی التجارة والرغبة فیھا، ۵/۲۵۸، حدیث: ۷

حلال پر حساب کتاب

﴿2﴾... حلال ومُباح کو بندہ صرف اپنی نفسانی خواہش کے لیے حاصل کرے، کوئی اور مقصد نہ ہو تو یہ اُس کی ایسی بُرائی ہے جو اس پر حساب کتاب کو لازم ٹھہراتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۠﴿۸﴾ (پ۳۰، التکاثر:۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی۔

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: دنیا کے حلال پر حساب ہے۔[1]

حلال پر اجر و ثواب

﴿3﴾... حلال ومُباح کو بندہ عبادتِ الٰہی پر تقویت کی خاطر بقدرِ ضرورت حاصل کرے کہ اتنا طلب کرنے میں وہ معذور ہو اور اسی پر اکتفا کرے تو یہ اس کی طرف سے خیر، نیکی اور ادب ہے اور اس پر حساب ہے نہ عذاب بلکہ وہ اس پر ثواب و تعریف کا مُستَحِق ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ (پ۲، البقرۃ:۲۰۲)

ترجمۂ کنزالایمان: ایسوں کو ان کی کمائی سے بھاگ ہے۔

حضور سرورِ کونین، رحمتِ دارین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے بھیک سے بچنے، پڑوسی پر مہربانی کرنے اور اپنے گھر والوں کی روزی کی خاطر حلال

1... مسند الفردوس، ۲/۲۹۷، حدیث: ۶۲۳۹

دنیا طلب کی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔[1]

مباح نیکی کیسے بنتا ہے؟

اگر تم سوال کرو کہ وہ کونسی شرط ہے جس کی بدولت مباح نیکی اور خیر بن جاتا ہے؟ تو جان لو کہ مباح نیکی بننے میں دو شرطوں کا محتاج ہے:(١)...حال اور (٢)...ارادہ۔

❁...**پہلی شرط:** حال سے مراد یہ ہے کہ بندہ معذوری کی ایسی حالت میں ہو کہ اگر اس نے مباح و حلال کو حاصل نہ کیا تو اس کی پکڑ ہوگی، وضاحت کچھ یوں ہے کہ اُس کی حالت ایسی ہو کہ اگر وہ اُس مباح کو حاصل نہیں کرتا تو اس کے سبب کوئی فرض، سنت یا نفل چھوٹ جائے گا تو اب مباح کو حاصل کرنا اُسے چھوڑنے سے افضل ہے اگرچہ دنیا کے جائز و مباح کو ترک کرنا فضیلت کا باعث ہے پس جب حالت ایسی ہو تو یہ معذوری والی حالت ہے۔

❁...**دوسری شرط:** ارادہ سے مراد یہ ہے کہ بندہ حلال و مباح کے حصول میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی تیاری اور اس پر قوت حاصل کرنے کی نیت کرے اور دل میں یہ بات لائے کہ اگر اس مباح کے حصول سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت تک رسائی نہ ہوتی تو میں اسے کبھی حاصل نہ کرتا، یہ اپنی حجت کو یاد کرنا ہے پس جب عذر کی حالت میں یہ نیت و ارادہ دل میں پیدا ہو جائے تو پھر مباح کو حاصل کرنا خیر، نیکی اور ادب بن جاتا ہے اور اگر بندے کی حالت عذر والی ہو مگر یہ نیت و ارادہ نہ ہو یا یہ نیت و ارادہ موجود ہو مگر حالت عذر والی نہ ہو تو پھر جائز و مباح کا حصول کسی قسم کی نیکی نہیں بنے گا۔

---

[1]...مصنف ابن ابی شیبة، کتاب البیوع، باب فی التجارة والرغبة فیھا، ٥/٢٥٨، حدیث: ٧

بصیرت وارادے کی حاجت

پھر بیان کردہ ادب کے ہمیشہ ذہن نشین رہنے کے لیے ہمیں تھوڑی بصیرت اور اجمالی ارادے کی ضرورت ہے ، یوں کہ بندہ جب بھی دنیا سے کچھ لے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر قوت کے حصول کے لیے لے حتّٰی کہ اگر کبھی مذکورہ حجت یاد نہ رہے تو یہ اجمالی ارادہ ہی اُسے کافی ہو گا۔ ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: مباح کے نیکی بننے میں تین امور کا اعتبار ہے: نیت وارادہ اور حالتِ عذر کا ہونا کہ مباح کے خیر بن کر حاصل ہونے میں بنیادی طور پر یہ دونوں ہی معتبر ہیں اور تیسرا ادب کی بصیرت کا تقاضا کرنے والا اجمالی ارادہ کہ ادب پر استقامت وہمیشگی میں یہی معتبر ہے۔ اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہاں پوچھا جائے کہ بندہ حلال دنیا کو اپنی خواہش کے لیے حاصل کرے تو کیا یہ گناہ اور باعثِ عذاب ہے ؟ اور یہ کہ عذر والی حالت میں جائز ومباح کا حاصل کرنا فرض ہے یا نہیں ؟ تو یاد رکھو کہ عذر والی حالت میں مباح کا حاصل کرنا ایک فضیلت ہے جسے ہم خیر ونیکی کہہ رہے ہیں اور اس کا حکم ادب سکھانے کے لیے ہے اور خواہش کی خاطر مباح کا حصول خراب اور بُرا ہے اور اس سے روکنا اور منع کرنا ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ہے اور یہ گناہ ہے نہ اس پر عذاب ہے، البتہ اس پر حبس وحساب اور ملامت ہے۔

کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟

اگر تم پوچھو کہ یہ حبس وحساب کیا ہے جس کا بندے کو سامنا کرنا پڑے گا؟ تو جان لو کہ حساب یہ ہے کہ قیامت کے دن تم سے پوچھا جائے گا: کہاں سے کمایا؟ کہاں

خرچ کیا؟ اور اس سے تمہارا ارادہ کیا تھا؟ اور حبس یہ ہے کہ جب تک حساب ہوتا رہے گا بندہ میدانِ قیامت میں قیامت کی ہولناکیوں کے درمیان پیاسا اور برہنہ کھڑا رہے گا اور یہی مصیبت کافی ہے۔

قیامت میں حلال پر ملامت کیوں؟

اگر یہاں سوال ہو کہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس دنیا کا حلال ہمارے لیے جائز رکھا ہے تو پھر اس کے لینے پر عار و ملامت کیوں کی جائے گی؟ تو یاد رکھو کہ عار و ملامت کیے جانے کی وجہ مستحب کو ترک کرنا ہوگا جیسے کوئی شخص بادشاہ کے دستر خوان پر بیٹھے مگر آداب کا لحاظ نہ رکھے تو اسے بھی ملامت کی جاتی ہے اگرچہ کھانا اس کے لیے جائز ہوتا ہے۔

گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور بندہ ہر لحاظ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہے لہٰذا بندے پر لازم ہے کہ وہ ممکنہ حد تک ہر لحاظ سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرے اور جس قدر ہو سکے اپنے افعال کو عبادت کے سانچے میں ڈھالے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ اپنی خواہش کو ترجیح دے گا، عبادت پر قدرت ہونے کے باوجود بغیر کسی عذر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے غفلت برتے گا حالانکہ وہ نعمتوں اور خواہشات کے گھر (جنت) میں نہیں بلکہ اسی عبادت و خدمت کے گھر (دنیا) میں ہے تو پھر وہ اپنے مالک و مولیٰ کی طرف سے ملامت اور عار کا مستحق ہو گا۔ اس بنیادی بات پر اچھی طرح غور و فکر کرو۔ نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت و قوت اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے ہے۔

ہم نے نفس کی اصلاح اور اسے تقویٰ کی لگام دینے کے لیے اسی قدر بیان کرنے

کا ارادہ کیا تھالہٰذا اس کے حق کی مکمل رعایت کرو اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ دونوں جہاں میں خیرِ کثیر ہاتھ آئے گی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل سے توفیق دینے اور حفاظت فرمانے والا ہے۔

فصل دنیا، مخلوق، شیطان اور نفس کے علاج کا بیان

اے بندے! اس بڑی اور طویل گھاٹی کو عبور کرنے کے لیے تجھے ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ تمام گھاٹیوں میں سب سے مشکل اور سب سے زیادہ محنت طلب ہے اور اس کے فتنے اور آفتیں بھی بہت بڑی ہیں، کیونکہ مخلوق میں سے جو بھی ہلاک ہوا اُس کے راہِ حق سے پھرنے کا سبب دنیا، مخلوق، شیطان یا نفس ہی بنا ہے۔ ہم نے اپنی کتب ''اَسۡرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیۡن''، ''احیاء العلوم'' اور ''اَلْقُرْبَۃُ اِلَی اللہ'' میں اس گھاٹی کو عبور کرنے کے حوالے سے کافی کچھ بیان کیا ہے۔

اس کتاب کا مقصود یہ ہے کہ میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی تھی کہ وہ مجھے نفس کے علاج کے رازوں پر مُطَّلَع فرمائے اور میری اصلاح فرمائے اور مجھے اصلاح کا ذریعہ بنائے، میں نے اس عمدہ کتاب میں مختصر مگر جامع باتیں بیان کی ہیں جو غور و فکر کرنے والے کے لیے کافی ہوں گی اور اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ باتیں اسے واضح راستے کی طرف بلائیں گی۔ یہ فصل دنیا، مخلوق، شیطان اور نفس کے علاج کے نکات پر مشتمل ہے۔

دنیا سے بچنے کا طریقہ

تم پر لازم ہے کہ تم دنیا سے بچو اور زہد اختیار کرو کیونکہ معاملہ تین حال سے خالی نہیں:

﴿1﴾... اگر تم عقلمند اور ذہین ہو تو تمہارے لیے یہی بات کافی ہے کہ دنیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی دشمن ہے جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارا دوست اور حبیب ہے اور دنیا عقل کو ختم کرنے والی ہے جبکہ عقل تمہارا قیمتی سرمایہ ہے۔

﴿2﴾... اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں ہمت و کوشش کرنے والے ہو تو تمہارے لیے یہی بات کافی ہے کہ دنیا کی نحوست اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ تمہیں عبادت کا ارادہ کرنے سے بھی روکے گی اور اس دنیا کی فکر تمہیں عبادت و بھلائی سے غافل کر دے گی، جب دنیا کی فکر کا یہ حال ہے تو خود دنیا کتنی بڑی رکاوٹ ہو گی؟

﴿3﴾... اگر تم غافل ہو اور تمہارے پاس عقل و بصیرت نام کی کوئی چیز نہیں کہ حقائق کو سمجھ سکو اور نہ ہی تمہارے پاس اچھے کاموں کی ہمت ہے تو تمہاری نصیحت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے یا تو تم اسے چھوڑ جاؤ گے یا یہ تمہیں داغِ مفارقت دے دے گی۔

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”اگر دنیا تیرے پاس باقی بھی رہی تو تُو دنیا میں نہیں رہے گا پھر بھلا دنیا طلب کرنے اور اپنی عُمرِ عزیز اس میں ضائع کرنے کا کیا فائدہ؟“ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

هَبِ الدُّنْيَا تُسَاقُ اِلَيْكَ عَفْوًا ... اَلَيْسَ مَصِيْرُ ذَاكَ اِلٰى زَوَالِ

فَمَا تَرْجُوْا بِعَيْشٍ لَيْسَ يَبْقٰى ... وَشِيْكًا قَدْ تُغَيِّرُهُ اللَّيَالِيْ

وَ مَا دُنْيَاكَ اِلَّا مِثْلَ ظِلٍّ ... اَظَلَّكَ ثُمَّ اٰذَنَ بِارْتِحَالِ

ترجمہ:(۱)...وہ دنیا جو تیری طرف کھنچی چلی آرہی ہے اسے فضول سمجھ کر چھوڑ دے کیا اس کی منزل فنا نہیں ہے؟(۲)...تُو عنقریب باقی نہ رہنے والی زندگی سے کیا امید لگاتا ہے، اِسے تو

راتیں بدلتی جارہی ہیں (۳)...اور تیری دنیاسائے کی مانند ہے جو تجھے سایہ مہیا کرتی اور پھر چلے جانے کا اعلان کرتی ہے۔

لہٰذا عقلمند کی شان نہیں کہ وہ دنیا سے دھوکا کھائے اور ایک دوسرے شاعر نے بڑی سچی بات کہی ہے:

اَضْغَاثُ نَوْمٍ اَوْكَظِلٍّ زَائِلٍ　　اِنَّ اللَّبِيْبَ بِمِثْلِهَا لَا يُخْدَعُ

حَتّٰى مَتٰى تَسْقِي النُّفُوْسَ بِكَاْسِهَا　　رَيْبَ الْمُنُوْنِ وَاَنْتَ لَاهٍ تَرْتَعُ

اَفَقَدْ رَضِيْتَ بِاَنْ تُعَلَّلَ بِالْمُنٰى　　وَاِلَى الْمَنِيَّةِ كُلَّ يَوْمٍ تُدْفَعُ

فَتَزَوَّدَنَّ لِيَوْمِ فَقْرِكَ دَائِبًا　　وَاَجْمَعْ لِنَفْسِكَ لَا لِغَيْرِكَ تَجْمَعُ

ترجمہ:(۱)...دنیا خواب یا زائل ہونے والے سائے کی طرح ہے بے شک عقلمند ایسی چیزوں سے دھوکا نہیں کھاتا۔(۲)...مگر دنیا اپنے برتن سے لوگوں کو حوادثِ زمانہ کے جام پلا رہی ہے اور تو کھیل کود اور کھانے پینے میں لگا ہے۔(۳)...کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے موت میں مشغول کیا جائے جبکہ تو ہر روز موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔(۴)...پس اپنی محتاجی والے دن کے لئے زادِ راہ جمع کرنے کا عادی ہو جا اور دوسروں کے بجائے اپنے لیے جمع کر۔

شیطان سے بچنے کا طریقہ

شیطان سے بچنے کے لیے تجھے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی یہ بات ہی کافی ہونی چاہیے جو اس نے اپنے پیارے نبی حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمائی ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم عرض کرو کہ اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے

اَنۡ یَّحۡضُرُوۡنِ ﴿۹۸﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۹۷، ۹۸) میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

جن سے ربّ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے ان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تمام جہانوں میں سب سے بہتر، سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ عقلمند اور سب سے افضل ہیں، اس کے باجود شیطان کے شر سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ کے محتاج ہیں تو پھر تمہارا کیا حال ہو گا جبکہ تم جاہل، ناقص اور غافل بھی ہو؟

مخلوق سے بچنے کا طریقہ

مخلوق کے شر سے بچنے کے لیے تمہیں یہ بات کافی ہے کہ اگر تم ان سے میل جول اور ان کی خواہشات میں حمایت کرو گے تو تم گناہ گار ہو جاؤ گے اور اپنا آخرت کا معاملہ خراب کر بیٹھو گے اور اگر تم ان کی مخالفت کرو گے تو ان کی دشمنی اور اذیت سے تھک جاؤ گے اور تمہارا دنیا کا معاملہ تم پر دشوار ہو جائے گا پھر یہ بھی خوف ہے کہ وہ تمہارے جانی دشمن بن جائیں تو تم ان کے شر میں پھنس جاؤ گے، بالفرض اگر وہ تمہاری تعریف کرتے اور تمہیں عزت دیتے ہیں تو تمہارے خود پسندی کے فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈر ہے اور اگر وہ تمہاری مذمت کرتے اور تمہیں حقیر سمجھتے ہیں تو تمہارے غمگین ہونے اور بعض اوقات غَیْرُ اللہ کے لیے غصے میں آجانے کا خوف ہے لہٰذا مخلوق کی طرف سے تعریف و مذمت دونوں امور ہی ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔

پھر یہ بھی یاد کرو کہ تمہیں قبر میں ڈالنے کے تین دن بعد وہ تمہیں کیسے چھوڑ دینگے اور بھول جائیں گے بلکہ تمہاری یاد بھی نہیں رہے گی گویا نہ تم نے انہیں کبھی دیکھا اور نہ انہوں نے تمہیں کبھی دیکھا، اب وہاں قبر میں سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کوئی پرسانِ حال نہ ہو گا تو کیا یہ کھلا دھوکا نہیں ہے کہ تم اس مخلوق کے ساتھ اپنا وقت ضائع کرو جبکہ ان کی

طرف سے وفا و دوستی بہت تھوڑی ہوتی ہے اور ان کے ساتھ رہنا بھی بہت تھوڑا ہے؟ کیا یہ کھلا دھوکا نہیں کہ تم اس مخلوق کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت چھوڑ رہے ہو حالانکہ انجامِ کار اسی کی طرف لوٹنا ہے، وہی ہمیشہ ہمیشہ تمہارا ساتھ دینے والا ہے، تمام حاجات اُسی کی طرف لوٹتی ہیں، سارا بھروسا اسی پر ہے اور ہر حال اور ہر مصیبت و پریشانی کے وقت وہی لاشریک ذات جَلَّ جَلَالُہٗ مددگار ہے لہٰذا اے کمزور انسان! غور کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو ہدایت نصیب ہو جائے گی اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل سے توفیق دینے والا ہے۔

نفس سے بچنے کا طریقہ

نفس کے شر سے بچنے کے لیے تم اس کے حالات اور اس کے برے ارادے و خیالات پر غور کرو کہ یہ شہوت کے وقت جانور بن جاتا ہے، غصے کے وقت بھیڑیا بن جاتا ہے، مصیبت و پریشانی میں ہو تو چھوٹا بچہ بن جاتا ہے، خوشحالی اور نعمتوں میں فرعون بن جاتا ہے، بھوک کی حالت میں تم اسے پاگل پاتے ہو اور جب پیٹ بھرا ہو تو اِتراتا ہے، اگر تم اسے سیر کرو تو سرکشی کرتا ہے اور اگر بھوکا رکھو تو چیختا اور بے صبری کرتا ہے پس نفس ایسا ہی ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے:

كَحِمَارِ السُّوْءِ اِنْ اَشْبَعْتَهٗ رَمَحَ النَّاسَ وَ اِنْ جَاعَ نَهَقَ

ترجمہ: نفس خراب گدھے کی مانند ہے کہ اگر تم اسے سیر کرو تو لوگوں کو کچلتا ہے اور اگر بھوکا رہے تو رینکتا ہے۔

ایک بزرگ نے سچ فرمایا کہ ''نفس کی جہالت اور اس کی کمینگی تجھے اس وقت معلوم

ہو جائے گی جب یہ کسی گناہ کا ارادہ کرے یا کسی خواہش کے لیے تیار ہو جائے اور تو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے تمام انبیاء ورسل عَلَیْہِمُ السَّلَام، تمام آسمانی کتابوں اور تمام بزرگوں کا واسطہ دے اور موت، قبر اور جنت ودوزخ کا معاملہ اس پر پیش کرے تو تب بھی یہ باز نہیں آئے گا اور اپنی شہوت کو نہیں چھوڑے گا، پھر اگر تو اسے یہ کہے کہ میں تجھے ایک روٹی نہیں کھلاؤں گا تو پر سکون ہو کر اپنی شہوت سے باز آجائے گا اب تمہیں اس کی کمینگی اور جہالت سمجھ آجائے گی، تو اے بندے! نفس سے ہرگز غافل مت ہونا کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا اُسے پیدا کرنے اور اُسے جاننے والے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔ (پ۱۳، یوسف: ۵۳)

عقلمند کو سمجھانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

حکایت: نفس کی مَکّارِیاں

حضرت سیِّدُنا احمد بن اَرْقَم بَلْخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے بارے میں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک مرتبہ میرا نفس مجھے جہاد پر جانے کے لیے مجبور کرنے لگا تو میں نے کہا: سُبْحٰنَ اللہ! اللہ عَزَّوَجَلَّ تو ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ ترجمۂ کنزالایمان: بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔ (پ۱۳، یوسف: ۵۳)

جبکہ میرا نفس مجھے بھلائی کا حکم دے رہا ہے، نہیں، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا بلکہ نفس اصل میں گوشہ نشینی سے بیزار ہو چکا ہے اور لوگوں سے گھل مل کر راحت حاصل

کرنا چاہتا ہے تاکہ لوگ بڑے عزت واحترام کے ساتھ اس کا استقبال کریں تو میں نے نفس سے کہا: میں تجھے کسی آبادی اور کسی جان پہچان والے کے پاس نہیں لے کر جاؤں گا۔ میرے اس جواب پر نفس مطمئن ہو گیا تو مجھے اس پر بھی تشویش ہوئی اور میں نے کہا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے زیادہ سچا ہے، پھر میں نے نفس سے کہا: میں دشمن سے جہاد کرنے کو بالکل تیار ہوں مگر میرا پہلا شکار تو ہے۔ اس پر بھی میرا نفس مجھ سے راضی ہو گیا، پھر میں نے نفس کی ناپسندیدہ چند باتیں اور شمار کیں تو نفس ان پر بھی راضی رہا بالآخر میں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب عَزَّوَجَلَّ! میں نفس کو جھوٹا اور تجھے سچا مانتا ہوں، مجھے نفس کی حقیقت بتادے۔ پھر مجھے کشف ہوا کہ نفس کہہ رہا ہے: اے احمد! تو ہر روز مجھے میری خواہشات سے روک کر اور میری مخالفت کر کے مجھے قتل کرتا ہے اور کسی کو پتا بھی نہیں چلتا، اگر تو جہاد کرتا اور شہید ہو جاتا تو میں ایک ہی مرتبہ قتل ہو کر تجھ سے چھٹکارا پالیتا اور لوگوں میں چرچا ہو جاتا کہ احمد شہادت کے مرتبے پر فائز ہوا ہے، یوں میرا ہی چرچا اور میری ہی عزت ہوتی۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: اس مکاشفہ کے بعد میں نے اس سال جہاد ہی نہیں کیا۔

دیکھ لو نفس کا مکر وفریب اور دھوکا کیسا ہے کہ موت کے بعد بھی ایسے عمل پر لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتا ہے جس کے بعد کوئی عمل نہیں۔

70 شیطانوں سے زیادہ خبیث

کسی شاعر نے سچ کہا اور بہت خوب کہا:

تَوَقَّ نَفْسَكَ لَا تَأْمَنْ غَوَائِلَهَا   فَالنَّفْسُ اَخْبَثُ مِنْ سَبْعِيْنَ شَيْطَانَا

ترجمہ: اپنے نفس سے بچو، اس کی فریب کاریوں سے بے خوف مت ہو کیونکہ نفس ستر شیطانوں سے بھی زیادہ خبیث ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر رحم فرمائے! برائی کا حکم دینے والے دھوکے باز نفس سے خبر دار رہو اور ہر حال میں دل کو اس کی مخالفت پر لگائے رکھو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ درست اور سلامت رہو گے، اس کے بعد اسے تقوٰی کی لگام دو کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر نہیں ہے۔

عبادت میں اِجْتِناب اور اِکْتِساب

یہاں ایک بنیادی بات یادرکھو کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں: (۱)...اکتساب یعنی کرنا اور (۲)...اجتناب یعنی بچنا۔ اکتساب سے مراد ہے عبادات بجالانا اور اجتناب سے مراد ہے گناہوں اور برائیوں سے بچنا اور یہی تقوٰی ہے اور ان دونوں میں سے اجتناب والی صورت زیادہ درست اور افضل واشرف ہے کیونکہ جو عبادت و مجاہدہ کے ابتدائی درجے پر ہوتے ہیں ان کی ساری کوشش یہی ہوتی ہے کہ دن روزے میں اور رات عبادت میں گزرے اور وہ اسی میں لگے رہتے ہیں جبکہ عبادت گزاروں میں انتہائی درجہ والے اصحابِ بصیرت "اجتناب" کو ترجیح دیتے ہیں، ان کی ساری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کا دل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے، یہ حضرات پیٹ کو ضرورت سے زائد حلال سے، زبان کو فضول باتوں سے اور آنکھوں کو بے کار چیزوں کی طرف اٹھنے سے بچاتے ہیں۔

اس معنی کے لحاظ سے دوسری قسم والے ایک عبادت گزار نے حضرت سیِّدُنا یونس سے کہا: اے یونس! کچھ لوگ نماز کو پسند کرتے ہیں اور اس پر کسی اور عبادت کو

ترجیح نہیں دیتے ایسے لوگ عبادت، سچائی اور عاجزی وانکساری کا ستون ہیں، کچھ لوگ روزے کو پسند کرتے ہیں اور اس پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے، یونہی کچھ لوگ صدقے کو پسند کرتے ہیں اور اسے ہی سب سے عزیز تر سمجھتے ہیں۔ اے یونس! اب میں آپ کے سامنے اس کی وضاحت کرتا ہوں: ”ہر برائی سے رکنے کو اپنا روزہ بنالیجئے اور تکلیف پہنچانے سے رکنے کو اپنا صدقہ بنالیجئے کیونکہ آپ اس سے افضل شے کا صدقہ کر سکتے ہیں نہ اس سے پاکیزہ شے کا روزہ رکھ سکتے ہیں۔“

دوطرفہ خسارہ

اس بات کو جاننے کے بعد کہ اجتناب یعنی گناہوں سے بچنے والی صورت توجہ اور کوشش کی زیادہ حقدار ہے اگر تم نے عبادت کے دونوں حصوں یعنی اکتساب اور اجتناب کو حاصل کرلیا تو تمہارا معاملہ مکمل اور مراد پوری ہوگئی اور تم نے سلامتی اور غنیمت دونوں کو پالیا اور اگر تم ایک ہی حصے تک پہنچ سکو تو پھر جانبِ اجتناب کو اختیار کرو سلامت رہو گے اگرچہ غنیمت حاصل نہ کر سکو ورنہ اکتساب واجتناب دونوں جانبوں کا خسارہ اُٹھانا پڑے گا اور تمہیں رات کی عبادت کرنا اور خود کو تھکانا فائدہ نہیں دے گا کہ تم کسی ایک بُری نیت کے سبب اسے ضائع کردو گے اور یوں ہی طویل دن کا روزہ نفع نہ دے گا کہ ایک بے ہودہ بات بول کر روزہ خراب کردو گے۔

حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا گیا کہ آپ ان دو شخصوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک نیکیاں بھی زیادہ کرتا ہے اور گناہ بھی جبکہ دوسرا نیکیاں بھی کم کرتا ہے اور گناہ بھی؟ آپ نے فرمایا: دونوں برابر ہیں۔

بیماری میں پرہیز کی اہمیت

اس کی ایک مثال ہم مریض کی حالت سے دیں گے کہ مریض کے علاج کے دو حصے ہوتے ہیں آدھا حصہ دوا اور آدھا حصہ پرہیز، یہ دونوں جمع ہو جائیں تو مریض ٹھیک ہو جاتا ہے ورنہ پرہیز تو ہر صورت کرنا ہی پڑتا ہے کیونکہ جب پرہیز نہ ہو تو دوا کوئی فائدہ نہیں دیتی مگر دوا نہ ہو اور صرف پرہیز ہو تو پرہیز ضرور فائدہ دیتا ہے۔ طبیبوں کے طبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَصْلُ کُلِّ دَوَاءٍ اَلْحِمْیَۃُ یعنی ہر دوا کی اصل پرہیز ہے۔[1] مطلب یہ ہے کہ پرہیز بندے کو دوا کا محتاج نہیں کرتا۔ وَاللہُ اَعْلَم۔

اہل ہند کا طریقۂ علاج

منقول ہے کہ اہلِ ہند مریض کا زیادہ تر علاج پرہیز سے کرتے ہیں، ان کے ہاں مریض کو چند دنوں تک کھانے، پینے اور گفتگو کرنے سے روک دیا جاتا ہے تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔ پس تم پر خوب واضح ہو گیا کہ تقویٰ ہی ہر معاملے کی اصل ہے اور اُس کے اہل اونچے درجہ والے لوگ ہیں لہٰذا تمہیں اس معاملے میں خوب کوشش اور توجہ کرنی چاہیے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے والا ہے۔

فصل: آنکھ، زبان، پیٹ اور دل کی حفاظت کا بیان

تم ان چار اعضاء کی حفاظت و رعایت کرو کیونکہ یہ بنیاد ہیں:

آنکھ کی حفاظت

﴿1﴾... آنکھ کی رعایت کے لیے تمہیں یہی بات کافی ہے کہ دین و دنیا کے معاملے کا

---

[1]...تفسیر القرطبی، سورۃ الاعراف، تحت الآیۃ: ۳۱، ۴/۱۳۹

مدار دل پر ہے اور اکثر اوقات دل کے خیالات، مصروفیت اور خرابی میں آنکھ کا کردار ہوتا ہے اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم نے فرمایا: مَنْ لَمْ یَمْلِكْ عَیْنَهُ فَلَیْسَ لِلْقَلْبِ عِنْدَهٗ قِیْمَةٌ یعنی جو اپنی آنکھ پر قابو نہیں رکھتا اس کے نزدیک دل (کے گناہ کرنے کی) کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

زبان کی حفاظت

﴿2﴾... زبان کے لیے تمہیں یہ کافی ہونا چاہیے کہ تمہاری تمام تر عبادت و فرماں برداری، مجاہدے کی تھکاوٹ کا پھل اور تمہارے نفع و غنیمت کا تعلُّق اسی سے ہے اور عبادت کے ضائع وبرباد ہونے کا خطرہ اکثر طور پر زبان سے ہی ہوتا ہے، بناوٹی گفتگو یا غیبت وغیرہ کے ایک لفظ سے ایک لمحے میں تمہاری سال بلکہ پندرہ سال کی مشقت بھری عبادت ضائع ہوسکتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ”مَا شَیْءٌ اَحَقُّ بِطُوْلِ السِّجْنِ مِنَ الْلِسَانِ یعنی زبان سے زیادہ کوئی چیز لمبی قید کیے جانے کی مستحق نہیں۔“

سات عبادت گزاروں میں سے ایک عابد نے حضرت سیِّدُنا یونس سے کہا: اے یونس! عبادت میں کوشاں عابدوں کو اپنی عبادت پر سب سے زیادہ قوت طویل عرصے تک خاموش رہنے سے ملتی ہے۔ پھر کہا: سب سے زیادہ ترجیح حفاظتِ زبان کو اور سب سے زیادہ توجہ دل کی سلامتی پر ہونی چاہیے۔

ہر سانس کی قدر کرو

پھر اس سانس کو یاد کرو جس میں تم نے فضول گوئی کی، اس وقت اگر تم اَسْتَغْفِرُ اللہ کہہ دیتے تو تمہیں کیا نقصان ہوتا؟ کبھی قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، ہوسکتا ہے اسی

گھڑی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری مغفرت فرما دیتا اور فائدے میں رہتے یا پھر اُس وقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ دیتے تو تمہیں اپنے وہم و گمان سے بھی زیادہ اجر و ثواب نصیب ہو جاتا یا پھر تم یہ کہہ دیتے کہ "اَسْاَلُ اللہَ الْعَافِیَۃَ یعنی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں" ممکن ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر نظرِ رحمت فرماتا اور تمہاری دعا قبول فرمالیتا یوں تمہیں دنیا و آخرت کی بلاؤں سے چھٹکارا نصیب ہو جاتا۔ کیا یہ کھلا دھوکا اور بڑا نقصان نہیں ہے کہ تم نے خود کو اتنے پیارے فائدوں سے محروم کر دیا اور اپنا سانس اور وقت فضولیات میں صرف کر دیا۔ اس کا سب سے کم نقصان یہ ہے کہ قیامت میں تمہیں اس کا حساب دینا پڑے گا اور ملامت کی جائے گی۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا:

وَ اغْتَنِمْ رَكْعَتَيْنِ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْـ ـلِ اِذَا كُنْتَ خَالِيًا مُسْتَرِيْحًا

وَ اِذَا مَا هَمَمْتَ بِالْمَنْطِقِ الْبَا طِلِ فَاجْعَلْ مَكَانَهٗ تَسْبِيْحًا

اِنَّ بَعْضَ السُّكُوْتِ خَيْرٌ مِّنَ النُّطْـ ـقِ وَ اِنْ كُنْتَ بِالْكَلَامِ فَصِيْحًا

ترجمہ: (۱)...رات کی تاریکی میں جب تم فارغ اور پر سکون ہو تو دو رکعت نفل کو غنیمت جانو (۲)... اور جب تم فضول گفتگو کرنا چاہو تو اس کی جگہ کوئی تسبیح کر لیا کرو (۳)...بے شک بعض جگہ خاموش رہنا بولنے سے بہتر ہوتا ہے اگرچہ تم بہت اچھا بولتے ہو۔

پیٹ کی حفاظت

﴿3﴾... پیٹ کی حفاظت کے لیے یہ یاد کرو کہ تمہارا مقصد عبادت کرنا ہے اور کھانا عمل کے لیے بیج اور پانی ہے جس سے عمل اگتا ہے، اگر بیج خراب ہو گا تو فصل بھی خراب ہو گی بلکہ یہ بھی خطرہ ہے کہ زمین ہی خراب ہو جائے پھر تمہیں کبھی کامیابی نہیں ملے گی۔

حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: جب تو روزہ رکھے تو دیکھ لے کہ کس چیز سے افطار کرے گا، کس کے پاس افطار کرے گا اور کس کے کھانے سے افطار کرے گا؟ کیونکہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک لقمے سے دل کی حالت ایسی بدلتی ہے کہ کبھی بھی دل اپنی اصلی حالت پر واپس نہیں آتا اور کبھی ایک لقمہ رات کے قیام سے محروم کر دیتا ہے اور کئی بار ایسی نظر اٹھتی ہے کہ بندہ ایک سورت کی تلاوت نہیں کر پاتا اور کبھی ایسا کھالیتا ہے جس کے سبب پورے سال عبادت نصیب نہیں ہوتی۔

عبادت کا نور

اے بندے! اگر تو اپنے دل کی اصلاح اور اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی توفیق چاہتا ہے تو تجھے اپنی غذا کے معاملے میں انتہائی باریک نظر اور بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، یہ بات تو فقط حلال و جائز غذا کے متعلق ہے اس کے بعد تجھے غذا کے معاملے میں مستحب کو بھی اپنانا ہے ورنہ تُو محض پیٹ میں کھانا اٹھانے والا اور اپنا وقت برباد کرنے والا ہو گا۔ ہمیں نہ صرف یقین ہے بلکہ ہم نے واضح دیکھا کہ جب پیٹ بھرا ہو تو تھوڑی سی عبادت بھی نہیں ہو پاتی، بالفرض تم نے مختلف حیلے بہانوں سے نفس کو عبادت پر مجبور کر بھی لیا تو اس عبادت میں لذت و مٹھاس نہیں ہو گی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ”جب تم پیٹ بھر کر کھانے والے ہو تو پھر عبادت میں چاشنی کی امید مت رکھو“ بھلا عبادت کے بغیر دل میں نور کیسے آسکتا ہے اور جب لذت و چاشنی ہی نہ ہو تو عبادت میں نور کیسے آسکتا ہے۔

دنیا والوں کو چار نصیحتیں

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں کوہِ لبنان میں کثیر

اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کی صحبت میں رہا، ان میں سے ہر ایک مجھے یہی نصیحت کرتا رہا کہ "جب دنیا والوں کے پاس جانا تو انہیں چار باتوں کی نصیحت کرنا: (۱)...جو زیادہ کھائے گا اسے عبادت کی لذت نصیب نہیں ہوگی (۲)...جو زیادہ سوئے گا اس کی عُمر میں برکت نہیں ہوگی (۳)...جو لوگوں کی خوشی چاہے گا وہ رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا کا انتظار نہ کرے اور (۴)...جو فضول گوئی اور غیبت کی کثرت کرے گا (خدشہ ہے کہ) وہ دینِ اسلام پر نہیں مرے گا۔

حضرت سیِّدُنا سہل رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ساری بھلائی چار صفات میں ہے اور ابدال انہی کی بدولت ابدال بنے ہیں: (۱)...پیٹ کو خالی رکھنا (۲)...خاموشی (۳)...گوشہ نشینی اور (۴)...شب بیداری۔

بھوک ہمارا سرمایہ ہے

ایک عارف بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: بھوک ہمارا سرمایہ ہے۔ مطلب یہ کہ ہمیں سلامتی، عبادت، لذت و حلاوت اور علمِ نافع الغرض جو کچھ بھی نصیب ہوا ہے اس کا سبب بھوک اور اِس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے صبر کرنا ہے۔

دل کی حفاظت

﴿4﴾...دل: اس کی نگہداشت کے لیے تمہیں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ تمام اعضاء کی اصل ہے، اگر تم نے اِسے خراب کر دیا تو ہر عضو خراب ہو جائے گا اور اگر تم نے اس کو درست کر لیا تو ہر عضو درست رہے گا کیونکہ دل ایک درخت ہے اور تمام اعضاء اس کی شاخیں، شاخوں کو پانی درخت سے ہی ملتا ہے جس سے یہ درست یا خراب

ہوتی ہیں۔ دل بادشاہ ہے اور تمام اعضاء اس کے نوکر و درباری اور رعایا ہیں لہٰذا جب بادشاہ ٹھیک ہو گا تو رعایا بھی ٹھیک رہے گی اور اگر بادشاہ بگڑ جائے گا تو رعایا بھی بگڑ جائے گی۔ پس آنکھ، زبان اور پیٹ وغیرہ کا درست ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ دل درست ہے، مگر جب تمہیں ان اعضاء میں کوئی کوتاہی نظر آئے تو سمجھ جاؤ دل میں کوئی کوتاہی اور خرابی ہے، جبھی تو ان اعضاء میں فساد آیا ہے بلکہ دل کا فساد اور خرابی زیادہ ہوتی ہے اس کی طرف بھرپور توجہ دو اور اسے درست کرو تاکہ تمام اعضاء درست ہو کر راحت محسوس کریں۔

وسوسوں کا میدان

دل کی اصلاح کا معاملہ بہت مشکل ہے کیونکہ یہ خیالات اور وسوسوں کا میدان ہے اور خیالات و وسوسے تمہارے قبضے میں نہیں ہیں، ان سے بچنے کے لیے مکمل طاقت اور انتہائی مشقت اٹھانی پڑتی ہے اسی وجہ سے ریاضت و مجاہدہ کرنے والوں کے لیے دل کی اصلاح سب سے مشکل ہوتی ہے اور عقلمند حضرات اس کی طرف بہت زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے 10 سال دل، 10 سال زبان اور 10 سال نفس کی اصلاح کی تو ان میں سب سے مشکل دل کی اصلاح کو پایا۔

اہلِ علم کی چار آفتیں

پھر تم پر ہماری بیان کردہ چار آفات یعنی امید، جلد بازی، حسد اور تکبُّر کی طرف بھرپور دھیان دینا لازم ہے، ہم نے اس مقام پر تمام آفات میں سے ان چار کو اس لیے خاص کیا کیونکہ یہ باطنی امراض طلبا اور علما کو خاص طور لاحق ہوتے ہیں، اگرچہ عمومی

طور پر یہ برائیاں سارے ہی لوگ میں پائی جاتی ہیں مگر کتابیں پڑھنے پڑھانے والے ان میں خاص طور مبتلا ہیں لہٰذا یہ زیادہ بُری ہیں۔

تم اس طبقے میں سے کسی کو دیکھو گے کہ وہ لمبی امید رکھے گا اور اسے نیت خیر گمان کر رہا ہو گا نتیجۃً وہ عمل میں سستی اور کاہلی کا شکار ہو جائے گا اور تم دیکھو گے کہ وہ بھلائی کی منازل کو پانے کی جلدی کر رہا ہے مگر محروم رہتا ہے یا پھر کسی دعا کی قبولیت میں جلدی کر رہا ہو گا مگر قبولیت سے محروم ہو جائے گا یا پھر کسی کے لیے جلد بازی میں بد دعا کر دے گا اور پھر اس پر نادم ہو گا۔ یا تم اُس عالِم یا قاری کو دیکھو گے کہ اس کے ہم عصروں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل سے جو کچھ عطا فرمایا ہے یہ اس پر ان سے حسد کر رہا ہو گا، حتّٰی کہ بعض اوقات یہ حسد اس سے ایسے ایسے گناہ کرواتا ہے جن کی طرف کوئی فاسق و فاجر بھی نہیں بڑھتا۔ چنانچہ

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: مجھے اپنی جان کا سب سے زیادہ خطرہ علما اور قُرَّاء سے ہے۔ لوگوں نے اس بات کو ناپسند کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یہ میں نہیں کہتا بلکہ یہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے فرمایا ہے۔

علم والوں سے محتاط رہو

حضرت سیِّدُنا عطاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مجھ سے فرمایا: اہلِ علم سے محتاط رہو اور ان کے ساتھ مجھ سے بھی کیونکہ اگر میرا ان میں سے کسی کے ساتھ ایک انار کے بارے میں اختلاف ہو جائے کہ میں کہوں: یہ میٹھا ہے اور وہ کہے: یہ ترش ہے۔ تو مجھے خوف ہے کہ وہ ظالم بادشاہ کے پاس مجھے قتل کروانے کی کوشش کرنے لگے گا۔

اہلِ علم کا باہمی حسد

حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: میں ساری مخلوق کے خلاف علما کی گواہی قبول کر لوں گا مگر علما کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی قبول نہیں کروں گا کیونکہ میں نے انہیں بہت زیادہ حسد کرنے والا پایا ہے۔

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب نے اپنے بیٹے سے فرمایا: مجھے ان علما سے کہیں دور گھر خرید کر دو۔ ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اگر یہ میری غلطی دیکھتے ہیں تو میری بے عزتی کرتے ہیں اور اگر میرے پاس کوئی نعمت دیکھتے ہیں تو مجھ سے حسد کرتے ہیں۔

کپڑوں میں زہد اور دل میں تکبُّر

یونہی تم کسی علم والے کو دیکھو گے کہ عام لوگوں پر تکبر کرتا اور انہیں کمتر جان کر اُن سے منہ پھیر لیتا ہے، دو رکعت نماز زیادہ پڑھ کر گویا لوگوں پر احسان کرتا ہے یا گویا اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلے کی سند مل گئی ہے یا اس وجہ سے یہ خود کو خوش بخت اور باقی سب لوگوں کو بد بخت یقین کر لیتا ہے۔ پھر اس تکبر کے ساتھ وہ عاجزی وانکساری کرنے والوں کی طرح اون وغیرہ کا لباس پہنتا ہے اور خود کو کمزور اور قریبُ الموت ظاہر کرتا ہے حالانکہ ان چیزوں کا تکبر وغرور سے کوئی تعلُّق نہیں اور نہ یہ اس کے لائق ہیں بلکہ یہ تو تکبر کے منافی ہیں مگر اندھے کو سمجھ نہیں۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فَرْقَد سَبَخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی گدڑی پہنے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کے پاس آئے، اس وقت حضرت نے عمدہ جوڑا پہنا

ہوا تھا، وہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے لباس کو دیکھنے اور چھونے لگے تو آپ نے پوچھا: میرے کپڑوں کو کیوں دیکھ رہے ہو؟ میرا لباس جنتیوں والا اور تمہارا لباس دوزخیوں والا ہے۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اکثر دوزخی گدڑی پہنے ہوئے ہوں گے۔ اس کے بعد آپ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے مزید فرمایا: لوگوں نے کپڑوں میں زہد اور دلوں میں تکبر بسا رکھا ہے، خدا کی قسم! گدڑی پہن کر دل میں تکبر رکھنے والے کا تکبر ریشمی لباس پہننے والے سے زیادہ ہے۔

یہی بات حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے ان اشعار میں بیان فرمائی ہے:

تَصَوَّفَ فَازْدَھٰی بِالصُّوْفِ جَھْلًا ... وَ بَعْضُ النَّاسِ یَلْبَسُہٗ مَجَانَہ

یُرِیْكَ مَھَانَۃً وَیُرِیْدُ کِبْرًا (1) ... وَ لَیْسَ الْکِبْرُ مِنْ شَکْلِ الْمَھَانَہ

تَصَوَّفَ کَیْ یُقَالَ لَہٗ اَمِیْنٌ ... وَ مَا مَعْنٰی تَصَوُّفِہِ الْاَمَانَہ

وَ لَمْ یُرِدِ الْاِلٰہَ بِہٖ وَ لٰکِنْ ... اَرَادَ بِہِ الطَّرِیْقَ اِلَی الْخِیَانَہ

ترجمہ: (۱)...کچھ لوگ صوفی بن کر اونی لباس پر جہالت کے سبب تکبر کرتے ہیں اور کچھ تو بلاوجہ اِسے پہن لیتے ہیں۔ (۲)...خود کو کمزور وناتواں ظاہر کرتے ہیں اور نیت تکبر کی ہوتی ہے حالانکہ کمزوری وناتوانی میں کوئی تکبر نہیں ہوتا۔ (۳)...وہ امانت دار کہلوانے کے لیے بناوٹی صوفی بنتے ہیں حالانکہ ایسی صوفیت میں کوئی امانت نہیں ہوتی۔ (۴)...اور وہ اس طرزِ عمل سے رضائے الٰہی کا نہیں

---

(1)... ہمارے پاس دستیاب منہاج العابدین کے نسخوں میں اس مقام پر "یُرِیْدُ کِبْرًا" کے بجائے "یُرِیْكَ کِبْرًا" ہے جو درایت کے اعتبار سے صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اس شعر کی تحقیق کے لیے ہم نے دیگر کتابوں کی طرف مراجعت کی تو ہمارے سامنے یہ تین عبارتیں آئیں: "یُجِنُّ کِبْراً" "یُرِیْدُ کِبْرًا" "یُرِیْكَ کِبْرًا"۔ جن میں سے ہم نے "یُرِیْدُ کِبْرًا" کا انتخاب کرکے اسی کو لکھ دیا ہے۔ (از علمیہ)

بلکہ دھوکا دہی اور خیانت کا ارادہ رکھتے ہیں۔

لہٰذا اے بندے! ان چاروں آفات (لمبی امید، جلد بازی، حسد اور تکبر) سے بچ بالخصوص تکبر سے کیونکہ اگر تم پہلی تین میں پھسل گئے تو گناہ و نافرمانی میں مبتلا ہو گے اور اگر تکبر میں پھسلے تو کفر و سرکشی کے سمندر میں غرق ہو جاؤ گے، تم شیطان کا واقعہ اور اس کی آزمائش کو ہرگز مت بھولنا کہ اس نے انکار کر کے تکبر کیا تو کافروں میں سے ہو گیا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت کے صدقے ہم سب کی حفاظت فرمائے بے شک وہ جواد و کریم ہے۔

فصل دنیا سے بے رغبت کرنے والے راستے

جوارِ رحمت میں نعمتوں کا گھر

اس مقام پر خلاصہ یہ ہے کہ جب تم اپنی عقل سے دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے اور اس کا نفع اس کے نقصان اور پریشانیوں سے بہت کم ہے مثلاً: بدن کو دنیا کے لیے تھکانا، دل کا دنیاوی فکروں میں مشغول ہونا اور آخرت میں طویل حساب اور دردناک عذاب کا سامنا کرنا، لہٰذا دنیا کی فضولیات سے بچو اور اس میں سے فقط اتنا لو کہ رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لیے جس کے بغیر چارہ نہ ہو اور نعمتوں اور لذتوں کو اُس جنت کے لیے چھوڑ دو جو نعمتوں کا گھر ہے اور وہ غنی و کریم اور تمام جہانوں کے رب عَزَّوَجَلَّ کے جوارِ رحمت میں بنا ہوا ہے۔

اُس کی دوستی میں خسارہ نہیں

تم یہ بھی جانتے ہو کہ لوگوں میں وفاداری نام کو نہیں ہے اور ان کی طرف سے

مدد کے بجائے تکلیف زیادہ ملتی ہے لہٰذا صرف ضروری معاملات میں ان سے میل جول رکھو تاکہ ان کی بھلائی سے نفع اٹھاتے رہو اور ان کے ضرر سے محفوظ رہو، اس ربّ عَزَّوَجَلَّ سے دوستی کرو جس کی دوستی میں تمہیں خسارہ نہیں، جس کی عبادت پر تمہیں ندامت نہیں، اس کی کتاب کو اپنا غمگسار بنالو اور اسی کے در کو تھامے رکھو وہ ہر حال میں تمہاری مدد فرمائے گا اور تم اس رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے انعام واکرام کی بارش دیکھو گے اور دنیا وآخرت کی ہر پریشانی میں تم اسے اپنا مددگار پاؤ گے جیسا کہ محبوب خدا، سرورانبیا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کو یاد رکھو پھر جدھر رُخ کرو گے اس کے جلوے دیکھو گے۔[1]

ابلیس سے مقابلہ

پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ شیطان خبیث ہمہ وقت تم سے دشمنی میں لگا ہوا ہے تو اس ملعون کتے سے بچنے کے لیے غالب و قادر ربّ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرو اور شیطان کے مکر وفریب اور جالوں سے ہرگز غافل نہ ہو بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ذکر سے اسے دور بھگا دو، اس کام میں تھکنا ہرگز نہیں کیونکہ جب وہ تمہارا عزم ویقین دیکھے گا تو بھاگ کھڑا ہو گا جیسا کہ رب عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝۹۹

(پ۱۴، النحل: ۹۹)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

---

1 ...ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ...الخ، باب: ۴، ۲۳۱/۵۹، حدیث: ۲۵۲۴

حضرت سیِّدُنا ابو حازم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے سچ فرمایا کہ ”دنیا کیا ہے اور شیطان کیا ہے؟ جو دنیا گزر گئی وہ خواب اور جو باقی ہے وہ امیدیں ہیں اور رہا شیطان تو خدا کی قسم! اس کی اطاعت کی گئی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا اور اس کی نافرمانی کی گئی تو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا۔“

نفس پر قابو پانے کا طریقہ

تم نفس کی جہالت کو بھی جانتے ہو کہ کس طرح نقصان دہ اور ہلاکت خیز چیزوں پر فریفتہ ہوتا ہے تو تم اس پر مہربانی کرتے ہوئے اسے عُلَما اور عُقَلا کی طرح دیکھو جو انجام پر نظر رکھتے ہیں اور اِسے جاہلوں اور بچوں کی نظر سے نہ دیکھو جو فقط موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں اور اس کے اذیت ناک دھوکے کو نہیں سمجھتے اور کڑوی دوا سے اس کا علاج کرنے سے بھاگتے ہیں اور تم نفس کو اس طرح تقوٰی کی لگام دو کہ جس چیز کی تمہیں حقیقت میں حاجت نہیں جیسے زائد از ضرورت حلال، فضول گوئی، پریشان نظری اور فضول لباس وغیرہ سے رُک جاؤ اور یونہی بری صفات جیسے لمبی امید، جلد بازی، مسلمان سے حسد، بے جا تکبر یا محض خواہشِ نفس کی خاطر کھانا وغیرہ ترک کردو اور نفس کو وہی چیز دو جو ضروری ہو اور اُس میں تمہیں کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو تو اُس وقت حاجت سے زائد حلال کی ضرورت نہیں رہتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی رحمت سے اپنے بندوں پر معاملے کو وُسعَت و کشادگی عطا فرمائی ہے اور ان کے دینی معاملے میں نقصان دہ چیزوں سے انہیں بچاتا ہے تو اب زائد از ضرورت چیزوں کی کیا حاجت؟ پس معاملہ ویسا ہی ہے جیسا ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ ”تقوٰی میرے لیے سب سے آسان ہے، جب مجھے کسی

معاملے میں شک ہوتا ہے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ میں اپنے نفس کو جہاں بھی پھیروں یہ پھر جاتا اور پرسکون رہتا ہے۔'' ایک شاعر نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے:

فَالنَّفْسُ رَاغِبَةٌ اِذَا رَغَّبْتَهَا وَ اِذَا تُرَدُّ اِلٰى قَلِيْلٍ تَقْنَعُ

ترجمہ: جب تم نفس کو رغبت دو گے تو وہ راغب ہو گا اور جب تم اسے تھوڑے کا عادی بناؤ گے تو اُسی پر اکتفا کرے گا۔

منقول ہے کہ ''اِس نفس کو تم جہاں پھیرو گے وہیں پھر جائے گا۔''

ایک اور شاعر نے کہا:

هِيَ النَّفْسُ مَا حَمَّلْتَهَا تَتَحَمَّلُ وَلِلدَّهْرِ اَيَّامٌ تَجُوْرُ وَ تَعْدِلُ

ترجمہ: اِس نفس پر جو لادو گے یہ اٹھائے گا اور زمانے میں مختلف دن ہیں جن میں کبھی ظلم ہوتا اور کبھی انصاف ہوتا ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

صَبَرْتُ عَنِ اللَّذَّاتِ حَتّٰى تَوَلَّتْ وَاَلْزَمْتُ نَفْسِيْ صَبْرَهَا فَاسْتَمَرَّتْ

وَمَا النَّفْسُ اِلَّاحَيْثُ يَجْعَلُهَا الْفَتٰى فَاِنْ اُطْعِمَتْ تَاقَتْ وَاِلَّا تَسَلَّتْ

ترجمہ: میں لذتوں سے رُک گیا حتّٰی کہ وہ دور ہٹ گئیں اور میں نے اپنے نفس کو صبر کا پابند بنایا تو وہ صبر کا عادی ہو گیا۔ بندہ نفس کو جیسا رکھتا ہے یہ ویسا ہی رہتا ہے تو اگر اِسے کھلایا جائے تو خواہش کرتا ہے ورنہ مطمئن رہتا ہے۔

ہزار صفات کا مالک

اے بندے! ہماری بیان کردہ باتیں جاننے کے بعد تم نے اس پر عمل کیا تو تم دنیا

سے بے رغبت ہو کر آخرت میں رغبت رکھنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور یاد رکھو کہ جسے زاہد کہا جاتا ہے گویا وہ ہزار اچھی صفات کا مالک بن جاتا ہے اور تم مخلوق سے جدا ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے تنہائی اختیار کرنے والے ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو اُنسیّت والے اور ربُّ الْعٰلَمِیْن عَزَّوَجَلَّ کے عبادت گزار ہیں، پس تم ایسے ہو جاؤ گے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا:

تَشَاغَلَ قَوْمٌ بِدُنْیَا هُمُ ۔۔۔ وَ قَوْمٌ تَخَلَّوْا لِمَوْلَا هُمُ

فَاَلْزَمَهُمْ بَابَ مَرْضَاتِهِ ۔۔۔ وَ عَنْ سَائِرِ الْخَلْقِ اَغْنَاهُمُ

اِذَا ذَكَرُوْا بِالَّذِیْ اَسْلَفُوْا ۔۔۔ اَذَابَ الْقُلُوْبَ وَاَبْكَاهُمُ

فَمَا یَعْرِفُوْنَ سِوٰی حُبِّهٖ ۔۔۔ فَوَالُوْا الْاِلٰهَ فَوَالَاهُمُ

یَصُفُّوْنَ بِاللَّیْلِ اَقْدَامَهُمْ ۔۔۔ وَ عَیْنُ الْمُهَیْمِنِ تَرْعَاهُمُ

فَطُوْبٰی لَهُمْ ثُمَّ طُوْبٰی لَهُمْ ۔۔۔ اِذَا بِالتَّحِیَّةِ حَیَّاهُمُ

ترجمہ: (۱)...کچھ لوگ اپنی دنیا میں کھو گئے اور کچھ لوگ اپنے مالک و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کے لیے تنہائی میں چلے گئے۔ (۲)...تو اس نے انہیں اپنی رضا کے دروازے پر جگہ دے کر ساری مخلوق سے بے پروا کر دیا۔ (۳)... جب وہ اپنے ماضی کو یاد کرتے ہیں تو ماضی دلوں کو پگھلاتا اور انہیں رُلاتا ہے۔ (۴)...وہ اُس کی محبت کے سوا کچھ نہیں جانتے، انہوں نے معبود سے دوستی لگائی تو اس نے انہیں اپنا دوست بنا لیا۔ (۵)...وہ رات کو اپنے قدم جمائے (قیام میں کھڑے) رہتے ہیں اور حفاظت فرمانے والے کی نظرِ عنایت ان کی نگہبانی کرتی ہے۔ (۶)...ان کے لیے خوشخبری در خوشخبری ہے، جب وہ انہیں سلامتی والی زندگی عطا فرماتا ہے۔

پھر یہ کہ تم عمل کی برکت سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے مجاہدہ کرنے والے ان خاص بندوں میں سے ہو جاؤ گے جن کے بارے میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (پ۱۴، الحجر: ۴۲) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

اور تم ان مُتَّقِین میں سے ہو جاؤ گے جن کے لیے دونوں جہاں میں سعادت ہے اور اس وقت تم کثیر مُقَرَّب فرشتوں سے بھی افضل ہو جاؤ گے کیونکہ نہ ان کے پاس شہوت ہے جو انہیں برائی کی طرف کھینچے اور نہ خبیث نفس ہے جبکہ تم نفس کی یہ لمبی اور مشکل گھاٹی پیچھے چھوڑ کر تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اپنے مقصود تک پہنچ گئے اور تمہارے لیے یہ سفر ہرگز آسان نہ ہوتا اگر اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد و نصرت شامل نہ ہوتی۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی حسنِ توفیق، مدد اور آسانی کے سائے میں رکھے، بے شک وہ ہر مہم کے لیے کافی اور ہر مشکل میں مدد کرنے والا ہے اور مخلوق اور ہر معاملہ اسی کے قبضہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس باب میں ہم نے اتنا ہی بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم یعنی نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی قوت و طاقت بلند و برتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے ہے۔

چوتھی گھاٹی: عوارض کی گھاٹی

اے عبادت کے طلبگار! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں توفیق دے۔ پھر تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے غافل کرنے والے عوارض کا سدباب کرنا لازم ہے تاکہ وہ تمہیں تمہارے مقصود سے غافل نہ کر سکیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عوارض چار ہیں۔

پہلا عارضہ: رزق

تمہارا نفس رزق کا مطالبہ کرتا ہے، اس کا علاج توکُّل میں ہے لہٰذا رزق اور حاجت

کے معاملے میں تم پر ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرنا لازم ہے اور یہ درج ذیل دو وجھوں سے ضروری ہے۔

رزق میں توکل کی پہلی وجہ

رزق کے معاملے میں توکل اس لیے ضروری ہے تاکہ تمہیں عبادت کے لیے فراغت میسر ہو اور تم حقیقی معنٰی میں عبادت کر سکو کیونکہ جو توکل نہیں کرتا وہ کسی حاجت، رزق یا پھر کسی مصلحت کی وجہ سے عبادتِ الٰہی سے غافل ہو کر کہیں اور مصروف رہتا ہے، کبھی تو رزق کی طلب اور کمائی وغیرہ میں ظاہری بدن کی مصروفیت جیسا کہ دنیا میں رغبت رکھنے والے عام لوگوں کا معاملہ ہے یا پھر حصولِ رزق کی خاطر مختلف خیالوں اور ارادوں کی باطنی مصروفیت جیسا کہ رزق کے لیے کوشاں لوگوں کا حال ہے جبکہ عبادت کا حق ادا کرنے کے لیے بدن اور دل دونوں کا فارغ ہونا ضروری ہے اور فراغت توکل کرنے والوں ہی کو نصیب ہوتی ہے بلکہ میں کہتا ہوں: کمزور یقین والے کا دل تب ہی مطمئن ہوتا ہے جب اُسے کچھ حاصل ہو جائے اور ایسا شخص دنیا و آخرت کا کوئی بڑا کام پورا نہیں کر پاتا۔

کام پورا کرنے والے لوگ

میں نے بارہا اپنے شیخ حضرت سیِّدُنا ابو محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو فرماتے سنا کہ ”دنیا میں دو ہی آدمیوں کا کام پورا ہوتا ہے: (۱)... بغیر پروا کیے کام میں کود پڑنے والا اور (۲)... توکُّل کرنے والا۔“

میں کہتا ہوں یہ ایک جامع جملہ ہے کیونکہ پہلا شخص اپنی قوت ارادی اور جرأتِ

قلبی کی وجہ سے کسی رکاوٹ یا وسوسے کی پروا نہیں کرتا بلکہ جو ارادہ کرتا ہے وہ کر گزرتا ہے اور توکل کرنے والا مضبوط بصیرت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے اور ضمانت پر کمال یقین واطمینان کے ساتھ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے پھر نہ وہ کسی انسان کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ وہ اسے خوف دلائے اور نہ شیطان کی پروا کرتا ہے کہ وہ وسوسے میں مبتلا کرے تو یوں وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

جبکہ کمزور یقین والا کبھی بھروسا وشک اور کبھی سستی وحیرت میں پڑا رہتا ہے جیسا کہ چارے کے پاس بندھے ہوئے گدھے یا پنجرے میں بند مرغی کی حالت ہوتی ہے۔ وہ یونہی شک ووہم کی وادی میں گھومتا رہتا، بلند امور کی طرف بڑھنے سے خود کو روکے رکھتا ہے اور اس کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے لہٰذا اس سے کبھی کوئی معزز یا بڑا کام وقوع پذیر نہیں ہوتا، وہ کوئی ارادہ کر بھی لے تو اسے پورا نہیں کر پاتا، کیا تم بلند ہمت دنیاوالوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ بھی کسی بلند مرتبے اور بڑی منزل پر اسی وقت پہنچتے ہیں جب وہ اپنے آپ، اپنے مال اور اپنے گھر والوں سے توجہ ہٹا کر صرف مقصد پر نظر رکھتے ہیں۔

بادشاہ بننے کے خواہش مند جنگیں کرتے اور دشمنوں سے مقابلے کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کر دیتے ہیں یا اپنا تابعِ فرمان بنالیتے ہیں پھر کہیں جاکر انہیں بادشاہت واقتدار حاصل ہوتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے جنگ صِفِّین کے وقت جب دونوں لشکروں کو آمنے سامنے دیکھا تو فرمایا: "مَنْ اَرَادَ خَطِیْرًا خَاطَرَ بِعَظِیْمَتِہٖ یعنی جس نے بڑا ارادہ کیا اُس نے بڑی مشکل کا خطرہ مول لیا۔"

یوں ہی تاجر لوگ خشکی اور تری کے نہایت خطرناک سفر اختیار کرتے ہیں، اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک لے جاتے ہیں اور

دلوں کو نَفْع یا نقصان کے لئے تیار کرتے ہیں، تب جا کر بڑے مَنافع، زیادہ مال اور اَعلیٰ و قیمتی اشیاء کے مالک بنتے ہیں اور ان کے برعکس چھوٹے اور عام دوکاندار کمزور دل اور کچے ارادے والے ہوتے ہیں وہ اپنی جان اور مال سے ہی دل لگائے رکھتے ہیں وہ ساری عمر گھر سے دوکان اور دوکان سے گھر کے چکر لگا کر ہی گزار دیتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہوں کی طرح بلند مرتبے کو پہنچ سکتے ہیں نہ تاجروں کی طرح کثیر نَفْع اٹھا سکتے ہیں، اگر انہیں بازار میں کبھی ایک درہم کا نَفْع ہو جائے تو اسے بہت زیادہ سمجھتے ہیں، وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا دل اسی ظاہری نَفْع میں لگا ہوتا ہے۔ یہ حال دنیا اور دنیاداروں کا ہے۔

آخرت والوں کا سرمایہ

آخرت کے طلبگاروں کا اصل سرمایہ توکل کرنا اور مخلوق سے امید منقطع کر دینا ہے۔ جب یہ حضرات کماحقہ توکل کرتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لیے فارغ ہو جاتے ہیں پھر مخلوق سے کنارہ کشی کرنا، صحراؤں، پہاڑوں کی چوٹیوں اور خطرناک گھاٹیوں میں سفر کرنا ان کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں یہی لوگ مضبوط، دین کے ستون، سب سے زیادہ آزاد اور زمین کے بادشاہ ہوتے ہیں، زمین میں جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں اور علم و عبادت کی جس بڑی منزل کا چاہتے ہیں قصد کر لیتے ہیں، ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی اور ساری زمین ان کے لیے ایک مکان جیسی اور ماضی، حال اور مستقبل ان کے لئے ایک زمانہ ہوتا ہے۔ چنانچہ

عزت، دولت اور بہادری کا نسخہ

پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمان میں

اِسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ”جو لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہونا چاہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے، جو لوگوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہونا چاہے وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرے اور جو سب سے زیادہ مال دار ہونا چاہے وہ اپنے پاس موجود شے سے زیادہ اس پر بھروسا کرے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے۔“[1]

حضرت سیِّدُنا سلیمان خواص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جو شخص صدقِ نیت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرے تو حکمران و عوام سب اس کے محتاج ہو جائیں گے اور وہ خود کیونکر محتاج ہو سکتا ہے جبکہ اس کا مالک و مولا سب سے بے نیاز اور سب خوبیوں کا مالک ہے۔

پختہ یقین والا نوجوان

حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَوَّاص رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ جنگل میں میری ملاقات ایسے خوبصورت نوجوان سے ہوئی گویا وہ چاندی کا ٹکڑا ہے، میں نے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ وہ بولا: مکہ مکرمہ۔ میں نے کہا: زادِراہ اور سواری کے بغیر؟ اس نے کہا: ”اے کمزور یقین والے! جو زمین و آسمانوں کی حفاظت پر قادر ہے وہ مجھے زادِراہ اور سواری کے بغیر مکہ مکرمہ پہنچانے پر بھی قادر ہے۔“ پھر جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو دیکھا کہ وہ نوجوان طواف میں مشغول ہے اور یہ اشعار پڑھ رہا ہے:

یَا نَفْسُ سِیْحِیْ اَبَدًا وَ لَا تُحِبِّیْ اَحَدًا

اِلَّا الْجَلِیْلَ الصَّمَدَا یَا نَفْسُ مُوْتِیْ کَمَدًا

ترجمہ: اے نفس! ہمیشہ سیر و سیاحت کرتا رہ اور اللہ جَلیل و صَمَد کے سوا کسی سے محبت نہ کر۔ اے نفس! غمِ آخرت میں جان دے دے۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے

---

[1]...مستدرک حاکم، کتاب الادب، لاتتکلموا بالحکمۃ عند الجاھل، ۵/ ۳۸۴، حدیث: ۷۷۷۹

کہا: اے شیخ! کیا ابھی تک تمہارا کمزور یقین دور نہیں ہوا؟

سیِّدُنا حاتم اصم کے چار یقین

حضرت سیِّدُنا ابو مطیع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ بغیر زادِراہ کے محض توکّل کی بنا پر جنگلوں کا سفر کرتے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میرا زادِراہ چار چیزیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا: کونسی چار چیزیں؟ فرمایا: مجھے یقین ہے کہ دنیا وآخرت دونوں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملکیت ہیں، مجھے یقین ہے کہ تمام مخلوق اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محتاج اور اس کے قبضہ میں ہے، مجھے یقین ہے کہ تمام رزق اور سارے اسباب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضے میں ہیں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تمام زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کا حکم نافذ ہوتا ہے۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اَرَی الزُّهَّادَ فِیْ رَوْحٍ وَّ رَاحَهْ　　قُلُوْبُهُمْ عَنِ الدُّنْیَا مُزَاحَهْ

اِذَا اَبْصَرْتَهُمْ اَبْصَرْتَ قَوْمًا　　مُلُوْكَ الْاَرْضِ سِیْمَتُهُمْ سَمَاحَهْ

ترجمہ: (۱)...میں زاہدین کو آرام وسکون میں دیکھتا ہوں ان کے دل دنیا سے جدا ہیں۔

(۲)...جب تو انہیں دیکھے گا تو ایسے لوگوں کو دیکھے گا جو زمین کے بادشاہ ہیں اور ان کی نشانی فراخ دلی ہے۔

رزق میں توکل کی دوسری وجہ

رزق کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل ضروری ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر توکل نہ کیا جائے تو اس صورت میں بہت بڑے نقصان اور خطرے کا اندیشہ ہے۔

میں کہتا ہوں: کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رزق کو پیدا کرنے کے ساتھ نہیں ملایا؟ وہ ارشاد فرماتا ہے:

خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ (پ۲۱، الروم: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پیدا کرنے کی طرح رزق بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ہے کسی اور کی طرف سے نہیں پھر اِسی پر اکتفا نہیں فرمایا گیا بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رزق دینے کا وعدہ بھی کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ (پ۲۷، الذٰریٰت: ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا۔

پھر وعدہ پر اکتفا کے بجائے رزق کو اپنے ذِمّۂ کرم پر لیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ۱۲، هود: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمّۂ کرم پر نہ ہو۔

پھر صرف ذمہ لینے پر بھی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ قسم ارشاد فرمائی:

فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۲۶، الذٰریٰت: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔

پھر اس سب پر بھی اکتفا نہیں کیا بلکہ ہمیں ڈرایا اور توکل کرنے کا حکم دیا:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (پ۱۹، الفرقان: ۵۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۶، المآئدۃ:۲۳) اگر تمہیں ایمان ہے۔

پس جو شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قول پر اِعتبار نہ کرے، اس کے وعدے کو کافی نہ سمجھے، اس کے ذِمّہ لینے اور اس کی قسم پر مطمئن نہ ہو پھر اس کے وعدے، وَعِید اور حکم کی کوئی پروانہ کرے تو دیکھو کہ اس کا کیا حال ہوتا ہے اور کس مصیبت میں پھنستا ہے۔ خدا کی قسم! یہ بہت بڑی آفت ہے اور ہم اس سے انتہائی غافل ہیں۔

یقین کی کمزوری

باذنِ پروردگار، غیبوں پر خبردار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ارشاد فرمایا: ''اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم ایسے لوگوں کے درمیان ہو گے جو یقین کی کمزوری کے باعث سال بھر کا رزق جمع کریں گے۔[1]''[2]

---

[1]...اخلاق النبی وآدابہ، باب فی زھدہ، ص۱۵۹، حدیث:۸۳۱

تاریخ ابن عساکر، باب ذکر تقللہ وزھدہ...الخ، ۴/۱۲۷، حدیث:۹۵۰

[2]...دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے **مکتبۃ المدینہ** کے مطبوعہ 39 صفحات پر مشتمل رسالہ ''**خزانے کے انبار**'' صفحہ 29 تا 36 پر شیخ طریقت، امیر اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا **ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری** رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ مال جمع کرنے کے حوالے سے کچھ یوں تحریر فرماتے ہیں: میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مال جمع کرنے نہ کرنے کی صورتوں کے متعلّق بارگاہِ رضویت میں ہونے والے ''سُوال وجواب'' کے مختلف اِقتباسات پیش کرتا ہوں، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ کی معلومات میں بے حد اِضافہ ہوگا۔ سُوال: ایک شخص جو اَہل وعِیال (یعنی بال بچّے) رکھتا ہے اپنی ماہانہ یا سالانہ آمدنی سے بِلا اِفراط وتَفرِیط (یعنی بغیر کمی وزِیادَتی کے) اپنے بال بچّوں پر خَرچ کر کے بقایا خدا کی راہ میں دیتا ہے آئندہ کو اَہل وعِیال کے واسطے کچھ نہیں رکھتا، دوسرا اپنی آمدنی سے بچّوں پر ایک حصّہ ...

......خَرچ کرکے دوسرا حصّہ خیرات کرتا اور تیسرا حصّہ آئندہ ان کی ضَرورتوں میں کام آنے کی غَرَض سے رکھ چھوڑنے کو اچھّا جانتا ہے، ان دونوں میں افضل کون ہے؟ **الجواب:** حُسنِ نیّت (یعنی اچھی نیّت) سے دونوں صورتیں مَحمود (بہت خوب) ہیں اور بَاِختِلافِ اَحوال (یعنی حالات مختلف ہونے کی وجہ سے) ہر ایک (کبھی) افضل، کبھی واجب، وَلہٰذا اس بارے میں احادیث بھی مختلف آئیں اور سَلَفِ صالِح (یعنی بزرگانِ دین) کا عمل بھی مختلف رہا۔

اَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیق (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے میں کہتا ہوں) اس میں قَولِ مُوجَز وجَامِع (یعنی مختصر وجامِع قول) اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ ہے کہ آدمی دو قسم (کے) ہیں: (۱)... مُنْفَرِد کہ تنہا ہو اور (۲)... مُعِیْل کہ عِیال (یعنی بال بچّے وغیرہ) رکھتا ہو، سُوال اگرچہ مُعِیل سے مُتَعلِّق ہے مگر ہر مُعِیل اپنے حَقِّ نفس (یعنی خود اپنے بارے) میں مُنْفَرِد اور اس پر اپنے نفس (یعنی اپنی ذات) کے لحاظ سے وُہی اَحکام ہیں جو مُنْفَرِد پر ہیں لہٰذا دونوں کے اَحکام سے بَحث درکار۔

﴿1﴾... وہ اَہلِ اِنْقِطَاع وَتَبَتُّل اِلَی اللہ اَصْحابِ تَجْرِیْد وَتَفْرِیْد (یعنی ایسے لوگ جنھوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر دنیا سے کَنارہ کَشی اختیار کرلی ہو اور ان پر اہل وعِیال کی ذِمّے داری نہ ہو یا انکے اہل وعِیال ہی نہ ہوں) جنھوں نے اپنے رب سے کچھ (مال) نہ رکھنے کا عَہد باندھا (وعدہ کیا) ان پر اپنے عَہد کے سبب تَرکِ اِدِّخار (یعنی مال جمع نہ کرنا) لازِم ہوتا ہے اگر کچھ بچا رکھیں تو نَقضِ عَہد (یعنی وعدہ خِلافی) ہے اور بعدِ عہد پھر جَمع کرنا ضَرور ضُعفِ یقین سے نَاشِیٔ (یعنی یقین کی کمزوری کی وجہ سے ہے) یا اُس کا مُوْہِم (یعنی وہم ڈالنے والا) ہوگا، ایسے (حَضرات) اگر کچھ بھی ذَخیرہ کریں مستحِق عِقاب (یعنی سزا کے حق دار) ہوں۔

﴿2﴾... فَقر و تَوَکُّل ظاہِر کرکے صَدَقات لینے والا اگر یہ حالت مُستَمِر (مُس۔ت۔مِر یعنی برقرار) رکھنا چاہے تو اُن صَدَقات میں سے کچھ جمع کر رکھنا اُسے ناجائز ہوگا کہ یہ دھوکا ہوگا اور اب جو صَدَقہ لے گا حرام وخبیث ہوگا۔

﴿3﴾... جسے اپنی حالت معلوم ہو کہ حاجت سے زائد جو کچھ بچا کر رکھتا ہے نَفس اُسے طُغیان وعِصیان (یعنی سرکشی ونافرمانی) پر حامِل ہوتا (یعنی اُبھارتا)، یا کسی مَعصِیَت (یعنی نافرمانی) کی عادت پڑی ہے اُس میں خَرچ کرتا ہے تو اُس پر مَعصِیَت سے بچنا فرض ہے اور جب اُس کا یِہی طریقہ مُعَیَّن (مُ۔عَیْ۔یَن یعنی مُقرّر) ہو کہ باقی مال اپنے پاس نہ رکھے تو اِس حالت میں اس پر حاجت سے زائد......

......سب آمَدَنی کو مَصارِفِ خَیر (یعنی بھلائی کے کاموں) میں صَرف کر دینالازِم ہو گا۔

﴿4﴾...جو ایسابے صَبر اہو کہ اگر اُسے فاقہ پہنچے تومَعَاذَاللہ ربعَزَّوَجَلَّ کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صِرف دل میں، نہ زَبان سے، یاطُرُقِ ناجائزہ (یعنی ناجائز طریقوں) مِثْلِ سَرِقہ (سَ۔رِ۔قَہ یعنی چوری) یا بھیک وغیرہ کامرتکِب ہو، اس پرلازِم ہے کہ حاجت کے قَدَر جَمع رکھے، اگر پیشہ وَر ہے کہ رَوز کا رَوز کھاتا ہے، تو ایک دن کا، اور ملازِم ہے کہ ماہوار ملتا ہے یامکانوں دکانوں کے کرائے پر بسر ہے کہ (کرایہ) مہینہ پیچھے آتا ہے، تو ایک مہینے کا اور زمیندار ہے کہ فصل (چھ ماہ) یاسال پر پاتا ہے تو چھ مہینے یاسال بھر کا اور اصل ذَرِیعۂ مَعاش مَثَلًا آلاتِ حرفَت (یعنی کام کے اَوزار) یادکان مکان دیہات بَقدرِ کِفایت کاباقی رکھنا تومُطلقًا اس پرلازِم ہے۔

﴿5﴾...جو عالِمِ دین مُفتیِٔ شَرع یامُدافِعِ بِدَع (بدمذہبیت کوروکنے والا) ہو اور بیتُ المال سے رِزق نہیں پاتا، جیسا (کہ اب) یہاں ہے، اور وہاں اس کا غیر (یعنی کوئی دوسرا) ان مَناصِبِ دِینیہ (یعنی دینی مَنصبوں) پر قِیام نہ کرسکے کہ اِفتا (فتویٰ دینے) یادَفعِ بِدعات میں اپنے اَوقات کاصَرف کرنااس پر فرضِ عَین ہو اور وہ مال وجائداد رکھتا ہے جس کے باعث اُسے غَنا (مالی طور پر مضبوطی) اوران فرائِضِ دِینیہ کے لیے فارِغُ البالی ہے (یعنی روزگار وغیرہ سے بے فکری ہے) کہ اگر (ساراہی مال) خَرچ کردے مُحتاجِ کَسب (یعنی کام کاج کرنے کامحتاج) ہو اوران اُمُور (یعنی ان دینی فریضوں کی ادائیگی) میں خَلَل پڑے، اس پر بھی اَصل ذَرِیعے کا اِبقا (یعنی باقی رکھنا) اورآمَدَنی کابَقدرِ مذکور جَمع رکھناواجِب ہے۔

﴿6﴾...اگر وہاں اور بھی عالِم یہ کام کرسکتے ہوں تو اِبقاء وجَمعِ مذکور (حسبِ ضَرورت مال جمع کرنا اور مال کے ذرائع باقی رکھنا) اگرچہ واجِب نہیں مگر اَہم ومُؤَکَّد (سخت تاکید کیا ہوا) بیشک ہے کہ عِلمِ دین وحمایتِ دین کے لیے فَراغ بال (یعنی خوشحالی)، کَسبِ مال (یعنی مال کمانے) میں اِشتِغال (یعنی مشغول ہونے) سے لاکھوں درجے افضل ہے مَعہٰذا (یعنی اسی کے ساتھ) ایک سے دو اور دو سے چار بھلے ہوتے ہیں، ایک (عالِم) کی نظر کبھی خطا کرے تو دوسرے (عُلَماء) اُسے صَواب (یعنی صحیح بات) کی طرف پھیر دیں گے، ایک (عالم) کو مرض وغیرہ کے باعث کچھ عُذر پیش آئے تو جب اور (عُلماء) موجود ہیں کام بند نہ رہے گالہٰذا تَعَدُّدِ عُلَمائے دین (علمائے دین کی کثرت) کی طرف ضَرور حاجت ہے۔

﴿7﴾...عالِم نہیں مگر طَلَبِ عِلمِ دین میں مشغول ہے اور کَسب میں اِشتِغال (مال کمانے میں مشغول...

......ہونا)اُس (یعنی عِلمِ دین کی طلب)سے مانِع (یعنی روکنے والا) ہو گا تو اس پر بھی اُسی طرح اِبقاء و جمع مَسطُورآکد واَہم ہے(یعنی اس کے لئے بھی حسبِ ضَرورت مال جمع کرنا اور مال کے ذارئع کو باقی رکھنا بہُت اَہم وضَروری ہے)۔

﴿8﴾... تین صورَتوں میں جَمع مَنع ہوئی، دو میں واجِب، دو میں مُؤَکَّد(یعنی تاکیدی اور)جو ان سات (قسموں) سے خارِج ہو، وہ اپنی حالت پر نظر کرے اگر جَمع نہ رکھنے میں اس کا قَلب پریشان ہو، توجُّہ بَعبادت وذِکرِ الٰہی میں خَلَل پڑے تو بمعنیٔ مَذکور بقَدرِ حاجت جَمع رکھنا ہی افضل ہے اور اکثر لوگ اِسی قسم کے ہیں۔

﴿9﴾... اگر جَمع رکھنے میں اس کا دل مُتَفَرِّق(یعنی مُنتَشِر)اور مال کے حفظ(یعنی حفاظت) یااس کی طرف مَیلان(جھکاؤ) سے مُتَعَلِّق ہو توجمع نہ رکھنا ہی افضل ہے کہ اَصل مقصود ذِکرِالٰہی کے لیے فَراغ بال (فارِغ ہونا) ہے جو اُس میں مُخِل (خلل ڈالنے والا) ہو وُہی ممنوع ہے۔

﴿10﴾... جو اصحاب نُفُوسِ مُطْمَئِنَّہ(یعنی اہلِ اطمینان) ہوں، (کہ) نہ عَدَمِ مال (مال نہ ہونے) سے اُن کا دل پریشان(ہو) نہ وُجُودِ مال (یعنی مال ہونے) سے اُن کی نظر (پریشان ہو)، وہ مُختار ہیں(یعنی بااختیار ہیں کہ چاہیں توبقیہ مال صَدَقہ وخیرات کر دیں یا اپنے پاس ہی رکھیں)۔

﴿11﴾... حاجت سے زیادہ کا مَصارِفِ خیر (یعنی اچّھی جگہوں) میں صَرف (خَرچ) کر دینااور جَمع نہ رکھنا صورتِ سِوُم میں تو واجب تھا باقی جُملہ صُوَر(یعنی دیگر تمام صورَتوں) میں ضَرور مطلوب (یعنی پسندیدہ)، اور جوڑ کر(یعنی جمع)رکھنا اس کے حق میں ناپسند ومَعیُوب کہ مُنفَرِد کو اس کا جوڑنا طولِ اَمَل (یعنی لمبی اُمّید) یاحُبِّ دُنیا(یعنی دنیا کی مَحبّت) ہی سے ناشی (یعنی پیدا) ہو گا۔(مطلب یہ کہ مال جمع کرنا لمبی اُمّید یا دُنیا سے مَحبّت ہی کی وجہ سے ہو گا اور یہ دونوں صورتیں اچّھی نہیں ہیں) فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''دُنیا میں یُوں رہ گویا تُو مسافر بلکہ راہ چلتا ہے اوراپنے آپ کو قبر میں سمجھ کر صبح کرے تو دل میں یہ خیال نہ لا کہ شام ہو گی اور شام ہو تو یہ نہ سمجھ کہ صبح ہو گی۔''

(تِرمِذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی قصر الامل، ۴/۱۴۹، حدیث: ۲۳۴۰)

سلطانِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَمَا تَسْتَحْیُوْنَ اے لوگو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟ حاضِرین نے عَرض کی: یا رسولَ اللہ! کس بات سے؟ فرمایا: جَمع کرتے ہو جو نہ کھاؤ گے اور عمارت بناتے ہو جس میں نہ رہو گے اور وہ آرزُوئیں باندھتے ہو جن تک...

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت ہو ایسے لوگوں پر کہ ان کے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے لیے قسم ارشاد فرمائی مگر پھر بھی انہیں یقین نہ آیا۔

......نہ پہنچو گے اس سے شرماتے نہیں۔(معجم کبیر، ۲۵/۱۷۲، حدیث: ۴۲۱)

حضرتِ سیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سو دینار کو خریدی، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا اُسامہ سے تعجُّب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وَعدے پر (کنیز) خریدی، بیشک اُسامہ کی امّید لمبی ہے، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تو جب آنکھ کھولتا ہوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آجائیگی اور جب پیالہ منہ تک لے جاتا ہوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کے رکھنے تک زندہ رہوں گا اور جب کوئی لقمہ لیتا ہوں گمان ہوتا ہے کہ اسے حَلق سے اُتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اُسے گلے میں روک دے گی، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضَرور آنے والی ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترکیب فی ذکر الموت...الخ، ۴/۱۰۸، حدیث: ۵۱۲۷)

یہ سب (تو) مُنْفَرِد کا بیان (ہے) رہا عِیال دار (تو) ظاہِر ہے کہ وُہ اپنے نَفْس کے حق میں "مُنْفَرِد" ہے، تو خود اپنی ذات کے لیے اُسے اُنہیں اَحکام کا لحاظ چاہئے اور عِیال کی نظر سے اُس کی صورتیں اور ہیں ان کا بیان کریں۔

﴿12﴾... عِیال کی کَفالَت شَرع نے اِس پر فَرض کی، وہ ان کو تَوَکُّل و تَبَتُّل (دنیا سے کَنارہ کَشی) وَصَبْرٌ عَلَی الْفَاقَہ (یعنی اور بھوک پیاس سے صبر) پر مجبور نہیں کر سکتا، اپنی جان کو جتنا چاہے کَسے (یعنی آزمائش میں ڈالے) مگر اُن (یعنی بال بچّوں) کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے۔

﴿13﴾... وہ جس کی عِیال میں صورت چہارُم کی طرح بے صبرا ہو اور بے شک بہُت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وُجُوب ہو گا کہ قَدرِ حاجت جَمع رکھے۔

﴿14﴾... ہاں جس کی سب عِیال (یعنی بال بچّے) صابِر و مُتَوَکِّل ہوں اُسے رَوا (جائز) ہو گا کہ سب (مال) راہِ خدا میں خَرچ کر دے۔ (فتاوٰی رضویہ، ۱۰/۳۱۱ تا ۳۲۷، مختصراً)

بنو آدم کی ہلاکت

جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (پ۲۶، الذٰریٰت: ۲۳) ترجمۂ کنزالایمان: تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بے شک یہ قرآن حق ہے۔

تو فرشتوں نے کہا: بنو آدم کے لیے ہلاکت ہو، انہوں نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو ناراض کیا حتّٰی کہ اس نے انہیں رزق دینے پر قسم ارشاد فرمائی۔

عبادت کیسے قبول ہو؟

حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا: اگر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت زمین وآسمان والوں جتنی بھی کرلے پھر بھی تجھ سے قبول نہیں کی جائے گی حتّٰی کہ تو اُس کی تصدیق کرے۔ پوچھا گیا: اُس کی تصدیق کیسے ہو؟ ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے رزق کا جو ذِمّہ لیا ہے تو اس پر ایمان رکھے اور تیرا جسم اس کی عبادت کے لیے فارغ ہو۔

حضرت سیِّدُنا ہَرِم بن حَیَّان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْمَنَّان نے حضرت سیِّدُنا اُویس قَرَنی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے پوچھا: آپ مجھے کس جگہ رہنے کا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے اپنے ہاتھ سے ملکِ شام کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے عرض کی: وہاں گزر بسر کیسے ہو گی؟ حضرت سیِّدُنا اویس قرنی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه نے فرمایا: ان دلوں پر افسوس! یہ شک میں مبتلا ہو گئے تو اب انہیں نصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

چہرے قبلے سے پھر گئے

ایک کفن چور نے حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّهُ السَّامِی کے ہاتھ پر توبہ کی تو آپ

رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس کے حالات دریافت کئے، اس نے بتایا: میں نے ایک ہزار قبریں کھودیں اور دو شخصوں کے علاوہ سب کے چہرے قبلے سے پھرے ہوئے تھے۔ یہ سن کر آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: رزق کے معاملے میں بدگمانی نے ان بے چاروں کے چہرے قبلے سے پھیر دیئے۔

ہمارے ایک رفیق نے بتایا کہ اس نے ایک نیک شخص کو خواب میں دیکھا تو اس کا حال پوچھتے ہوئے کہا: کیا آپ کا ایمان سلامت رہا؟ تو اس نے جواب دیا: توکل کرنے والوں ہی کا ایمان سلامت رہتا ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے ہماری اصلاح فرمائے اور ہمارے اعمال پر ہماری پکڑ نہ فرمائے، بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

توکُّل کی حقیقت

اگر تم یہ کہو کہ ہمیں یہ بھی بتائیے کہ توکل کی حقیقت اور اس کا حکم کیا ہے اور بندے کے لیے رزق کے معاملے میں کتنا توکل ضروری ہے؟ تو یاد رکھو کہ اس بات کو سمجھنے کے لیے چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے: (۱)...لفظ توکل کی وضاحت (۲)...اس کا استعمال (۳)...اس کی تعریف اور (۴)...توکل پیدا کرنے والی باتیں۔

لفظ توکل کی وضاحت

"توکل" کا لفظ "وکالت" (سپردگی / نمائندگی) سے بنا ہے تو اب کسی پر توکل کرنے والا وہ ہوتا ہے جو اُس دوسرے کو اپنے کام کا وکیل بنائے تاکہ وہ اُس کے کام کو انجام دے، اُس کام کی درستی کا ضامن ہو اور بغیر کسی تکلُّف واہتمام کے اسے کافی ہو جائے۔

لفظِ توکل کا استعمال

لفظ ''توکل'' تین جگہ پر بولا جاتا ہے:

(۱)... قسمت پر یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر یقین رکھنا کہ اس نے تمہاری قسمت میں جو لکھ دیا ہے وہ تمہیں مل کر رہے گا کیونکہ ربّ تعالیٰ کا فیصلہ بدلتا نہیں اور شرعی طور پر ایسا توکل واجب ہے۔

(۲)... مدد کے مقام پر اور وہ یوں کہ جب تم اس کے دین کی مدد کرو اور کوشش کرو تو تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد پر مکمل اعتماد اور یقین ہونا چاہیے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو **اللہ** پر بھروسہ کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ (پ۲۶، محمد: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر تم دینِ خدا کی مدد کرو گے **اللہ** تمہاری مدد کرے گا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۲۱، الروم: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہمارے ذِمّۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

یہ توکل وعدۂ الٰہی کے سبب واجب ہے۔

(۳)... رزق اور حاجت کے مقام پر یعنی یہ بھروسا رکھنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے اتنے رزق کا ضامن اور کفیل ہے جس سے تمہارا جسم قائم رہ سکے اور تم اس کی عبادت کر

سکو، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

(پ۲۸، الطلاق: ۳)

صادق وامین آقا، دو عالَم کے داتا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایسا توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں ایسے روزی دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہے۔[1]

یہ توکل عقل اور شرع دونوں لحاظ سے بندے پر فرض ولازم ہے۔

رزق کی اقسام

توکل کا مشہور مقام رزق کے معاملے میں توکل کرنا ہے اور یہاں اِسی کو بیان کرنا مقصود ہے، پس اب توکل کا اصل مقام رزق ہے اور علمائے آخرت کے مطابق یہی وہ رزق ہے جس کی ربّ تعالٰی نے ضمانت لی ہے اور تمہیں اس کی وضاحت رزق کی اقسام بیان کرنے کے بعد ہی سمجھ میں آئے گی۔ جان لو کہ رزق کی چار قسمیں ہیں: (۱)...رزقِ مَضمون (۲)...رزقِ مَقْسُوم (۳)...رزقِ مَمْلُوک اور (۴)...رَزقِ مَوْعُود۔

﴿1﴾...**رزقِ مضمون:** رزقِ مضمون سے مراد اس قدر غذا نصیب ہونا جس سے بدن سلامت رہے، نہ کہ تمام اسباب مل جانا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے جو رزق کا ذِمّہ لیا گیا ہے وہ اِسی قسم کے متعلق ہے اور شرعی و عقلی اعتبار سے یہ توکل واجب ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں اپنی اطاعت و عبادت کا پابند و مکلّف بنایا ہے اور یہ اجسام ہی سے ہوتی ہے

---

[1] ...ترمذی، کتاب الزھد، باب التوکل والیقین، ۴/ ۱۵۴، حدیث: ۲۳۵۱

لہٰذا ربّ تعالیٰ کے ذِمّۂ کرم پر ہے کہ وہ ہمیں اتنا رزق دے جس سے ہم عبادات بجالا سکیں۔

فرقۂ کَرّامیہ[1] کے بعض بڑوں نے اپنے عقیدے کے مطابق اس مقام پر کلام حسن کیا ہے کہ بندوں کے رزق کا ضامن ہونا تین باتوں کی وجہ سے حکمِ الٰہی میں واجب ہے۔

(۱)...وہ آقا ہے اور ہم اس کے خادم ہیں اور آقا پر اپنے غلام کی ضرورت پوری کرنا لازم ہوتا ہے جیسا کہ غلام پر آقا کی خدمت کرنا لازم ہوتا ہے۔

(۲)...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کو رزق کا محتاج پیدا فرمایا ہے اور ان کے لیے رزق کا کوئی یقینی راستہ نہیں بنایا تو وہ نہیں جانتے کہ ان کا رزق کیا ہے؟ کہاں ہے؟ اور کب ملے گا؟ تاکہ وہ اسے اس کی جگہ سے لے لیں لہٰذا واجب ہوا کہ وہ اِس معاملے میں بندوں کو کافی ہو اور انہیں رزق تک پہنچائے۔

(۳)...ربّ تعالیٰ نے بندے کو اپنی اطاعت وعبادت کا پابند بنایا ہے اور رزق کی طلب اِس سے دور کرتی ہے لہٰذا واجب ہوا کہ وہ بندوں کی ضرورت پوری فرمائے تاکہ وہ عبادت کے لیے فارغ ہو سکیں۔

یہ ایسے شخص کا کلام ہے جو ربوبیت کی شان اور اسرار سے ناواقف ہے اور جو یہ کہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کچھ واجب ہے وہ گمراہ و فریب زدہ ہے۔ ہم علمِ کلام پر مشتمل اپنی کتابوں میں اس کے فساد و خرابی کو خوب واضح کرچکے ہیں اور اب ہم اپنے مقصد کی طرف واپس آتے ہیں۔

---

[1]...ایک گمراہ فرقہ جس کا بانی محمد بن کرام ہے، یہ لوگ تجسیم و تشبیہ کے قائل ہیں (یعنی باری تعالیٰ کے لیے جسم ثابت کرتے اور اُسے مخلوق جیسا کہتے ہیں۔نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ)۔(الملل والنحل، الکرامیۃ، ص۱/۵۹)

﴿2﴾...**رزقِ مقسوم:** رزقِ مقسوم وہ رزق ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تقسیم فرمایا اور لوحِ محفوظ میں لکھ دیا یعنی ہر ایک کا کھانا، پینا، پہننا ایک مُقرّرہ مقدار اور طے شدہ وقت کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے، نہ اس سے کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ، نہ پہلے مل سکتا ہے اور نہ ہی تاخیر ہو سکتی ہے جیسا کہ اللہ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: رزق تقسیم ہو چکا اور قلمِ قدرت اسے لکھ کر فارغ ہو گیا، اب کسی متقی کا تقوٰی اسے زیادہ کر سکتا ہے نہ کسی گناہ گار کا فسق وفجور اسے کم کر سکتا ہے۔[1]

﴿3﴾...**رزقِ مملوک:** رزقِ مملوک دنیا کا ہر وہ مال جس کا بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم کے حساب سے مالک ہو اور یہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رزق سے ہے، ارشادِ باری تعالٰی ہے:

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (پ۳، البقرۃ: ۲۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو۔

مطلب یہ کہ اس رزق میں سے خرچ کرو جس کا ہم نے تمہیں مالک بنایا ہے۔

﴿4﴾...**رزقِ موعود:** تقوٰی اختیار کرنے کی صورت میں بغیر کسی محنت ومشقت کے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے متقی بندوں سے جس حلال کا وعدہ فرمایا ہے اُسے رزقِ موعود کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ (پ۲۸، الطلاق: ۲، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

یہ رزق کی چار اقسام تھیں اور توکُّل صرف رزقِ مضمون میں واجب ہے، اسے

1...المقاصد الحسنۃ، ص۱۲۱، تحت الحدیث: ۲۲۴

اچھی طرح جان لو۔

توکل کی تعریفات

ہمارے ایک شیخ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: دل کا مخلوق سے امید ختم کر کے صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسا کرنا توکل ہے۔ جبکہ ایک اور بزرگ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مصلحت کے مقام پر دل کو غیر سے جدا کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حفاظت میں دینے کا نام توکل ہے۔

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو عمر رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: تعلیق کو ترک کرنے کا نام توکل ہے اور تعلیق یہ ہے کہ اپنے جسم کی سلامتی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ کسی اور شے سے سمجھنا۔

میرے شیخ (حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر وَرَّاق) رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: توکل و تعلیق دو ذکر (سمجھنا و یاد کرنا) ہیں، پس توکل یہ ہے کہ اپنے جسم کی سلامتی کو ربّ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے سمجھے اور تعلیق یہ ہے کہ اس سلامتی کو ربّ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی دوسرے کی طرف سے سمجھے۔

مُصَنِّف کے نزدیک توکل کی اصل

میرے نزدیک تمام اقوال کی ایک ہی اصل ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے دل کو اس بات پر پختہ کر لو کہ تمہارے جسم کی بقا، تمہاری محتاجی کو ختم کرنا اور تمہیں روزی دینا صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے، کسی اور کی طرف سے ہر گز نہیں، نہ دنیاوی مال وزر سے اور نہ ہی کسی اور سبب سے۔ پھر ربّ تعالٰی کی مرضی ہے کہ وہ تمہارے ان کاموں کے لیے مخلوق یا کسی مال وزر کو سبب بنا دے اور چاہے تو بغیر اسباب و وسائل کے تمہیں کافی ہو جائے۔ جب تم اس بات کو دل میں بٹھا لو گے تو تمہارا دل مخلوق

سے یکسر جدا ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ پس یوں تمہیں حقیقی توکل نصیب ہو جائے گا۔ توکل کی یہی تعریف ہے۔

توکل پر ابھارنے والی باتیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ضمانت کو پیشِ نظر رکھنا اور اس سے بھی بڑھ کر اس کے علم و قدرت میں اس کے جلال و کمال کو یاد کرنا اور وعدہ خلافی، بھول، کمی کوتاہی اور عیب و نقص سے اس کے پاک ہونے کو یاد کرنا، جب بندہ ان باتوں کو ذہن میں لاتا رہے گا تو یہ باتیں رزق کے معاملے میں اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل پر ابھاریں گی۔

کیا رِزق تلاش کرنا ضروری ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا کسی صورت میں بندے کو رزق تلاش کرنا بھی ضروری ہے؟ تو جان لو کہ رزقِ مضمون جو ہماری غذا اور ہماری بقا کے لیے ہے ہم اُسے تلاش نہیں کرسکتے کیونکہ وہ دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے جیسا کہ زندگی اور موت صرف اسی کی طرف سے ہے کہ نہ بندہ زندگی لے سکتا ہے نہ موت کو ٹال سکتا ہے اور جہاں تک رزقِ مقسوم کا تعلُّق ہے تو اس کی طلب بندے پر لازم نہیں کیونکہ بندہ اِس کا محتاج نہیں بلکہ اس کی ضرورت رزقِ مضمون ہے اور رزقِ مضمون کا ضامن اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔ رہا یہ فرمانِ باری تعالیٰ کہ:

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پ۲۸، الجمعۃ: ۱۰) ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

تو اس سے مراد علم اور ثواب کی تلاش ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ رخصت کا حکم ہے کیونکہ یہ (نمازِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت کی) ممانعت کے بعد دیا گیا ہے لہٰذا یہ جواز کے معنیٰ میں ہوگا (کہ رزق کی تلاش جائز ہے) اور یہ واجب و لازم ہونے کے معنیٰ میں نہیں۔

کیا اسباب کی تلاش لازم ہے؟

اگر کوئی پوچھے کہ رزق مضمون کے کچھ اسباب ہیں تو کیا ہم پر اسباب کی تلاش لازم ہے؟ تو اُس سے کہا جائے گا کہ یہ تم پر لازم نہیں ہے کیونکہ بندے کو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سبب اور بغیر سبب دونوں طرح دیتا ہے تو پھر ہم پر اسباب کی تلاش کہاں سے ضروری ہوگی؟ پھر یہ بھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کمانے یا تلاش کرنے کی شرط کے بغیر ہی تمہارے رزق کا ذِمّہ لیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ۱۲، ھود: ۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمّۂ کرم پر نہ ہو۔

پھر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ بندہ رزق کی جگہ کو جانتا ہی نہ ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے تلاش کرنے کا حکم دے کیونکہ بندہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کس سبب سے اس تک رزق پہنچے گا تاکہ صرف اسے ہی اختیار کرے اور دوسرے کو نہیں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اس غذا سے ہی میری نشو و نما ہو گی۔ پس جب ہم میں سے کوئی بھی یقینی طور پر اپنے رزق کا سبب نہیں جانتا اور یہ کہ اُسے وہ کہاں سے حاصل ہو گا تو پھر اُس پر اِس کی تلاش لازم کرنا بھی صحیح نہیں۔ اس پر اچھی طرح غور کرو کیونکہ یہ بالکل واضح بات ہے۔[1]

---

1 ...اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جو ایسا بے صبرا ہو کہ اگر اُسے فاقہ پہنچے تو مَعَاذَ اللہ ربعَزَّوَجَلَّ کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صِرف دل میں، نہ زَبان سے، یا طُرُقِ ناجائزہ (یعنی ناجائز طریقوں) مِثلِ سرقہ (سَ۔رِ۔قَہ یعنی چوری) یا بھیک وغیرہ کا مرتکِب ہو، اس پر لازِم ہے کہ حاجت کے قَدَر جَمع رکھے، اگر پیشہ وَر ہے کہ رَوز کا رَوز کھاتا ہے، تو ایک دن کا، اور ملازِم ہے کہ ماہوار ملتا ہے یا مکانوں دکانوں کے کرائے پر بسر ہے کہ (کرایہ) مہینہ پیچھے آتا ہے، تو ایک مہینے کا اور زمیندار ہے...

نیک لوگ رزق تلاش نہیں کرتے

پھر تمہارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ حضرات انبیائے کرام عَلَیۡہِمُ السَّلَام اور متوکلین اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اکثر اور عام طور پر رزق کی تلاش نہیں فرمائی اور خود کو عبادت کے لیے فارغ رکھا اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ نفوسِ قدسیہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کسی حکم کو نہیں چھوڑتے اور اس معاملے میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے لہٰذا واضح ہو گیا کہ رزق یا اس کے اسباب تلاش کرنا بندے پر لازم نہیں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تم پوچھو کہ کیا تلاش کرنے سے رزق زیادہ ہوتا اور نہ کرنے سے کم ہوتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں کیونکہ رزق اپنی مقدار اور وقت کے ساتھ لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حکم بدلتا ہے نہ اس کی تقسیم اور لکھے ہوئے میں کوئی تبدیلی آتی ہے۔ ہمارے عُلَمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک یہی صحیح ہے جبکہ حضرت سیِّدُنا حاتم اصم اور حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمَا کے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ ” بندے کے فعل سے رزق کم زیادہ نہیں ہوتا لیکن مال کم زیادہ ہو جاتا ہے۔“ یہ قول فاسد ہے کیونکہ دلیل دونوں جگہ ایک ہے اور وہ لوحِ محفوظ میں لکھا ہونا اور تقسیم ہونا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں اسی طرف اشارہ ہے:

وَلَا تَفۡرَحُوۡا لِکَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَکُمۡ ترجمۂ کنزالایمان: اس لیے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو

......کہ فصل (چھ ماہ) یا سال پر پاتا ہے تو چھ مہینے یا سال بھر کا اور اصل ذَرِیعۂ مَعاش مَثَلًا آلاتِ حرفت (یعنی کام کے اَوزار) یا دکان مکان دیہات بَقدرِ کِفایت کا باقی رکھنا تو مُطلَقًا اس پر لازِم ہے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۰/۳۱۶)

بِمَاۤ اٰتٰىكُمْؕ (پ۲۷، الحدید: ۲۳) ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا۔

اگر رزق تلاش کرنے سے زیادہ اور نہ کرنے سے کم ہوتا تو یہ ایک طرح سے غمی اور خوشی کا محل ہوتا کیونکہ بندہ سستی ولاپرواہی کرکے اس سے محروم رہتا اور محنت و کوشش کرکے اِسے پالیتا، حالانکہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مانگنے والے سے فرمایا: اگر تو اس تک نہ پہنچتا تو یہ تیرے پاس آجاتی۔[1]

لوحِ محفوظ کا لکھا دو قسم ہے

اگر سوال کیا جائے کہ ثواب اور عذاب بھی تو لوحِ محفوظ میں لکھا جاچکا ہے پھر بھی ہم پر ثواب کی طلب اور گناہ کا ترک لازم ہے اور یہ طلب سے بڑھتے اور ترک کرنے سے کم ہوتے ہیں؟ تو یاد رکھو کہ ثواب کی طلب کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کا حتمی حکم فرمایا ہے اور اسے ترک کرنے پر ڈرایا ہے اور ہمارے نیک کام کیے بغیر ثواب دینے کی ضمانت اس نے نہیں لی لہٰذا ثواب یا عذاب کی کمی زیادتی کا تعلّق بندے کے فعل سے ہے۔ رزق اور ثواب وعذاب کے لکھے ہونے میں فرق ہے، ہمارے بعض علمائے کرام نے فرمایا: لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے کی دو قسمیں ہیں: (۱)... غیر مشروط (۲)... مشروط

﴿1﴾... **غیر مشروط:** وہ قسم ہے جس میں بندے کے فعل کی کوئی شرط نہیں بلکہ وہ بالکل مطلق لکھا ہوا ہے اور وہ ہے رزق اور موت کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رزق اور موت کو بغیر کسی شرط کے بیان فرمایا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ۱۲، ھود: ۶) ترجمۂ کنز الایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذِمّۂ کرم پر نہ ہو۔

1... ابن حبان، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الحرص ومایتعلق بہ، ۵/۹۸، حدیث: ۳۲۲۹

اور موت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ (پ۱۱، یونس: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

چار چیزیں لکھی جاچکیں

سَیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَرْبَعَةٌ فُرِغَ مِنْهُنَّ اَلْخَلْقُ وَالْخُلُقُ وَالرِّزْقُ وَالْاَجَلُ یعنی چار چیزیں لکھی جاچکیں: (۱)...جسمانی ڈھانچہ (۲)...اخلاق (۳)...رزق اور (۴)... موت۔[1]

﴾2﴿... **مشروط:** لوحِ محفوظ میں لکھی دوسری قسم مُعَلَّق ہے اور بندے کے فعل سے مشروط ہے اور وہ ہے ثواب اور عذاب کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتاب میں انہیں بندے کے فعل پر مُعَلَّق فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۶۵﴾ (پ۶، المآئدۃ: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اُتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغوں میں لے جاتے۔

یہ بہت واضح ہے اسے جان لو۔

رزق تقدیرِ الٰہی سے ہے

اگر یہ کہا جائے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو تلاش کرتے ہیں انہیں رزق اور مال مل جاتا

1...معجم کبیر، ۹/۱۹۳، حدیث: ۸۹۵۲

ہے اور جو تلاش نہیں کرتے وہ نہیں پاتے اور محتاج رہتے ہیں ؟ تو ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تمہیں کوئی بھی تلاشِ رزق کرنے والا محروم یا محتاج نظر نہیں آنا چاہیے اور کوئی بھی فارغ رہنے والا دولت مند نظر نہیں آنا چاہیے حالانکہ اکثر فارغ لوگ دولت مند اور طلب کرنے والے محتاج ہیں۔ اس لیے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سب غالب علم والے رب عَزَّوَجَلَّ کی تقدیر اور حکمت والے بادشاہ جَلَّ جَلَالُہ کی تدبیر ہے۔ ملک شام کے واعظ حضرت سیِّدُنا ابو بکر محمد بن سابق صَقَلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے کیا خوب فرمایا:

كَمْ مِنْ قَوِيٍّ قَوِيٍّ فِيْ تَقَلُّبِهٖ مُهَذَّبِ الرَّاْيِ عَنْهُ الرِّزْقُ مُنْحَرِفُ

وَ كَمْ ضَعِيْفٍ ضَعِيْفٍ فِيْ تَقَلُّبِهٖ كَاَنَّهٗ مِنْ خَلِيْجِ الْبَحْرِ يَغْتَرِفُ

هٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْاِلٰهَ لَهٗ فِي الْخَلْقِ سِرٌّ خَفِيٌّ لَّيْسَ يَنْكَشِفُ

فَاحْمَدْ اِلٰهَكَ فِيْ ضِيْقٍ وَفِيْ سِعَةٍ وَلَا تُعَانِدْ فَمَا الْاَرْزَاقُ تَخْتَلِفُ

ترجمہ: (۱)...بہت سے قوی لوگ جو تدبیر میں بہت ہوشیار اور مضبوط ہوتے ہیں وہ رزق سے محروم ہوتے ہیں۔ (۲)...اور بہت سے کمزور لوگ کم سمجھ بوجھ والے ایسے ہوتے ہیں گویا سمندر کی تہہ سے خزانے نکال رہے ہوں۔ (۳)... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مخلوق کے معاملے میں رب عَزَّوَجَلَّ کا ایک پوشیدہ راز ہے جو ظاہر نہیں ہوتا۔ (۴)... پس تو تنگی و خوشحالی دونوں میں اپنے معبود کی حمد کر اور سرکش مت بن کیونکہ رزق نہیں بدلتے۔

جنگل اور زادِ راہ

اگر تم پوچھو کہ کیا میں کھلے جنگل میں بغیر زادِ راہ کے چلا جاؤں ؟ تو میں کہوں گا کہ اگر تمہارا دلی تعلّق اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ مضبوط ہے اور تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے پر

کامل یقین ہے تو بغیر زادِ راہ چلے جاؤ اور اگر ایسا نہیں ہے تو عوام کی طرح ہو جاؤ جو گزر بسر کے ذرائع سے جُڑے رہتے ہیں۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام ابو المعالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی کو فرماتے سنا کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ لوگوں کی عادت کے مطابق چلے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس کے ساتھ لوگوں کی عادت کے مطابق معاملہ فرماتا ہے۔

یہ فرمان بہت عمدہ ہے اور غور کرنے والے کے لیے اس میں ڈھیروں فوائد ہیں۔

زادِ راہ کے حکمِ قرآنی کا مطلب

اگر تم کہو کہ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے یہ نہیں فرمایا:

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ؕ (پ۱، البقرۃ: ۱۹۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور توشہ (سفر کا خرچ) ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیز گاری ہے۔

یاد رکھو اس آیتِ طیبہ کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱)...یہاں زادِ راہ سے مراد آخرت کا زادِ راہ ہے جب ہی فرمایا کہ بہتر توشہ پرہیز گاری ہے جبکہ دنیا کے سازو سامان اور اسباب کو توشہ قرار نہیں دیا۔

(۲)...یہ آیتِ مبارکہ اُن لوگوں کے متعلّق ہے جو حج کو جاتے تو لوگوں کے بھروسے پر اپنے ساتھ توشہ نہ لے جاتے چنانچہ وہ لوگوں سے مانگتے اور ان کے سامنے عاجزی کرتے یوں لوگوں کو تکلیف دیتے لہٰذا انہیں حکم دیا گیا کہ توشہ ساتھ لے کر نکلیں اور خبر دار کیا گیا کہ تمہارا اپنے مال سے توشہ لینا لوگوں کا مال لینے اور ان پر بھروسا کرنے سے بہتر ہے۔ ہمارا موقف بھی یہی ہے۔

مسافر کا زادِ راہ لینا

اگر تم سوال کرو کہ کیا توکل کرنے والا بھی سفر میں زادِ راہ لے کر نکلے ؟تو جان لو کہ بسا اوقات متوکل شخص بھی زادِ راہ ساتھ لے کر چلتا ہے مگر اس کے دل میں یہ بات نہیں ہوتی کہ یہی میرا رزق ہے اور اسی سے میں نے زندہ رہنا ہے بلکہ اس کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لگا ہوتا ہے اور وہ اسی پر بھروسا کرتا ہے اور کہتا ہے: رزق تقسیم ہو چکا اور لکھا جا چکا، اب رب تعالیٰ کی مرضی ہے وہ اسی زادِ راہ کو میرا سہارا بنائے یا کسی اور چیز کو۔ یونہی متوکِّل شخص کبھی کسی دوسری نیت کے تحت زادِ راہ ساتھ رکھتا ہے مثلاً: کسی مسلمان کی مدد کرنا وغیرہ۔ معاملہ زادِ راہ ساتھ رکھنے یا نہ رکھنے کا نہیں بلکہ اصل معاملہ دل کا ہے، تمہارا دل صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے اور اس کی ضمانت پر ثابت رہنا چاہیے۔ لہٰذا زادِ راہ ساتھ رکھنے والے کتنے ہی لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرتے ہیں، نہ کہ اس زادِ راہ پر اور بہت سے زادِ راہ ساتھ نہ لینے والے زاد و توشہ کی آس میں رہتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل نہیں کرتے لہٰذا اصل معاملہ دل ہی کا ہے۔ اس اصول کو سمجھ لو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ تمہیں کافی ہو گا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر سوال کیا جائے کہ سَیِّدُ الْمُتَوَکِّلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حضراتِ صحابۂ کرام اور دیگر بزرگانِ دین رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن بھی تو زادِ راہ ساتھ لیتے تھے ؟تو جواب یہ دیا جائے گا کہ بلاشبہ زادِ راہ لینا حرام نہیں، جائز ہے۔ حرام تو یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل چھوڑ کر توشے پر بھروسا کر لیا جائے۔ پس اِسے سمجھو، پھر یہ بتاؤ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ (پ۱۹، الفرقان: ۵۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا۔

اب حضور نبی اکرم، شَفِیعِ مُعَظَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی اور اپنے دل کو کھانے، پینے یا درہم و دینار سے لگایا؟ ہرگز نہیں، بخدا ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لگا رہا اور آپ کا بھروسا اُسی ذات پر رہا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی دنیا کی طرف متوجہ ہوئے نہ کبھی دنیا کے خزانوں کی چابیوں کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ رحمتِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دیگر بزرگوں کا زادِراہ ساتھ لینا اچھی نیتوں کی بنا پر ہوتا تھا، اس وجہ سے نہیں تھا کہ اُن کے مبارک دل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ہٹ کر زادراہ کی طرف مائل ہو گئے تھے اور توکل میں اصل اعتبار نیت کا ہی ہے جو ہم تمہیں بتا چکے لہٰذا خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔

زادِ راہ لینا افضل یا نہ لینا؟

اگر تم پوچھو کہ زادِراہ ساتھ لینا افضل ہے یا نہ لینا؟ تو یاد رکھو کہ حالت بدلنے سے اس کا حکم بدل جاتا ہے پس اگر کوئی ایسا شخص ہے لوگ جس کی پیروی کرتے ہیں اور وہ اس نیت سے زادِراہ ساتھ لیتا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ جائز ہے یا پھر وہ مسلمانوں کی مدد یا کسی فریادرس کی خیر خواہی کی نیت کرتا ہے یا کوئی بھی نیک نیت رکھتا ہے تو اس کے لیے زادِراہ لینا افضل ہے اور اگر کوئی تنہا ہے مگر اس کا توکُّل اللہ عَزَّوَجَلَّ پر مضبوط ہے اور اندیشہ ہے کہ زادِراہ ساتھ لیا تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت سے غافل کرے

گا تو ایسے شخص کا زادِ راہ نہ لینا افضل ہے۔ ان چند جملوں کو سمجھو اور اچھی طرح یاد کر لو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

دوسرا عارضہ: خیالات اور ان کا قصد وارادہ

(راہِ عبادت میں رکاوٹ ڈالنے والے چار عوارض میں سے دوسرا عارضہ ہر اس چیز کا خیال ہے جس سے تم ڈرتے ہو یا جس کی امید کرتے ہو، جسے چاہتے ہو یا جسے ناپسند کرتے ہو حالانکہ نہ تم اس کی بہتری کو جانتے ہو نہ فساد کو۔)

ان خیالات کے لیے تمہیں تفویض (خود سپردگی) کافی ہے، پس تم اپنا سارا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دو اور ایسا کرنا دو وجہ سے بہتر ہے:

❁...**پہلی وجہ:** فوری طور پر تمہارے دل کو اطمینان نصیب ہو جائے گا کیونکہ جب کام اہم مگر غیر واضح ہوں کہ اُن کی بہتری یا خرابی کا پتا نہ ہو تو تمہارا دل و دماغ پریشان اور بے چین ہو جاتا ہے، تمہیں معلوم نہیں ہوتا ہے کہ تم ٹھیک کرو گے یا خراب؟ پس اگر تم سارا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ اب میں بہتری اور بھلائی کی طرف ہی جاؤں گا پس تم خطرے سے بے خوف ہو جاؤ گے اور تمہارا دل فوری طور پر مطمئن ہو جائے گا پس یہ اطمینان، بے خوفی اور فوری طور پر راحت و سکون کا ملنا بہت بڑی دولت ہے۔ ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنی مجلسوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے: "دَعِ التَّدْبِیْرَ اِلٰی مَنْ خَلَقَكَ تَسْتَرِحْ یعنی تدبیر کو اپنے پیدا کرنے والے پر چھوڑ دو تم پُرسکون ہو جاؤ گے۔" آپ نے اس کے متعلّق یہ اشعار بھی کہے:

اِنَّ مَنْ كَانَ لَیْسَ یَدْرِیْ اَفِی الْمَحْـ ... ـبُوْبِ نَفْعٌ لَّهٗ اَوِ الْمَكْرُوْهِ

لَحَرِیٌّ بِاَنْ یُّفَوِّضَ مَا یَعْجِزُ عَنْهُ اِلَی الَّذِیْ یَکْفِیْهِ

لَلْاِلٰهُ الْبَرُّ الَّذِیْ هُوَ بِالرَّاْفَةِ اَحْنٰی مِنْ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهٖ

ترجمہ:(۱)...جسے پتا نہ ہو کہ میرا فائدہ پسندیدہ چیز میں ہے یا ناپسندیدہ چیز میں (۲)...تو بہتری اِسی میں ہے کہ جس کام سے وہ عاجز ہے اسے اس کے سپرد کر دے جو اسے کافی ہو (۳)...یقیناً وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی ہے جو احسان فرمانے والا اور بندے کے ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

❁...**دوسری وجہ:** آئندہ تمہیں بہتری اور بھلائی نصیب ہو گی، وہ اس طرح کہ کاموں کا انجام پوشیدہ ہے کیونکہ بہت سی برائیاں بھلائیوں کی صورت میں ہوتی ہیں، بہت سے نقصان نفع کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں اور بہت سے زہر شہد کی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ تم ان کے انجام واسرار سے ناواقف ہو چنانچہ اگر تم کسی کام کا قطعی ارادہ کر کے اس میں لگ جاؤ گے تو کوئی بعید نہیں کہ بہت جلد ہلاکت میں پڑ جاؤ اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

شیطان دیکھنے کی تمنا کا انجام

منقول ہے کہ ایک عبادت گزار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ وہ اسے شیطان دکھا دے۔ اس سے کہا گیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے عافیت کا سوال کر مگر وہ نہ مانا اور اُسی دعا میں لگا رہا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے شیطان کو اس پر ظاہر کر دیا۔ جب اس نے شیطان کو دیکھا تو اسے مارنے کا ارادہ کیا، شیطان بولا: اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ تم نے ابھی سو سال مزید زندہ رہنا ہے تو میں تمہیں ضرور تباہ وبرباد کر دیتا۔ شیطان کی اس بات سے وہ دھوکا کھا گیا اور دل میں کہنے لگا: ابھی تو میری بہت عمر باقی ہے لہٰذا جو چاہوں کروں پھر توبہ کر لوں گا۔ یہ سوچ کر وہ عبادت چھوڑ بیٹھا اور گناہوں میں لگ کر تباہ وبرباد ہو گیا۔

اس حکایت میں تمہارے لیے سبق ہے کہ اپنے ارادے پر جمے نہ رہو اور نہ ہی

اپنے مقصود کے لیے ضد کرو اور یہ حکایت لمبی امید سے بھی ڈراتی ہے کیونکہ لمبی امید بہت بڑی آفت ہے۔ شاعر نے سچ کہا:

اَلَا یَا نَفْسُ اِنْ تَرْضٰی بِقُوْتٍ فَاَنْتِ عَزِیْزَۃٌ اَبَدًا غَنِیَّہْ

وَ اِیَّاکَ الْمَطَامِعَ وَ الْاَمَانِیْ فَکَمْ اُمْنِیَّۃٍ جَلَبَتْ مَنِیَّہْ

ترجمہ: اے نفس خبر دار ہو جا! اگر تو بقدرِ ضرورت غذا پر راضی رہے گا تو ہمیشہ عزت و مال والا رہے گا اور لالچ اور امیدوں سے بچ کیونکہ بہت سی آرزوئیں موت تک پہنچا دیتی ہیں۔

جب تم اپنا معاملہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر کے اس سے دعا کرو گے کہ وہ تمہارے لیے وہ چیز مقرر کرے جس میں تمہاری بہتری ہو تو تمہیں بھلائی اور بہتری ہی نصیب ہو گی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ایک نیک بندے کی بات کو یوں بیان فرمایا:

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِۚ﴿۴۵﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۴۴، ۴۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں بے شک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے تو اللہ نے اسے بچا لیا ان کے مکر کی برائیوں سے اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آگھیرا۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ آیتِ مبارکہ میں "اپنا کام سپردِ الٰہی کرنے" کے ذکر کے فوراً بعد برائیوں سے بچانے، دشمنوں پر مدد اور مراد تک پہنچنے کا ذکر ہے۔ پس خوب غور کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں توفیق عطا فرمائے۔

تفویض کا معنیٰ اور حکم

اگر تم پوچھو کہ تفویض کا مطلب اور اس کا حکم کیا ہے؟ تو جان لو کہ یہاں دو چیزیں یاد رکھنے کی ہیں جن سے بات بالکل واضح ہو جائے گی۔ (۱)... تفویض کا مقام اور

(۲)... تفویض کا معنیٰ و تعریف اور اس کی ضد۔

تفویض کا مقام

جاننا چاہیے کہ انسان جن چیزوں کا ارادہ کرتا ہے اُن کی تین قسمیں ہیں۔

...پہلی قسم: وہ جس کے برا ہونے کا تمہیں کامل یقین ہو، کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو جیسے: دوزخ اور عذاب اور افعال کے لحاظ سے کفر، بدعت اور گناہ۔ پس اس کے ارادے کی کوئی گنجائش نہیں۔

...دوسری قسم: وہ جس کے اچھا ہونے کا تمہیں قطعی اور یقینی علم ہو جیسے جنت، ایمان اور سُنَّت وغیرہ۔ تمہیں ان کا پختہ ارادہ کرنا ہے، یہاں تفویض کی کوئی جگہ نہیں کیونکہ اس میں کوئی خطرہ ہے نہ اس کے خیر اور بھلائی ہونے میں کوئی شک۔

...تیسری قسم: وہ جسے کے بارے میں تمہیں یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ اس میں تمہارے لئے بہتری ہے یا بُرائی جیسے نفلی اور مباح چیزیں۔ یہ تفویض (یعنی اپنا معاملہ سپردِ الٰہی کرنے) کا مقام ہے، تمہیں ان کا پختہ ارادہ کرنا جائز نہیں بلکہ یوں کرو کہ اگر اس میں میرے لیے بہتری ہے تو میں کروں گا یا پھر یوں کہو کہ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں کروں گا پس اگر تم نے اس قید کے ساتھ ارادہ کیا تو یہ تفویض ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو یہ ایک ممنوع اور مذموم لالچ ہو گی۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جس شے کے ارادے میں خطرہ و اندیشہ ہو وہ تفویض کا مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہیں اُس میں اپنے لیے بھلائی کا یقین نہ ہو۔

تفویض کی تعریفات

ہمارے بعض مشائخ کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ نے فرمایا: تفویض کا معنیٰ یہ ہے کہ

خطرہ والے کام میں اپنے اختیار کو مختار و مُدَبِّر اور مخلوق کی بھلائی جاننے والے کے سپرد کرنا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت سیِّدُنا شیخ ابو محمد سجزی رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تفویض کی یہ تعریف کی کہ ''خطرے والے کاموں میں اپنا اختیار مختارِ حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حوالے کر دینا تاکہ وہ تمہارے لیے بہتر کا انتخاب فرمائے۔''

جبکہ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو عمر رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: لالچ کو ترک کرنے کا نام تفویض ہے اور لالچ یہ ہے کہ خطرے والا کام کرنے کا پختہ ارادہ کیا جائے۔

یہ تو مشائخ کی تعریفات تھیں جبکہ ہمارے نزدیک تفویض کی تعریف یہ ہے: جس کام میں تمہیں خطرے کا خوف ہو اس میں یہ ارادہ کرنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہاری بہتری کی حفاظت فرمائے۔

تفویض کی ضد

تفویض کی ضد طمع (لالچ) ہے اور طمع دو طرح کی ہوتی ہے:

(۱)...وہ طمع جو رجا (امید) کے معنٰی میں ہو۔ مطلب تم ایسی چیز کا ارادہ کرو جس میں کوئی خطرہ نہ ہو، ایسی طمع مذموم نہیں بلکہ قابلِ تعریف ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ (اپنے نیک بندوں کے اقوال ذکر کرتے ہوئے) ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓـٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ ترجمۂ کنزالایمان: ہمیں طمع ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے۔ (پ۱۹، الشعرآء: ۵۱)

اس طمع کے متعلّق کلام کرنا ہمارا مقصود نہیں ہے۔

فوری محتاجی

(۲)...دوسری قسم مذموم طمع ہے۔ حضور نبیّ اکرم، رسولِ مُحتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِیَّاکُمْ وَ الطَّمَعَ فَاِنَّهٗ فَقْرٌ حَاضِرٌ یعنی خود کو طمع سے بچاؤ کیونکہ یہ فوری محتاجی ہے۔[1]

منقول ہے کہ "دین کی خرابی اور بربادی لالچ میں ہے اور دین کی پختگی تقوٰی وپرہیز گاری میں ہے۔" ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: مذموم طمع دو چیزیں ہیں: (۱)... مشکوک نفع میں سکونِ قلب تلاش کرنا اور (۲)... خطرے والا کام کرنے کا پکا ارادہ کرلینا۔ تفویض کے مقابلے میں جو ارادہ ہے وہ یہی ہے۔

تفویض پر ابھارنے والی باتیں

تفویض حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ امور میں پائے جانے والے خطرات کو اور ہلاکت وخرابی کے امکان کو یاد کیا جائے، اس سے بھی بڑھ کر تم اس چیز کو ذہن میں لاؤ کہ تم کئی طرح کے خطرات سے بچنے اور محفوظ رہنے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ تم ان سے لاعلم اور غافل ہونے کے ساتھ کمزور بھی ہو۔ یہ باتیں پیشِ نظر رکھنا تمہیں تمام کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنے اور پُرخطر کاموں میں پختہ ارادے سے بچنے

[1]...معجم اوسط، ۵/۴۰۳، حدیث: ۷۷۵۳

پر ابھارے گا نیز ایسے کاموں میں تمہیں خیر و بھلائی کی شرط کے ساتھ ارادہ کرنے پر ابھارے گا۔ ان باتوں کو اچھی طرح یاد کر لو اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

دو قسم کے خطرات

اگر سوال کیا جائے کہ آخر وہ خطرہ کیا ہے جس کی وجہ سے علمائے کرام تفویض کو ضروری قرار دیتے ہیں؟ تو سنو کہ یہاں خطرات دو قسم کے ہیں:

❁...**پہلا خطرہ:** شک ہونا کہ یہ کام ہو سکے گا یا نہیں اور تم یہ کر سکو گے یا نہیں؟ اسی وجہ سے اِنْ شَآءَاللّٰه عَزَّوَجَلَّ کہنے کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ نیت وامید کے باب میں شامل ہو جاتا ہے۔

❁...**دوسرا خطرہ:** خرابی کا ہے کہ تمہیں اس میں اپنی بہتری کا یقین نہیں ہوتا، پس اِسی وجہ سے تفویض کی حاجت ہوتی ہے۔

خطرے کے متعلِّق اقوالِ علما

خطرے کے متعلِّق علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے اقوال میں اختلاف ہے، **بعض** نے فرمایا: کام میں خطرہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس کام کے علاوہ کسی دوسرے کام میں نجات ہو اور یہ بھی ممکن ہے یہ کام کرنے میں گناہ ہو جبکہ ایمان اور سنت میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ ایمان کے بغیر نجات نہیں اور سنت پر استقامت میں کوئی گناہ نہیں لہٰذا ایمان و سنت کا پختہ ارادہ کرنا بالکل درست ہے۔

حضرت سیِّدُنا استاد ابو اسحاق اسفرائینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی نے فرمایا: کسی کام میں خطرہ یہ ہے کہ اس کام میں کوئی ایسی رکاوٹ آجائے کہ اصل کام چھوڑ کر اس رکاوٹ کو دور

کرنا زیادہ بہتر ہو۔ ایسا خطرہ مباح، سنت اور فرائض میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً: کسی شخص پر نماز کا وقت بہت تنگ ہو گیا ابھی اس نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تھا کہ کسی ڈوبتے یا آگ میں جلتے شخص نے اسے مدد کے لیے پکارا اور یہ اس کو بچا بھی سکتا ہے تو اس کے لیے اُسے بچانا نماز میں مشغول ہونے سے بہتر ہے۔ پس ایسی صورت میں مباحات، نوافل اور کثیر فرائض میں بھی پختہ ارادہ کرنا درست نہیں ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر سوال کیا جائے کہ یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندے پر ایک چیز فرض کرے اور اس کے چھوڑنے پر عذاب کی وعید بھی سنائے اس کے باوجود اس کام کے کرنے میں بہتری نہ ہو؟ جواب یہ ہے کہ ہمارے شیخ (ابو بکر ورّاق) رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو اسی چیز کا حکم فرمایا ہے جس میں اس کے لیے بہتری ہو بشرطیکہ کوئی رکاوٹ نہ پائی جائے اور نہ ہی بندے پر کسی فرض میں اتنی تنگی فرمائی ہے کہ وہ اس سے پھر ہی نہ سکے مگر یہ کہ اس کے پھرنے میں بھی اس کے لیے بہتری ہی رکھی ہو۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بندے کے لیے کسی عذر کو سبب بنا دیتا ہے جس کی وجہ سے دو فرض یا واجب کاموں میں سے ایک کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف بڑھنا زیادہ بہتر ہوتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں بندہ معذور بلکہ ماجور یعنی ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اس وجہ سے نہیں کہ اس نے فرض کو چھوڑا بلکہ اس وجہ سے کہ اس نے وہ فرض اختیار کیا ہے جو زیادہ بہتر تھا۔

میں نے حضرت سیِّدُنا امام الحرمین ابو المعالی جُوَیْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو اس مسئلے

میں یہ فرماتے سنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نماز، روزہ اور حج وغیرہ جو بھی بندے پر فرض فرمائے ہیں ان میں بالیقین بندے کے لیے بہتری ہے اور ان کو انجام دینے کا پختہ ارادہ کرنا بھی درست ہے اور اس پر ہم سب کا اتفاق ہے۔ اب مباح و نفلی چیزیں تفویض کے حکم میں باقی رہ گئیں۔ اسے اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ یہ اس باب کی مشکل ترین بحث ہے۔

مقامِ تفویض سے گرنا

اگر کہا جائے کہ کیا معاملات کو سپردِ خدا کرنے والا ہلاکت و خرابی سے محفوظ رہتا ہے حالانکہ دنیا تو مصائب و آلام کا گھر ہے؟ تو جان لو کہ معاملات کو سپرد خدا کرنے والے کو اکثر بھلائی ہی نصیب ہوتی ہے، البتہ کبھی کبھار اُسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے[1] اور اِس کی وجہ سے بسا اوقات وہ رسوا ہو کر تفویض کے مقام سے گر جاتا ہے جبکہ مقام تفویض سے گرنے اور رسوا ہونے میں بندے کے لیے کوئی بھلائی نہیں۔ حضرت سیِّدُنا شیخ ابو عمر رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ بندے نے جو معاملات سپردِ خدا کیے ہیں ان میں اسے بھلائی اور بہتری ہی نصیب ہوتی ہے جبکہ رسوائی اور مرتبہ تفویض میں کوتاہی ان کاموں میں ہوتی ہے جو بندہ سپردِ خدا نہیں کرتا وجہ یہ ہوتی ہے کہ اسے ان کاموں میں بُرائی کا اندیشہ نہیں ہوتا جبکہ تفویض ان کاموں میں ہوتی ہے جن میں بھلائی اور بُرائی دونوں کا شک ہوتا ہے۔ ہمارے شیخ رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ کے نزدیک یہ دوسرا قول ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو تفویض پر ابھارنے والی بات مضبوط نہیں رہتی۔

1... یہ ناکامی اس کی اپنی کمزوریٔ تفویض کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ (از علمیہ)

اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کچھ واجب نہیں

اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ پر واجب ہے کہ اپنے معاملات اُس کے سپرد کرنے والے کو افضل چیز ہی عطا فرمائے؟ تو یاد رکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کوئی چیز واجب ٹھہرانا محال وناممکن ہے اور بندوں کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ بعض اوقات وہ حکمت کے تحت بندے کو بہتر عطا فرماتا ہے مگر وہ بہتر افضل نہیں ہوتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک سفر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے محبوب نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اوران کے اصحاب عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے لیے سورج طلوع ہونے تک پوری رات نیند مقدر فرمادی یہاں تک کہ ان کی نمازِ تہجد اور نمازِ فجر قضا ہوگئی[1] حالانکہ نماز نیند سے افضل ہے۔ بعض اوقات رب تعالیٰ کسی بندے کے لیے دنیا کی نعمتیں اور دولت مقدر فرمادیتا ہے اگرچہ افضل فقر وغربت ہے۔ یونہی کسی کو بیویوں اور اولاد میں مشغول فرمادیتا ہے اگرچہ عبادت کے لیے تجرُّد (یعنی بیوی بچوں کا نہ ہونا) افضل ہے۔[2] بے شک

---

❶... غزوۂ خیبر سے واپسی پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ (مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوۃ الفائتۃ، ص ۳۴۲، حدیث: ۳۰۹)

❷... احناف کے نزدیک غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب اور حالت اعتدال میں سُنَّتِ مؤکدہ ہے اور یہ نوافل میں مشغول ہونے سے افضل ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے: "صحیح قول کے مطابق غلبۂ شہوت کے وقت نکاح کرنا واجب ہے اور حالتِ اعتدال میں سُنَّتِ مؤکدہ ہے جبکہ بندہ وطی، مہر اور نفقہ (یعنی خرچ وغیرہ) پر قادر ہو اور نوافل میں مشغول ہونے سے نکاح کرنا افضل ہے اور نکاح ترک کرنے والا گناہ گار ہے کیونکہ سنتِ مؤکدہ کا ترک گناہ ہے اور اگر نکاح سے اپنے آپ کو اور عورت کو حرام سے بچانے کی نیت اور اولاد کا ارادہ ہو تو نکاح کرنا اجر وثواب کا موجب ہے۔ اسی طرح سنت پر عمل اور حکمِ الٰہی بجالانے کی نیت ہو تو اجر وثواب ملے گا لیکن اگر محض شہوت پوری کرنے اور حصولِ لذت کی نیت ہو تو کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، ۴/ ۷۲تا۷۴)

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا ہے۔

بیان کردہ بات ایسے ہی ہے جیسے ایک سمجھدار اور خیر خواہ طبیب مریض کے لیے جَو کا پانی تجویز کرتا ہے اگرچہ شکر کا پانی زیادہ اچھا اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے کیونکہ طبیب جانتا ہے کہ اس کی بیماری کا علاج جَو کے پانی میں ہے اور بندے کا مقصد بھی ہلاکت سے بچنا ہی ہوتا ہے، نہ کہ ہلاکت و بُرائی کے ساتھ فضل و شرف حاصل کرنا۔

تفویض میں اختیار

اگر سوال کیا جائے کہ اپنے معاملات سپردِ خدا کرنے والا با اختیار ہوتا ہے یا نہیں؟ تو جان لو کہ ہمارے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک درست یہ ہے کہ اسے اختیار ہوتا ہے اور اس سے اس کی تفویض میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ یوں کہ جب اس کی بہتری افضل و مفضول دونوں میں ہو تو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے یہ چاہ سکتا ہے کہ ربّ تعالیٰ اس کے لیے افضل کے اسباب مہیا فرمادے جیسے مریض کو اختیار ہوتا ہے کہ طبیب سے کہے: اگر دونوں ہی میں میری بہتری ہے تو پھر میری دوا جو کے پانی کے بجائے شکر کا پانی کر دو تاکہ مجھے اپنی پسند اور بہتری دونوں ایک ساتھ مل جائیں، اسی طرح بندے کو بھی یہ دعا کرنے کا اختیار ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ افضل میں اس کی بہتری رکھ دے اور اس کا سبب بنادے تاکہ اسے فضل اور بہتر دونوں اکٹھے مل جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے بجائے افضل کے غیر افضل میں بہتری کو منتخب فرمائے تو بندہ اس پر راضی رہے۔

تفویض میں کہاں اختیار نہیں؟

اگر کہا جائے کہ ایسا کیوں ہے کہ بندے کے لیے افضل کو اختیار کرنا روا ہے اور

زیادہ بہتر کو اختیار کرنا جائز نہیں؟ تو یاد رکھو کہ افضل اور زیادہ بہتر میں فرق ہے۔ بندہ مفضول کے مقابلے میں افضل کو تو جانتا ہے مگر خرابی کے مقابلے میں بہتری سے لاعلم ہوتا ہے اسی لیے اُس کا پختہ ارادہ نہیں کر سکتا اور افضل کو اختیار کرنے کا معنٰی یہ ہے کہ بندہ یہ چاہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی بہتری کو افضل میں رکھ دے اور اِس کو اس کے لیے مُنْتَخَب و مقدر فرما دے۔ بے شک بندہ اِسی میں پختہ ارادہ کر سکتا ہے، اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا علمِ تفویض اور اس کے اسرار کا خلاصہ ہے، اگر حاجت نہ ہوتی تو ہم اسے ذکر نہ کرتے کیونکہ یہ علومِ مکاشفہ کے سمندروں میں سے ہے اس کے باوجود میں نے اس کتاب میں مختصر مگر جامع نکات بیان کر دیئے ہیں اور میں نے وضاحت کا ارادہ اس لیے کیا تا کہ بڑے بڑے علما اور ابتدائی طالب اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو توفیق ملے گی۔

تیسرا عارضہ: قضائے الٰہی پر رضا کا بیان

(راہِ عبادت میں رکاوٹ ڈالنے والے چار عوارض میں سے تیسرا عارضہ قضائے الٰہی کی مختلف صورتوں کا پیش آنا ہے، یہ قضا بدلتی رہتی ہے کبھی نفس ناراضی کی طرف جلدی کرتا ہے اور کبھی فتنے کی طرف دوڑتا ہے۔)

جب قضاء کا عارضہ آجائے تو اس کے لیے تمہیں اتنا کافی ہے کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضاء یعنی فیصلے پر راضی رہو اور یہ راضی رہنا دو وجہ سے ضروری ہے:

❁...**پہلی وجہ:** عبادت کے لیے فراغت نصیب ہو جائے گی کیونکہ اگر تم قضائے الٰہی پر راضی نہ ہوئے تو ہمیشہ تمہارے دل پر غم و پریشانی کے بادل چھائے رہیں گے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ویسا کیوں نہ ہوا؟ اور جب دل اس طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہو تو پھر

عبادت کے لیے فراغت کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ کیونکہ تمہارے پاس ایک دل ہی تو ہے اور وہ بھی دنیا کی اگلی پچھلی پریشانیوں سے بھر جائے تو اب اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد، اس کی عبادت اور فکرِ آخرت کے لیے جگہ کہاں بچے گی؟

موجودہ برکت کا ختم ہونا

حضرت سیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے سچ فرمایا کہ ”گزرے ہوئے کاموں پر حسرت اور آنے والے کاموں کی فکر تمہاری موجودہ گھڑی کی برکت بھی ختم کر دیتی ہے۔“

❀...**دوسری وجہ:** قضائے الٰہی پر راضی نہ رہنے کی صورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا اندیشہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو آزمائش پہنچی تو انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں شکایت کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ ”تم میرا شکوہ کر رہے ہو حالانکہ میں شکوہ اور مذمّت کا مُستحَق نہیں ہوں اور یہ جو تمہارے لیے ظاہر ہوا میرے علم کے مطابق ہے تو پھر تم اپنے لیے میرے فیصلے پر ناراض کیوں ہوتے ہو؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری خاطر دنیا بدل دوں یا پھر لوحِ محفوظ میں تبدیلی کر دوں، میں اپنی چاہت کے بجائے تمہاری چاہت کے مطابق فیصلہ کروں اور میری پسند کے بجائے تمہاری پسند نافذ ہو، میری عزت وجلال کی قسم! اگر دوبارہ تمہارے دل میں یہ خیال گزرا تو میں لباسِ نبوت اُتار کر تمہیں آگ کے حوالے کر دوں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں۔“

میں کہتا ہوں: عقلمند کو غور کرنا چاہیے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے یہ عظیم نگہداشت اور دل دہلا دینے والی وعید اپنے انبیاو برگزیدہ بندوں کے ساتھ ہے تو عام بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ کیسا ہو گا؟ پھر حکایت میں اس فرمان پر غور کرو کہ ”اگر دوبارہ آپ کے دل

میں یہ خیال گزرا تو میں لباسِ نبوت اتار لوں گا۔'' یہ سخت تنبیہ محض دل کے ارادے وخیال پر ہے تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو لوگوں کے سامنے اپنے ربّ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش پر بے صبری کرے، چیخے چلائے، شکوہ کرے اور شور مچائے اور نہ صرف خود بلکہ اوروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لے۔

پھر یہ تنبیہ انہیں تھی جنہیں ایک بار قضا سے ناراضی کا خیال گزرا تو جو ساری عمر ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے گزار دے اس کا کیا انجام ہو گا؟ پھر یہ کہ انہوں نے تو اپنے ربّ تعالیٰ سے شکایت کی تھی تو جو غیر کے سامنے رونا روئے اس کا کیا بنے گا؟ ہم اپنے شریر نفسوں اور بُرے اعمال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم اُس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں معاف فرمادے، ہمارے گناہ اور کوتاہیاں بخش دے اور اپنی نظر رحمت سے ہماری اصلاح فرمائے۔ بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

قضاء پر راضی رہنے کا معنٰی

اگر پوچھا جائے کہ قضائے الٰہی پر راضی رہنے کا معنٰی، اس کی حقیقت اور اس کا حکم کیا ہے؟ تو جان لو کہ ہمارے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے فرمایا: ناراضی چھوڑ دینے کا نام رضا ہے اور ناراضی یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضاء وفیصلے کے مقابلے میں اُس شے کو اپنے لیے زیادہ بہتر اور عمدہ سمجھے جس کی بہتری یا خرابی کا اسے یقین ہی نہ ہو۔ اس معاملے میں یہ شرط ہے تو اسے سمجھ لو۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تم سوال کرو کہ کیا شر اور گناہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضاء وقدر سے نہیں ہیں؟ تو پھر

بندہ شر پر کیسے راضی ہو سکتا ہے اور یہ اُس پر کیونکر لازم ہو سکتا ہے؟ تو یاد رکھو کہ راضی رہنے کا تعلُّق قضائے الٰہی کے ساتھ ہے اور شر کی قضا و فیصلہ شر نہیں ہے بلکہ شر وہ ہے جس کا فیصلہ ہوا لہٰذا اِسے شر پر راضی ہونا نہیں بلکہ قضا پر راضی ہونا کہیں گے۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ قضاء کا تعلق چاروں چیزوں سے ہوتا ہے: (۱)... نعمت (۲)... شدت (۳)... بھلائی اور (۴)... برائی۔

﴿1﴾... نعمت کے معاملے میں فیصلہ فرمانے والے (اللہ تعالیٰ)، فیصلہ اور جس کا فیصلہ ہوا یعنی نعمت سے راضی ہونا بندے پر واجب، اُس کے نعمت ہونے کی حیثیت سے اس پر شکر ادا کرنا بھی واجب اور نعمت کے اثر کو ظاہر کر کے خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کا اظہار بھی واجب ہے۔

﴿2﴾... شدت و سختی کے بارے میں بھی فیصلہ فرمانے والے، فیصلہ اور اس شدت و تکلیف پر راضی رہنا واجب ہے اور اُس کے سختی ہونے کے لحاظ سے اس پر صبر کرنا بھی واجب ہے۔

﴿3﴾... بھلائی کے معاملے میں بھی فیصلہ فرمانے والے، فیصلہ اور اس بھلائی پر راضی ہونا واجب ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ بھلائی ہے اور اُس کی توفیق ملی بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کو یاد کرنا بھی واجب ہے۔

﴿4﴾... شر کے معاملے میں بھی فیصلہ فرمانے والے، فیصلہ اور جو فیصلہ ہوا اُس پر راضی ہونا واجب ہے، اس حیثیت سے کہ اُس کا فیصلہ ہوا ہے، اس لحاظ سے نہیں کہ وہ شر ہے اور چونکہ اُس کا فیصلہ ہوا ہے تو اس اعتبار سے در حقیقت یہ فیصلہ کرنے والے اور فیصلہ کی طرف لوٹتا ہے اور یہ ایسے ہی ہے کہ تم کسی مخالف کے مذہب کی معلومات لینے پر راضی

ہو جاؤ تاکہ تمہیں اُس کا پتا چل جائے، اس لیے نہیں کہ تم اسے اپنالو گے پس اس کا علم ہونا علم کی طرف لوٹے گا اور تمہاری رضا اور محبت حقیقت میں علم کے ساتھ ہو گی نہ کہ اس مذہب کے ساتھ۔ پس جو فیصلہ ہوا اس پر راضی رہنے کا بھی یہی مطلب ہے۔

قضا پر راضی کی زیادہ طلبی

اگر یہاں سوال ہو کہ کیا قضائے الٰہی پر راضی رہنے والا زیادہ کا طلبگار ہو سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اگر زیادہ میں میرے لیے بہتری و بھلائی ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ زیادہ عطا فرمائے، قطعی و یقینی طلب نہ کرے۔ یوں وہ قضائے الٰہی پر راضی رہنے والا ہی کہلائے گا بلکہ یہ دلیل ہو گی کہ وہ بدرجہ اولیٰ قضائے الٰہی پر راضی ہے کیونکہ جب کوئی کسی شے کو پسند کرتا اور اس پر راضی ہوتا ہے جب ہی تو زیادہ کی طلب کرتا ہے۔ چنانچہ

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب دودھ پیش کیا جاتا تو آپ یہ دعا کرتے: "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اس میں ہمارے لئے برکت رکھ اور ہمیں اس سے زیادہ عطا فرما۔" اور جب کوئی اور چیز پیش کی جاتی تو یہ دعا کرتے: "وَزِدْنَا خَيْرًا مِّنْهُ یعنی ہمارے لئے اس سے بہتر میں اضافہ فرما۔"[1] دونوں دعاؤں میں کہیں بھی یہ دلیل نہیں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قضائے الٰہی پر راضی نہ تھے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تم کہو کہ ان دونوں دعاؤں میں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بہتری

---

1 ...ابو داود، کتاب الاشربۃ، باب ما یقول اذا شرب اللبن، ۳/۴۷۵، حدیث: ۳۷۳۰ بتغیر

اور بھلائی کی شرط نہیں لگائی؟تو جان لو کہ ان امور کا تعلق دل سے ہے زبان سے ادا کرنا تو فقط ان کا اظہار ہوتا ہے اور جب دل میں کوئی چیز ہو تو زبان سے اس کا اظہار نہ بھی کیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

چوتھا عارضہ: مصائب و تکالیف

(راہِ عبادت میں رکاوٹ ڈالنے والے چار عوارض میں سے چوتھا عارضہ مصائب و تکالیف ہیں بالخصوص مخلوق، شیطان اور نفس کی مخالفت کرنے والے کو ہر طرف سے پیش آتی ہیں)

مصائب و تکالیف کے عارضے کا علاج صبر ہے تو ہر مقام پر صبر کرنا تم پر لازم ہے اور یہ دو وجہ سے ہے:

...**پہلی وجہ:** تاکہ تمہیں عبادت تک رسائی ہو جائے اور عبادت سے جو تمہارا مقصود ہے وہ تمہیں نصیب ہو جائے کیونکہ ہر عبادت کا معاملہ صبر اور تکالیف برداشت کرنے پر موقوف ہے، جو صبر کرنے والا نہ ہو حقیقت میں وہ عبادت میں سے کچھ حاصل نہیں کر پاتا کیونکہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا ارادہ کرتا اور اس کے لیے تنہائی اختیار کرتا ہے تو اسے کئی قسم کی آزمائشوں، امتحانوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

راہِ عبادت کی چار مشقتیں

پہلی یہ کہ اصل عبادت میں ہی مشقت ہے، اسی وجہ سے اس کی ترغیب دلائی گئی اور اس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا کیونکہ بندہ خواہش کو مار کر اور نفس پر جبر کر کے ہی عبادت کر سکتا ہے، اس لیے کہ نفس و خواہش نیکی و بھلائی سے روکتے ہیں اور ان کی مخالفت کرنا انسان کے لیے سب سے مشکل کام ہے۔

دوسری یہ کہ بندہ مشقت اٹھا کر جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو پھر اور زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اچھا کام برباد نہ ہو جائے اور کسی عمل کو باقی رکھنا عمل کرنے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

تیسری یہ کہ دنیا مصائب وآلام کا گھر ہے جو بھی اس میں رہے گا اسے لازمی طور پر ان کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان مصائب کی بھی کئی قسمیں ہیں: خاندان میں مصیبت، رشتہ داروں، بھائیوں اور دوستوں وغیرہ میں سے کسی کی جدائی یا موت واقع ہو جانا، خود اپنے جسم کا مختلف امراض اور دردوں میں مبتلا ہونا، عزت کے معاملے میں لوگوں سے جھگڑا فساد ہونا، اپنی عزت پر دست درازی، غیبت یا الزام تراشیوں کا ڈر وخوف ہونا یونہی مال کے ختم ہو جانے کا ڈر وغیرہ ان میں سے ہر مصیبت اپنی حیثیت کے لحاظ سے انسان کو زخمی کرتی اور دل جلاتی ہے لہٰذا انسان کو ان سب پر صبر کی ضرورت ہے ورنہ بے صبری اور رونا دھونا اسے عبادت کے لیے فارغ نہیں ہونے دے گا۔

چوتھی یہ کہ آخرت کے طلبگار کی آزمائش ومصیبت زیادہ شدید ہوتی ہے۔ جو جتنا زیادہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے قریب ہوتا ہے دنیا میں اس کے لیے مصائب وآلام بھی اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں، کیا تم نے محبوبِ خدا، سیّد انبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان نہیں سنا: "اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یعنی لوگوں میں سب سے سخت آزمائش انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ہوتی ہے پھر شہدا کی پھر درجہ بدرجہ دیگر لوگوں کی۔"[1] پس جو شخص بھی نیکی کے راستے کا ارادہ کرے گا اور راہ آخرت کے لیے تنہائی چاہے گا تو اسے ان مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اگر اس نے ان پر صبر نہ کیا اور

1... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/ ۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، دون ذکر "الشھداء"

آخرت کی طرف متوجہ نہ ہوا تو وہ اس راہ سے جدا ہو کر عبادت سے محروم ہو جائے گا اور اسے عبادت میں سے کچھ بھی نصیب نہ ہو گا۔

مصائب کے متعلق قرآنی فیصلہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں بالکل واضح طور پر بتا دیا کہ تمہیں مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کے ذریعے ہم تمہاری آزمائش کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَتُبْلَوُنَّ فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ قف وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًا ط

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہو گی تمہارے مال اور تمہاری جانوں میں اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ بُرا سنو گے۔

(پ۴، اٰل عمرٰن: ١٨٦)

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ (پ۴، اٰل عمرٰن: ١٨٦)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

گویا ربّ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ بات اپنے دلوں میں بٹھا لو کہ تمہیں مختلف قسم کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اگر تم نے صبر کیا تو واقعی تم مرد ہو گے اور تمہارے کام بلند ہمت مردوں والے ہوں گے۔ لہٰذا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کا ارادہ کرے اسے لازم ہے کہ پہلے طویل صبر کا پختہ عزم کرلے اور دل میں یہ بات بٹھا لے کہ جب تک زندگی ہے بڑی بڑی مصیبتوں کو برداشت کرنا ہی پڑے گا۔ اگر اس نے

ایسا نہ کیا تو گویا بغیر آلات کے کام کرنا چاہتا ہے اور غلط طریقے پر کام کرنے لگا ہے۔

موت کی چار اقسام

حضرت سیِّدُنا فُضَیل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: جو آخرت کا راستہ طے کرنا چاہتا ہے وہ خود پر چار اقسام کی موت طاری کرلے: سفید، سرخ، سیاہ اور سبز۔ سفید موت بھوک، سیاہ موت لوگوں کی طرف سے مذمت، سرخ موت شیطان کی مخالفت اور سبز موت پے درپے آنے والے مصائب ہیں۔

بہترین نصیحتیں

❁... بزرگوں کے پاس جاؤ تو اس وقت تک برتری نہ چاہنا جب تک کہ وہ خود تمہیں برتری نہ دے دیں تاکہ تمہیں ان سے کوئی پریشانی نہ پہنچے۔

❁... جب تم کچھ لوگوں کے ساتھ ہو تو جب تک وہ تمہیں بطورِ تعظیم آگے نہ کریں، اس وقت تک ان کی امامت نہ کرانا۔

❁... حمام جانا ہو تو دوپہر یا صبح کے وقت میں جانا اور سیر و تفریح کے مقامات کی طرف نہ جانا۔

❁... بادشاہوں کے ظلم کی جگہوں پر ان کے پاس اس وقت تک جانے سے گریز کرنا جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ تمہاری حق بات مان کر وہ لوگوں پر ظلم وستم سے باز آجائیں گے اس لئے کہ اگر تمہاری موجودگی میں بادشاہوں نے کسی ناجائز و حرام کام کا ارتکاب کیا اور تم طاقت نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اِس ناجائز فعل سے نہ روک سکے تو لوگ تمہاری خاموشی کی وجہ سے اس فعلِ ناحق کو حق سمجھ لیں گے۔

❁... علمی محفل میں غصہ کرنے سے بچنا۔

❁... لوگوں کے سامنے قصے کہانیاں بیان نہ کرنا کیونکہ قصہ گو ضرور جھوٹ بولتا ہے۔ (امام اعظم کی وصیتیں، ص۲۳، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

صبر کے فوائد و ثمرات کا بیان

❁....**دوسری وجہ:** صبر کے ضروری ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ صبر میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔ صبر سے درج ذیل بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں:

نجات و کامیابی

صبر کرنے سے نجات اور کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ چنانچہ

اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ (پ۲۸، الطلاق: ۳،۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔

آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جو صبر کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے مصیبتوں سے نکلنے کی راہ نکال دے گا۔

دشمنوں پر کامیابی

صبر کی وجہ سے دشمنوں پر کامیابی نصیب ہوگی۔ چنانچہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ ؕۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۹﴾ (پ۱۲، هود: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو صبر کرو بے شک بھلا انجام پرہیزگاروں کا۔

مراد پوری ہونا

صبر کی برکت سے مراد پوری ہو گی۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﳔ بِمَا صَبَرُوْاؕ (پ۹، الاعراف: ۱۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہوا بدلہ اُن کے صبر کا۔

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے والدِ ماجد حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کے خط کے جواب میں لکھا: اٰبَاءُكَ صَبَرُوْا فَظَفَرُوْا فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوْا تَظْفَرْ كَمَا ظَفَرُوْا یعنی آپ کے آباء واجداد نے صبر کیا تو کامیاب ہوئے پس آپ بھی اُن کی طرح صبر کیجئے تو آپ بھی اُن کی طرح کامیاب ہو جائیں گے۔

اسی مضمون کو ایک شاعر نے یوں بیان کیا کہ:

لَا تَیْأَسَنَّ وَاِنْ طَالَتْ مُطَالَبَةٌ ۔۔۔ اِذَا اسْتَعَنْتَ بِصَبْرٍ اَنْ تَرٰى فَرَجَا

اَخْلِقْ بِذِی الصَّبْرِ اَنْ یَحْظٰى بِحَاجَتِهٖ ۔۔۔ وَ مُدْمِنُ الْقَرْعِ لِلْاَبْوَابِ اَنْ یَّلِجَا

ترجمہ: (۱)...مایوس ہر گز نہ ہو، اگرچہ مطالبے کو عرصہ گزر جائے، اگر تو صبر سے مدد لے گا تو کشادگی کو دیکھ لے گا۔

(۲)...اپنی حاجت پالینے والے صابر انسان کی مانند ہو جا اور داخل ہونے کے لئے دروازوں پر مسلسل دستک دینے والے کی طرح ہو جا۔

پیشوائی وامامت

صبر کے سبب لوگوں کی پیشوائی وامامت کا درجہ ملتا ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اُن میں سے کچھ

لَمَّا صَبَرُوْا ۛؕ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ اُنہوں نے صبر کیا۔

(پ۲۱، السجدۃ: ۲۴)

تعریف و توصیف

اللہ عَزَّوَجَلَّ صبر کرنے والے کی تعریف فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (پ۲۳، ص: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بے شک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

جنت کی بشارت

صبر کی بدولت جنت کی بشارت، ربّ عَزَّوَجَلَّ کی درودیں اور رحمت نصیب ہوتی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ۙ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ؕ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫

(پ۲، البقرۃ: ۱۵۵تا۱۵۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت۔

محبتِ الٰہی

صبر کرنے والے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ (پ۴، اٰل عمران: ۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

بلند درجات

صبر کی وجہ سے جنت میں بلند درجات نصیب ہوں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا (پ۱۹، الفرقان: ۷۵)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا۔

عظیم بزرگی

صبر کرنے سے بندہ عظیم بزرگی پاتا ہے۔ چنانچہ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (پ۱۳، الرعد: ۲۴)

ترجمۂ کنز الایمان: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ۔

بے انتہا ثواب

صبر کی بدولت بے انتہا ثواب ملتا ہے جسے مخلوق شمار کر سکتی ہے نہ سوچ سکتی ہے۔ ربّ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

سُبْحٰنَ اللہ! اس پاک ذات کا کیسا کرم ہے کہ صرف ایک لمحہ صبر کرنے پر دنیا و آخرت میں یہ بزرگیاں اور فضائل عطا فرما دیتا ہے تو تم پر ظاہر ہو گیا کہ دنیا و آخرت کی بھلائی صبر میں ہے۔ محبوبِ خدا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِنْ عَطَاءٍ خَيْرًا وَاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ یعنی صبر سے بہتر اور وسیع عطا و بخشش کسی پر نہیں کی گئی۔[1]

1 ...بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسئلۃ، ۱/ ۴۹۶، حدیث: ۱۴۶۹

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: جَمِیْعُ خَیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ صَبْرِ سَاعَۃٍ وَاحِدَۃٍ یعنی مومنین کی تمام بھلائی گھڑی بھر کے صبر میں ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ مَا یُرَجّٰی وَ کُلُّ خَیْرٍ بِہٖ یَکُوْنُ

فَاصْبِرْ وَ اِنْ طَالَتِ اللَّیَالِیْ فَرُبَّمَا اَمْکَنَ الْحَرُوْنُ

وَ رُبَّمَا نِیْلَ بِاصْطِبَارٍ مَا قِیْلَ ھَیْھَاتَ لَا یَکُوْنُ

ترجمہ: (۱)...صبر امید کی چابی ہے اوراِس کی بدولت ہر بھلائی حاصل ہو جاتی ہے۔(۲)...صبر کرو اگرچہ عرصہ طویل ہو جائے کیونکہ بسا اوقات صبر سے بہت دشوار کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں (۳)...اور کبھی تو صبر کی وجہ سے وہ بھی ہو جاتا ہے جس کے متعلّق کہا جاتا ہے کہ افسوس یہ تو نہیں ہو سکتا۔

ایک اور شاعر نے کہا:

صَبَرْتُ وَکَانَ الصَّبْرُ مِنِّیْ سَجِیَّۃً وَ حَسْبُکَ اَنَّ اللّٰہَ اَثْنٰی عَلَی الصَّبْرِ

اِذَا کَانَ بَابُ الذُّلِّ مِنْ جَانِبِ الْغِنٰی سَمَوْتُ اِلَی الْعُلْیَاءِ مِنْ جَانِبِ الْفَقْرِ

سَاَصْبِرُ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا فَاِمَّا اِلٰی یُسْرٍ وَّ اِمَّا اِلٰی عُسْرٍ

ترجمہ: (۱)...میں صبر کرتا ہوں اور صبر میری عادت ہے اور (فضیلت صبر کے لیے) تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ صبر پر تعریف فرماتا ہے۔(۲)...جب مالداری کی جانب ذلت وپستی کا دروازہ ہو تو میں فقر و محتاجی کے راستے سے بلندی کی طرف بڑھتا ہوں۔(۳)...میں صبر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے چاہے آسانی کا ہو یا تنگی کا۔

لٰہذا تم پر لازم ہے کہ اس نفیس اور عُمدہ صفت کو اپنے اندر پیدا کرو اور اس کے حُصُول کے لئے پوری کوشش کرو، اس کے ذریعے تم کامیاب لوگوں میں سے ہو جاؤ

گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق کا مالک ہے۔

صبر کی حقیقت

اگر تم کہو کہ صبر کی حقیقت اور اس کا حکم بھی بتا دیجئے؟ تو جان لو کہ صبر کے لغوی معنٰی ہیں "رکنا" اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِىِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنٰكَ عَنۡهُمۡ ۚ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

(پ۱۵، الکھف: ۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے اور تمہاری آنکھیں انھیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں کیا تم دنیا کی زندگی کا سنگار (زینت) چاہو گے اور اس کا کہانہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

یعنی اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے لفظ "صابر" اس معنٰی میں بولا جاتا ہے کہ اس نے مجرموں سے عذاب کو روکا ہوا ہے اور وہ عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔ پھر وہ معنٰی جو دل کے کاموں اور کاوشوں میں سے ایک ہے اُسے صبر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ خود کو جزع سے روکتا ہے اور حضرات علمائے کرام کے فرمان کے مطابق "شدت و سختی کے وقت اضطراب و بے چینی کے اِظہار" کو جزع کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شدت و سختی سے نکلنے کے پختہ ارادے کو جزع (یعنی بے صبری) کہتے ہیں اور اس ارادے کو ترک کر دینا صبر کہلاتا ہے۔

حصولِ صبر کا طریقہ

حصولِ صبر کا طریقہ یہ ہے کہ تکلیف کی مقدار اور اُس کے وقت پر غور کرو کہ یہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ اور وقت سے پہلے آتی ہے نہ بعد میں لہٰذا بے صبری کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس میں نقصان وخطرے کا اندیشہ ہے اور صبر کے حصول کا اس سے بڑھ کر یہ طریقہ ہے کہ ''تم صبر پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والے بہترین بدلے اور عظیم الشان عطا کو یاد کرو۔'' یہ بڑی کام کی باتیں ہیں اور توفیق اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی عطا فرماتا ہے۔

فصل — رزق اور اس کے حصول کا بیان

سب سے بڑی رکاوٹ

بیان کردہ چاروں عوارض اور ان کے اسباب کو دور کرکے اس مشکل ترین گھاٹی کو عبور کرنا تم پر لازم ہے ورنہ یہ عوارض تمہیں نہ صرف تمہارے عبادت والے مقصد پر عمل سے روکیں گے بلکہ اس کو یاد کرنے اور اُس کے متعلق سوچنے سے بھی محروم کر دیں گے کیونکہ ان میں سے ہر عارضہ جلد یا بدیر بندے کو مصروف کرنے والا ہے۔ ان عوارض میں سب سے بڑا اور سب سے مشکل رزق کا معاملہ اور اس کی فکر ہے عمومی طور پر مخلوق کے لیے سب سے بڑی مصیبت اسی کی ہے۔ مخلوق نے اس کے لیے اپنی جانوں کو تھکا دیا، دل فکروں میں جکڑ گئے، غموں کی کثرت ہو گئی، اپنی عمریں ضائع کر دیں اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے لیا۔ اس رزق کی فکر نے مخلوق کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کی عبادت سے دور کرکے دنیا اور مخلوق کی خدمت میں لگا دیا پس دنیا میں انہوں نے اندھیرے، غفلت، نقصان اور ذلت ورسوائی

میں زندگی گزاری اور آخرت کی طرف خالی ہاتھ چل پڑے، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل سے رحم نہ فرمایا تو وہاں انہیں حساب اور عذاب کا سامنا ہوگا۔

غور تو کرو کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ نے رزق کے تذکرے میں کس قدر آیات نازل فرمائیں اور رزق دینے پر کتنا زیادہ اپنے وعدے، قسم اور ضمانت کا ذکر فرمایا، پھر یہ بھی دیکھو کہ حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور علمائے عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام مسلسل لوگوں کو نصیحت کرتے رہے، سیدھا راستہ دکھاتے رہے، کتابیں تصنیف فرمائیں، لوگوں کو مثالیں دیں اور انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈراتے رہے، اس سب کے باوجود لوگوں نے ہدایت قبول کی نہ تقویٰ اختیار کیا اور نہ ہی مطمئن ہوئے بلکہ وہ رزق کی وجہ سے بے ہوشی کی کیفیت میں ہیں اور انہیں یہی فکر کھائے جاتی ہے کہ کہیں صبح یارات کا کھانا نکل نہ جائے۔

غفلت کی اصل وجہ

بیان کردہ غفلت اور رزق کی فکر کی اصل وجہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیات اور اس کی تخلیق میں غور و فکر نہ کرنا، رسولِ پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے کلام سے نصیحت حاصل نہ کرنا اور بزرگانِ دین کی باتوں میں غور نہ کرنا ہے اور یہ کہ لوگ شیطانی وسوسوں کا شکار ہوگئے، جاہلوں کی باتوں پر کان دھرنے لگے اور غافلوں کی عادتیں اپنالیں یہاں تک کہ ابلیس ملعون ان پر مکمل طور پر قابض ہوگیا اور ان کے دلوں میں بری عادات پختہ ہوگئیں بالآخر لوگ دل اور یقین کی کمزوری کا شکار ہوگئے۔

اللہ والوں کی ثابت قدمی

لیکن اصحابِ بصیرت اور ریاضت و مجاہدہ والے اصحاب نے آسمانی راستے پر نظر

رکھی اور وہ زمینی اسباب کی طرف متوجہ نہ ہوئے، انہوں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور مخلوق سے کنارہ کش ہو گئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی آیتوں کا یقین کیا، اسی کے راستے کو نگاہ میں رکھا پس انہوں نے نفس و شیطان اور مخلوق کے وسوسوں کی طرف بالکل توجہ نہ دی اور شیطان، انسان یا نفس نے جب بھی انہیں کسی وسوسے میں مبتلا کرنا چاہا تو وہ اس کی مخالفت کرتے ہوئے مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ مخلوق نے ان سے منہ موڑ لیا، شیطان دور ہٹ گیا، نفس تابعدار ہو گیا اور وہ صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہے۔ چنانچہ

سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی ثابت قدمی

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ نے ایک جنگل عُبُور کرنے کا ارادہ کیا تو اِبلیس نے آکر آپ کو یوں ڈرانے کی کوشش کی کہ "یہ ایک خطرناک جنگل ہے اور آپ کے پاس اِسے طے کرنے کے لئے زَادِ راہ ہے نہ کوئی اور ذریعہ۔" شیطان کی طرف سے یہ خوف دلانے پر آپ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ میں ضرور یہ خوفناک جنگل زادِ راہ کے بغیر تنہا طے کروں گا اور ہر میل پر ایک ہزار رکعت نفل ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ اپنے ارادے پر ثابت قدم رہے اور اس جنگل میں 12 برس گزار دیئے۔ انہی سالوں میں اس جنگل سے ہارون رشید حج کے ارادے سے گُزرا تو اس نے آپ کو ایک جگہ نوافل ادا کرتے دیکھا۔ اسے بتایا گیا کہ یہ حضرت سیِّدُنا اِبراہیم بن اَدْہَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم ہیں تو اُس نے آپ کے پاس آکر کہا: "اے ابو اِسحاق! آپ اس حال میں خود کو کیسا پاتے ہیں؟" تو آپ نے یہ دو شعر پڑھے:

نُرَقِّعُ دُنْیَانَا بِتَمْزِیْقِ دِیْنِنَا فَلَا دِیْنُنَا یَبْقٰی وَ لَا مَا نُرَقِّعُ

فَطُوْبٰی لِعَبْدٍ اٰثَرَ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ جَادَ بِدُنْيَاهُ لِمَا يَتَوَقَّعُ

ترجمہ: ہم اپنا دین برباد کر کے دنیا سنوارتے ہیں تو ہمارا دین رہتا ہے نہ دنیا۔ پس خوش خبری ہے اس بندے کے لئے جس نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو ترجیح دی اور آخرت کی اُمید پر دنیا قربان کر دی۔

جنگل میں انوکھی آرزو

ایک بزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کسی جنگل میں تھے کہ شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا: ''آپ کے پاس زادِ راہ نہیں ہے اور یہ جنگل ہلاکت خیز ہے، یہاں آبادی ہے نہ کوئی انسان۔'' تو انہوں نے بھی تہیہ کر لیا کہ ''وہ اس جنگل کو بغیر زادِ راہ کے طے کریں گے اور عام راستہ چھوڑ کر چلیں گے تاکہ کسی انسان سے سامنا نہ ہو اور خود کچھ نہیں کھائیں گے یہاں تک کہ ان کے منہ میں گھی اور شہد ڈالا جائے۔'' پھر وہ راستے سے ہٹ کر جدھر رُخ تھا چل پڑے، وہ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جتنا چاہا میں چلتا رہا، پھر میں نے دیکھا کہ ایک قافلہ راستہ بھول کر چلا آرہا ہے، میں انہیں دیکھتے ہی زمین پر لیٹ گیا تاکہ وہ مجھے دیکھ نہ سکیں مگر وہ چلتے رہے حتّٰی کہ میرے سر پر آپہنچے، میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں، وہ میرے قریب ہو کر کہنے لگے: لگتا ہے کہ اس کا زادِ سفر ختم ہو گیا ہے اور بھوک پیاس کی شدت سے بیہوش ہے، اس کے منہ میں گھی اور شہد ڈالو شاید اسے ہوش آجائے۔ پھر وہ گھی اور شہد لائے تو میں نے اپنا منہ اور دانت مضبوطی سے بند کر لئے، پس انہوں نے چُھری لا کر میرا منہ زبردستی کھولنا چاہا تو میں ہنس پڑا اور منہ کھول دیا، یہ دیکھ کر وہ بولے: کیا تم پاگل ہو؟ میں نے کہا: ہر گز نہیں اور تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں۔ پھر میں نے انہیں شیطانی وسوسے والا واقعہ سنایا۔

عجیب وغریب تمنا

ہمارے ایک شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں اپنے زمانۂ طالبِ علمی میں ایک سفر کے دوران کسی مسجد میں ٹھہرا، بزرگوں کے طریقہ کار کے مطابق میں بھی خالی ہاتھ تھا۔ شیطان نے مجھے وسوسہ ڈالا کہ یہ مسجد لوگوں سے بہت دور ہے، اگر تم کسی آبادی والی مسجد میں چلے جاؤ تو لوگ تمہیں دیکھ کر تمہاری ضرورت پوری کر دیں گے۔ میں نے کہا: میں یہیں رات بسر کروں گا اور میرا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ عہد ہے کہ حلوے کے سوا کچھ نہیں کھاؤں گا اور حلوہ بھی ایسے کھاؤں گا کہ لقمہ لقمہ کرکے میرے منہ میں ڈالا جائے۔ میں نے عشا کی نماز ادا کی اور مسجد کا دروازہ بند کر دیا، رات کا ابتدائی حصہ گزرا تو اچانک کسی نے مسجد کا دروازہ کھٹکھٹایا، اس کے پاس چراغ بھی تھا، جب اس نے کافی زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا تو میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا، دیکھا تو سامنے ایک بڑھیا کھڑی تھی جس کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا، وہ اندر آئی اور میرے سامنے حلوے سے بھرا تھال رکھ کر کہنے لگی: یہ نوجوان میرا بیٹا ہے، میں نے یہ حلوہ اس کے لیے تیار کیا تھا، دورانِ گفتگو اس نے قسم کھالی کہ ”وہ یہ حلوہ اکیلا نہیں کھائے گا یہاں تک کوئی مسافر یا (اُس بڑھیا نے یہ کہا تھا) وہ مسافر جو اس مسجد میں ٹھہرا ہوا ہے اس کے ساتھ کھائے۔“ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم کرے! تو بھی کھا۔ پھر اُس بڑھیا نے ایک لقمہ میرے اور ایک لقمہ اپنے بیٹے کے منہ میں ڈالنا شروع کر دیا۔

مجاہدات پر مبنی واقعات کے فوائد

یہ اور اس طرح کے دیگر واقعات جن میں صالحین کے مجاہدات اور شیطان کی

مخالفت کا ذکر ہے ان میں تمہارے لیے تین فائدے ہیں:

﴿1﴾... تمہیں معلوم ہو جائے کہ جس کے لیے رزق مقدر ہو چکا وہ اُسے ہر حال میں مل کر ہی رہے گا۔

﴿2﴾... تم یہ بھی جان لو کہ رزق اور توکُّل کا معاملہ بہت اہم ہے اور شیطان اس میں کئی ہتھکنڈے اپناتا اور بڑے بڑے وسوسے ڈالتا ہے یہاں تک کہ دنیا سے کنارہ کرنے والے بزرگانِ دین بھی ان سے چھٹکارا نہ پاسکے اور ان کی طویل ریاضت ومجاہدے کے باوجود شیطان ان سے مایوس نہیں ہوا حتّٰی کہ شیطان کو بھگانے کے لیے انہیں طرح طرح کی جنگ کرنی پڑی جیسا کہ واقعات گزرے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! ستر سال نفس وشیطان سے جنگ کرنے والا بھی نفس وشیطان کے وسوسوں سے بے خوف نہیں ہو سکتا جیسا کہ عبادت کا آغاز کرنے والا بلکہ ایسا غافل بھی بے خوف نہیں ہوتا جس نے گھڑی بھر بھی ریاضت کی کوشش نہ کی ہو۔ اگر نفس وشیطان اس پر غالب آگئے تو اسے ہلاک ورسوا کر دیں گے جیسے دھوکے میں پڑے غافلوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ عقل والوں کے لیے اس میں نصیحت ہے۔

﴿3﴾... تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ معاملہ خالص اور خوب کوشش ومجاہدہ سے ہی مکمل ہوتا ہے کیونکہ بزرگانِ دین بھی خون، گوشت، روح اور بدن میں تمہاری ہی طرح تھے بلکہ ان کے بدن تم سے زیادہ دبلے پتلے اور اعضا وہڈیاں تم سے زیادہ کمزور تھیں مگر ان کے پاس علم کی قوت، یقین کا نور اور دین کی ہمت تھی اسی وجہ سے وہ اس قسم کے سخت مجاہدات پر قادر اور حق پر ثابت قدم رہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے! اپنے نفس پر غور کرو اور اس سخت بیماری کا علاج کرو، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

فصل

حصولِ رزق میں اللہ پر توکُّل کی نصیحتیں

چند عمدہ نِکات

اب میں چند نکات بیان کرتا ہوں جو میرے علم میں آئے ہیں اگر تم انہیں یاد رکھو گے تو یہ تمہارے دل میں جاگزیں ہو کر رزق کے معاملے میں مَشَقَّت سے تمہیں کفایت کریں گے اور اگر تم نے ان میں غور و فکر کر کے ان پر عمل کیا تو تمہیں بالکل واضح راستے پر ڈال دیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

رزق کا ضامن اللہ ہے

...پہلا نکتہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی کتابِ مقدس میں تمہارے رزق کی ضمانت و کفالت کا ذِمّہ لیا ہے، اس بارے میں تم کیا کہتے ہو کہ کسی دنیاوی بادشاہ نے تمہیں ایک رات کا مہمان بنایا اور کھانے پر بلایا اور تمہیں اس کے متعلق حسنِ ظن بھی ہے کہ وہ سچا ہے، جھوٹ بولتا ہے نہ وعدہ خلافی کرتا ہے بلکہ کسی بازاری، یہودی، نصرانی یا آتش پرست نے کہ جس کا ظاہر حال اچھا ہو تم سے ایسا وعدہ کیا ہو تو کیا تم اس پر یقین کر کے اس کی بات پر مطمئن نہیں ہو جاؤ گے؟ کیا تم اس پر بھروسا کر کے اپنے رات کے کھانے سے بے فکر نہیں جاؤ گے؟ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے رزق کی ضمانت و کفالت کا ذِمّہ لیا اور اس پر وعدہ فرمایا بلکہ کئی مقامات پر قسم ذکر فرمائی کہ تمہیں رزق دے گا پھر بھی تم اس کے وعدے پر مطمئن نہیں ہوئے؟ اس کے قول اور ضمانت سے تمہیں سکون نہیں ملا؟ اور نہ ہی تم

نے اس کی قسم کی طرف توجہ کی؟ بلکہ تمہارا دل بے چین اور رزق کی فکر میں ہی لگا رہتا ہے۔ کاش! ربّ تعالیٰ کے وعدوں اور قسموں پر یقین نہ کرنے کا وبال تم دیکھ لیتے اور اے کاش کہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس کی مصیبت اور رسوائی کس قدر ہے۔

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے اِس ضمن میں کچھ اشعار مروی ہیں:

اَ تَطْلُبُ رِزْقَ اللهِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِهٖ ۔۔۔ وَ تُصْبِحُ مِنْ خَوْفِ الْعَوَاقِبِ اٰمِنَا

وَتَرْضٰى بِصَرَّافٍ وَ لَوْ كَانَ مُشْرِكًا ۔۔۔ ضَمِيْنًا وَ لَا تَرْضٰى بِرَبِّكَ ضَامِنَا

كَاَنَّكَ لَمْ تَقْنَعْ بِمَا فِيْ كِتَابِهٖ ۔۔۔ فَاَصْبَحْتَ مَنْحُوْلَ الْيَقِيْنِ مُبَايِنَا

ترجمہ: (۱)...کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کا رزق کسی دوسرے سے طلب کرتے ہو اور انجام کے خطرے سے بے خوف ہو جاتے ہو۔ (۲)...اور سِکّے تبدیل کرنے والا مشرک ہی کیوں نہ ہو تم اُس کے ضامن ہونے پر رضامند ہو اور اپنے رب تعالیٰ کے ضامن بننے پر رضامند نہیں ہو۔ (۳)...گویا کہ تم کتابِ الٰہی میں کیے گئے وعدہ پر مطمئن نہیں ہوئے اور اپنے کمزور یقین کے سبب سچے یقین سے دور ہو گئے۔

ایمان و معرفت سے محرومی کا خوف

ربّ عَزَّوَجَلَّ کے وعدے اور ضمانت پر یقین نہ کرنے کی وجہ سے ہی رزق کے معاملے میں شکوک وشُبہات جنم لیتے ہیں اور ایسے شخص پر مَعَاذَ اللہ معرفت بلکہ ایمان چھن جانے کا خوف ہے، اسی وجہ سے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ ۔۔۔ ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۲۳﴾ (پ۶، المائدۃ:۲۳) اگر تمہیں ایمان ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ (پ۲۸، المجادلۃ:۱۰)

اپنے دین کی فکر کرنے والے مؤمن کے لیے یہ ایک نکتہ ہی کافی ہے۔ نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی طاقت و قوت عظمت و بزرگی والے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے ہے۔

تمہارا لقمہ کوئی اور نہیں چبا سکتا

❁...دوسرا نکتہ: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رزق تقسیم ہو چکا ہے اور یہ بات کتابُ اللہ اور احادیثِ رسول سے ثابت ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ رب تعالیٰ کی تقسیم میں ردوبدل نہیں ہوتا۔ اگر تم نے اس تقسیم کا انکار کیا یا پھر اس میں کوتاہی مانی تو نَعُوْذُ بِاللّٰه تم نے کفر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اگر تمہیں یقین ہے کہ یہ تقسیم حق ہے اور بدل نہیں سکتی تو پھر رزق کی تلاش اور اہتمام کا کیا فائدہ؟ ہاں، دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی وجہ سے سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مچھلی اور بیل کی پشت پر لکھا ہوا ہے کہ یہ فلاں بن فلاں کا رزق ہے[1] پس لالچی شخص کوشش و تھکاوٹ ہی بڑھاتا ہے۔“

ایسا ہی ایک قول ہمارے شیخ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کا بھی ہے کہ جس لقمے کا چبانا تمہارے لیے مقدر کر دیا گیا ہے اسے تمہارے سوا کوئی نہیں چبا سکتا لہٰذا اپنا رزق عزت کے ساتھ

[1]...مسند الفردوس، ۲/ ۳۲۵، حدیث: ۶۵۴۸ بتغیر

کھاؤ، ذلت کے ساتھ نہیں۔ دانش مندوں کے لیے یہ دوسرا بہترین نکتہ بھی کافی ہے۔

مُردہ رزق کا کیا کرے گا؟

...تیسرا نکتہ: یہ نکتہ میں نے اپنے شیخ حضرت سیّدُنا امامُ الحرمین جُوَینی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی سے سنا، انہوں نے حضرت سیّدُنا استاد ابو اسحاق اِسْفَرائینی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: میں نے رزق کے معاملے میں قناعت اس طرح اختیار کی کہ میں نے غور و فکر کے بعد اپنے نفس سے کہا: یہ رزق زندہ لوگوں اور زندگی کے لیے ہی تو ہے، بھلا مُردہ رزق کا کیا کرے گا؟ اور جب بندے کی زندگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قبضے میں ہے تو اس کی مرضی ہے وہ رزق دے یا نہ دے اور اس کی مرضی و منشا مجھ سے پوشیدہ ہے وہ جیسے چاہے تدبیر فرمائے، مجھے تو پُر سکون رہنا چاہیے۔ اہلِ تحقیق کے لیے یہ نکتہ بہت عمدہ ہے۔

اسباب کا کوئی اعتبار نہیں

...چوتھا نکتہ: اِس نکتے کا تعلق اُسی بات سے ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کے رزق کی ضمانت لی ہے اور یہ ضمانت صرف رزقِ مضمون کی ہے جس میں بندے کی نشوونما اور بقا ہے۔ جہاں تک کھانا پانی وغیرہ اسباب کی بات ہے تو بندہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لیے تنہائی اختیار کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرتا ہے تو بسا اوقات یہ اسباب اس سے روک دیئے جاتے ہیں پھر وہ ان کی پروا کرتا ہے نہ بے چین ہوتا ہے کیونکہ معاملے کی حقیقت کو جانتا ہے کہ جسم کی سلامتی و بقا کے لیے بقدرِ ضرورت رزق کی ضمانت ربّ تعالیٰ نے لی ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل اِسی معنیٰ کے

لحاظ سے ہے کسی اور اعتبار سے نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اسی رزقِ مضمون کی امید ہے کیونکہ جب تک اس کی زندگی ہے اور وہ عبادت کا مکلّف ہے تو یقیناً رب تعالیٰ اسے اتنی روزی عطا فرمائے گا جس سے اس کا جسم سلامت رہے اور وہ عبادت کر سکے اور یہی مقصود ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر چاہے پر قادر ہے وہ چاہے تو اپنے بندے کا جسم کھانے پانی کے ذریعے قائم رکھے چاہے تو گارے مٹی کے ذریعے یا پھر ملائکہ کی خوراک کی مانند تسبیح وتہلیل کو اس کی غذا بنادے اور چاہے تو بغیر کسی سبب کے جسم کو قائم وسلامت رکھے۔ بندے کا مقصود صرف اتنی قوت ہے جس سے عبادت کر سکے کھانا، پینا اور شہوت ولذت کو پانا اس کا مقصود نہیں لہٰذا اسباب کا کوئی اعتبار نہیں۔

کئی کئی دن کچھ نہ کھانا

توکل کا بیان کردہ معنیٰ یہی ہے جس کی بدولت بڑے بڑے زاہد اور عبادت گزار زادِ راہ کے بغیر طویل ترین سفر طے کرنے اور کئی کئی راتیں اور دن گزارنے پر قادر ہوئے۔ کسی نے دس دن کچھ نہ کھایا، کسی نے ایک مہینہ اور کسی نے دو مہینے تک کچھ نہ کھایا مگر پھر بھی ان کی قوت وطاقت میں کمی نہ آئی۔ کچھ تو ایسے بھی تھے کہ ریت پھانک لیتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسی کو ان کی غذا بنا دیتا۔ چنانچہ

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کا زادِ راہ مکہ شریف میں ختم ہو گیا آپ نے 15 دن ریت پھانک کر گزار دیئے۔

حضرت سیِّدُنا ابو معاویہ اسود رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو 20 دن تک گارا کھا کر گزارہ کرتے دیکھا۔

حضرت سیِّدُنا امام اعمش رَحمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم تیمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْغَنِی نے فرمایا: میں نے ایک مہینے سے کچھ نہیں کھایا۔ میں نے حیرت سے کہا: ایک مہینے سے؟ فرمایا: نہیں بلکہ دو مہینے سمجھ لو۔ اس دوران ایک شخص نے مجھے قسم دے کر انگور کھانے کو کہا تو میں نے گچھے سے چند انگور کھالئے مگر اس سے پیٹ میں درد ہو گیا۔

میں کہتا ہوں: ان واقعات پر حیرت نہ کرو کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر شے پر قادر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ مریض مہینہ مہینہ کچھ نہیں کھاتا مگر پھر بھی زندہ رہتا ہے حالانکہ مریض کی حالت اور طبیعت تندرست کے مقابلے میں بہت کمزور ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی شخص بھوکا مر جائے تو یہ اُس کی موت کا وقت تھا جو آپہنچا جیسا کہ بعض لوگ پیٹ بھرنے اور زیادہ کھانے سے مر جاتے ہیں۔

سبب چاہئے یا قوت؟

حضرت سیِّدُنا ابو سعید خَرَّاز عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللهِ الْغَفَّار بیان کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ میرا حال یہ تھا کہ وہ ہر تین دن میں مجھے کھلا دیتا تھا، ایک بار میں جنگل میں گیا اور تین دن گزر گئے مگر کھانے کو کچھ میسر نہ آیا۔ جب چوتھا دن آیا تو مجھے کمزوری محسوس ہوئی اور میں وہیں بیٹھ گیا، اتنے میں غیب سے آواز آئی: اے ابو سعید! کوئی سبب چاہیے یا قوت؟ میں نے عرض کی: سبب نہیں صرف قوت چاہیے۔ تو میں اسی وقت کھڑا ہو گیا اور بغیر کھائے بارہ دن گزار دیئے اور مجھے کوئی تکلیف و کمزوری تک محسوس نہ ہوئی۔

فرشتوں جیسا حال

جب متوکِّل بندہ دیکھے کہ اس سے اسباب کو روک دیا گیا ہے تو وہ یقین کرلے کہ

اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے قوت عطا فرمائے گا لہٰذا اسے بے چین و پریشان ہر گز نہیں ہونا چاہیے بلکہ وہ اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت زیادہ شکر ادا کرے کیونکہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا اس پر احسان ہے کہ اس نے غیبی مدد فرما کر اس سے مشقت کو دور رکھا اور اسے اس کے مقصود تک پہنچا دیا، اس سے اسباب و بوجھ کو دور کر دیا اور خلافِ عادت اسے طاقت عطا فرما کر اپنی قدرت کی راہ دکھائی، اسے کھانے اور اسباب سے بے نیاز کر کے فرشتوں کے حال کے ساتھ ملا دیا اور اُسے یہ بزرگی عطا کر کے عام لوگوں اور چوپائیوں کی حالت سے بلند فرما دیا۔ اس بہت بڑی بنیادی بات پر غور کر اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت زیادہ فائدہ ہو گا۔

توکل بصیرت پیدا کرتا ہے

میرے خیال میں شاید تم کہو کہ آپ نے کتاب کے مختصر ہونے کی شرط سے ہٹ کر یہاں بات کو کافی طویل کر دیا ہے؟ تو میں جواب میں کہوں گا: خدا کی قسم! توکل کے اس معنیٰ کی جتنی وضاحت ضروری ہے اس کے مقابلے میں یہ بہت تھوڑی ہے کیونکہ عبادت میں اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے بلکہ دنیا اور بندگی کا دارومدار اسی پر ہے لہٰذا جو راہِ عبادت پر چلنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ ہماری ان باتوں کو مضبوطی سے تھام لے اور ان کی رعایت کرے ورنہ وہ مقصود سے دور ہٹ جائے گا اور جو چیز علمائے آخرت واہلِ معرفت کی بصیرت پر تمہاری رہنمائی کرے گی وہ یہ ہے کہ ان نُفُوسِ قُدسیہ نے اپنے معاملے کی بنیاد اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل پر رکھی، انہوں نے عبادت کے لیے خود کو فارغ رکھا اور تمام دنیاوی اسباب سے منہ موڑ لیا تو انہوں نے کتنی زیادہ کتابیں لکھیں، کس قدر وصیتیں کیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دین میں ان کے لیے کیسے مخلص مُعاوِنین

اور دوست مہیا کر دیئے تھے کہ خلافِ اہلِ سنت و جماعت کے اعتقاد والے عابدوں اور زاہدوں وغیرہ کو ان میں ایک ذرّہ بھی نصیب نہیں ہوا جیسے کرامیہ وغیرہ۔ اس لیے کہ ان کے عقائد کی بنیاد ہی اصولِ حقہ کے خلاف پر تھی۔

اور ہم اہلِ سنت وجماعت جب تک اپنے ائمہ وبزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلتے رہے تو مدارس وعبادت گاہوں سے مُعَزَّز ومکرم ہو کر نکلتے رہیں گے۔ کبھی علم کے امام بنیں گے جیسے حضرت استاد ابو اسحاق، حضرت ابو حامد، حضرت ابوطیب، حضرت ابنِ فُورَک، ہمارے شیخ امامُ الحرمین جُوَیْنی اور ان جیسے دیگر حضرات اور کبھی سچے عبادت گزار بنیں گے جیسے حضرت ابو اسحاق شیرازی، حضرت ابو سعید صوفی اور حضرت نصر مَقْدِسی رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَجْمَعِیْن۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جو علم اور دنیا سے بے رغبتی میں دوسروں سے فوقیت لے گئے مگر اب دل کمزور ہو گئے اور ہم ان چیزوں میں جا پڑے جن کا نقصان نفع سے کہیں زیادہ ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ ہم دین کے معاملے میں پستی کا شکار ہو گئے، ہمتیں کمزور ہو گئیں، برکات اٹھ گئیں اور عبادتوں کی لذت وحلاوت ختم ہو گئی۔ اب نہیں لگتا کہ کسی کو خالص عبادت یا علم وحقیقت نصیب ہو جائے اور آج ہم میں جو تھوڑی بہت روشنی ہے یہ ہمارے اسلاف ومشائخ جیسے حضرت حارث محاسبی، حضرت محمد بن ادریس شافعی، حضرت مُزَنی اور حضرت حَرمَلہ وغیرہ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن دینی پیشواؤں کے باقی ماندہ طریقوں پر چلنے کا نتیجہ ہے۔ یہ ہستیاں ایسی ہیں جیسا کسی شاعر نے کہا:

رَعَی اللهُ قَوْمًا قَدْ رَعَوْا حَقَّ رَبِّهِمْ ۔۔۔ فَلَا نَقَضُوْا عَهْدًا وَلَا اَخْلَفُوْا عَهْدَا

وَ مَا صَحِبُوا الْاَيَّامَ اِلَّا تَعَفُّفًا ۔۔۔ وَ مَا وَجَدُوْا مِنْ حُبِّ سَيِّدِهِمْ بُدًّا

اَفَاضِلُ صِدِّيْقُوْنَ اَهْلُ وِلَايَةٍ ۔۔۔ اِلٰى سَيِّدِ السَّادَاتِ قَدْ جَعَلُوا الْقَصْدَا

تَحَلَّلَ عَقْدُ الصَّبْرِ مِنْ كُلِّ صَابِرٍ   وَ مَا حَلَّتِ الْاَيَّامُ مِنْ صَبْرِهِمْ عَقْدًا

ترجمہ:(۱)...اللہ عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں کی حفاظت فرمائے جنہوں نے اپنے ربّ تعالیٰ کے حق کی حفاظت کی، انہوں نے کوئی عہد توڑا نہ کسی عہد کو پسِ پشت ڈالا۔(۲)...انہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری اور اپنے رب کی محبت کے سوا کوئی چارہ نہیں پایا۔(۳)... یہ حضرات بڑے فاضِل، صِدّیق اوراولیا ہیں جن کے ارادوں کا مرکز بادشاہوں کا بادشاہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے۔(۴)... ہر صابر کے صبر کا بندھ ٹوٹ گیا مگر زمانے کے حوادث ان کے صبر کی ایک گرہ بھی نہ کھول سکے۔

ہم مسلمان ابتدائے اسلام میں بادشاہ تھے اب بس ایک بازاری کی سی حیثیت رہ گئی، ہم شہسوار تھے مگر اب پیدل ہو گئے، اب خطرہ ہے کہیں راستے سے ہی نہ اتر جائیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ مصائب پر ہماری مدد فرمائے اور یہ جو تھوڑی سی دین کی رَمَق (یعنی کچھ اثر) باقی ہے اسے ہم سے سَلْب نہ فرمائے۔ بے شک وہ جواد و کریم ہے، احسان فرمانے والا مہربان ہے اور نیکی کرنے اور گناہ سے بچنے کی قوت وطاقت بلند وبرتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے ہے۔

تفویض کا بیان

تمام جہتوں سے واقف

تفویض یعنی اپنے ہر معاملے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کرنے کے لیے دو بنیادی باتوں میں غور کرو۔

❁...**پہلی بات:** تم یہ تو جانتے ہو کہ اختیار اسی کے پاس درست ہوتا ہے جو ہر کام کی تمام جہتوں یعنی ظاہر وباطن اور اس کے حال وانجام سے واقف ہو ورنہ اندیشہ ہے کہ

وہ خیر و بھلائی کے بجائے ہلاکت و خرابی کو اختیار کر لے گا۔ مثلاً تم کسی دیہاتی یا چرواہے کو درہم دے کر یہ ہرگز نہیں کہو گے کہ اس میں سے کھوٹے اور کھرے الگ الگ کر دو کیونکہ اسے ان کا علم ہی نہیں ہے اور یوں ہی اگر تم سنار کے بجائے کسی عام بازار والے سے یہ پوچھو تب بھی یہی مشکل پیش آسکتی ہے لہٰذا ضروری ہو گا کہ تم سونے چاندی کی پہچان رکھنے اور ان کے اسرار و خواص جاننے والے کسی سنار سے ان کی جانچ کراؤ اور تمام امور کو ہر جہت سے شامل ہونے والا علم صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کو ہے لہٰذا اُس کے سوا کوئی بھی حقیقی تدبیر و اختیار کا مستحق نہیں ہے، اسی وجہ سے ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ (پ۲۰، القصص: ۶۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۝۶۹ (پ۲۰، القصص: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہارا رب جانتا ہے جو اُن کے سینوں میں چھپا ہے اور جو ظاہر کرتے ہیں۔

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اشارہ ہوا کہ مانگ تجھے دیا جائے گا۔ وہ توفیق یافتہ تھے، عرض گزار ہوئے: ہر معاملے کو ہر طرح سے جاننے والا ہر لحاظ سے ناواقف بندے سے فرماتا ہے کہ مانگ تجھے دیا جائے گا، بھلا میں کیا جانوں کہ میرے لیے کیا بہتر ہے جو میں اس کا سوال کروں؟ پس میرے لیے تو ہی پسند فرما۔

سب سے بہتر تدبیر والا

❁....**دوسری بات:** کوئی شخص تم سے کہے کہ میں تمہارے سارے کام کر دوں گا اور

تمہاری تمام ضرورتوں کی بہترین تدبیر کروں گا، تم اپنے سارے معاملات میرے حوالے کر کے بے فکر ہو جاؤ اور وہ شخص تمہارے نزدیک اپنے وقت کا سب سے بڑا عالِم، سب سے مضبوط، سب سے زیادہ عقلمند، قابل بھروسا، سچا، پختہ اور سب سے زیادہ وفادار ہو تو کیا تم اس کی اس بات کو اپنے لیے غنیمت اور بہت بڑی نعمت نہیں سمجھو گے؟ اور کیا تم اس کے احسان مند نہیں ہو گے؟ کیا تم اس کی بہت زیادہ تعریف اور شکریہ ادا نہیں کرو گے؟ پھر اگر وہ تمہارے لیے کوئی ایسی چیز منتخب کر لے جس میں تمہیں کوئی بہتری نظر نہ آتی ہو تو پھر بھی تم پریشان نہیں ہو گے بلکہ اس شخص کی تدبیر پر مطمئن ہو جاؤ گے اور تمہیں یقین ہو گا کہ یہ شخص میرے لیے بہتر چیز کا انتخاب ہی کرے گا اور تمہارے لیے بھلا ہی سوچے گا اگرچہ بعد میں انجام کچھ بھی ہو مگر کیا تمہیں اس پر مکمل اعتماد نہیں ہو گا؟ جب ایک بندے پر تمہارے اعتماد کا یہ حال ہے تو پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنے کام تمام جہانوں کے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد نہیں کرتے حالانکہ زمین اور آسمانوں کی تدبیر فرمانے والا وہی ہے، سب سے بڑھ کر عالِم، سب سے بڑھ کر قادر، سب سے بڑھ کر مہربان اور تمام اغنیا سے غنی تر ہے، وہ اپنے عمدہ علم اور حسنِ تدبیر سے تمہارے لیے وہ مُنْتَخَب فرماتا ہے جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا، اپنے معاملات اس کے سپرد کر دو اور ان کاموں میں لگ جاؤ جو تمہاری آخرت کے لیے مددگار ہوں اور جب رب تعالیٰ تمہارے لیے کوئی ایسا کام مُنْتَخَب فرما لے جس کے راز تک تمہیں رسائی نہ ہو تو تم اس کے فیصلے پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ کیونکہ اس کا انجام جو بھی ہو گا اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے لیے بہتر ہی ہو گا۔ اس میں اچھی طرح غور کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ توفیق عطا فرمائے۔

قضائے الٰہی پر راضی رہنے کا بیان

دنیا و آخرت کا فائدہ

اس کے حصول کے لیے فقط دو بنیادی باتوں پر غور کرو یہ تمہیں کافی ہوں گی۔

❁...**پہلی بات:** قضائے الٰہی پر راضی رہنے کی صورت میں دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ ہے: دنیا کا فائدہ یہ ہے کہ دل کی فراغت نصیب ہو جاتی اور بیکار کے غم سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ ایک بزرگ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: جب تقدیر حق ہے تو پھر غم و فکر بیکار ہے۔ اس قول کی اصل ایک حدیثِ مبارک ہے۔ چنانچہ

مروی ہے کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے فرمایا: ”لِيَقِلَّ هَمُّكَ، مَا قُدِّرَ يَكُنْ، وَمَا لَمْ يُرْزَقْ، لَمْ يَأْتِكَ یعنی تمہاری فکر کم ہونی چاہیے کیونکہ جو مقدر ہو چکا وہ ہو کر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتا۔“[1]

آخرت کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور ثواب نصیب ہو گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ (پ۷، المآئدۃ: ۱۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کی صورت میں دنیا میں رنج و غم اور پریشانی کا سامنا اور آخرت میں گناہوں کے بوجھ اور عذاب کا خوف ہے کیونکہ اس کا فیصلہ نافذ ہو کر

1...شعب الایمان، باب فی التوکل... الخ، ۶۸/۲، حدیث: ۱۱۸۸ بتغیر قلیل

رہنا ہے تمہاری فکر یا ناراضی اسے بدل نہیں سکتی، جیسا کہ ایک شاعر نے کہا:

مَا قَدْ قُضِیَ یَا نَفْسُ فَاصْطَبِرِیْ لَهٗ　　وَ لَكِ الْاَمَانُ مِنَ الَّذِیْ لَمْ یُقْدَرِ

وَ تَحَقَّقِیْ اَنَّ الْمُقَدَّرَ کَائِنٌ　　حَتْمًا عَلَیْكِ صَبَرْتِ اَمْ لَمْ تَصْبِرِیْ

ترجمہ: اے نفس! جو مقدر ہو چکا اس پر صبر کر اور جو مقدر نہیں ہوا اس میں تیرے لیے امان ہے۔ اور یہ یقین کر لے کہ جو مقدر ہو چکا وہ ضرور ہو کر رہے گا چاہے تو صبر کر یا بے صبری۔

لہٰذا عقلمند شخص قلبی سکون اور ثوابِ جنت کو چھوڑ کر بیکار کا غم نہیں پالتا جو آخرت میں بوجھ اور عذاب کا سبب بنے۔

خطرات کا اندیشہ

✽...**دوسری بات:** قضائے الٰہی پر ناراضی کی صورت میں بہت بڑے خطرے، نقصان بلکہ کفر و نفاق کا ڈر ہے سوائے یہ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ محفوظ فرمائے۔ ذرا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان پر غور کرو:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ﴿۶۵﴾

(پ۵، النسآء: ۶۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

آیتِ مبارکہ میں رسولِ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فیصلے پر راضی نہ رہنے والے کے لیے قسم ارشاد فرما کر ایمان کی نفی فرما دی تو جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

کے فیصلے پر راضی نہ رہے اس کا کیا حال ہو گا؟

حدیثِ قدسی کی سخت وعید

حدیثِ قدسی میں ہے کہ تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: جو میرے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا، میری طرف سے پہنچنے والی مصیبت پر صبر نہیں کرتا اور میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ میرے سوا کوئی اور معبود بنالے۔[1]

اس کی وضاحت میں ایک قول یہ بھی ہے: "گویا رب تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے کہ ایسا شخص میری تقدیر پر ناراض ہو کر میرے رب ہونے پر راضی نہیں ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ کوئی دوسرا رب بنالے جس سے وہ راضی ہو۔" عقلمند کے لیے یہ بڑی وعید اور سخت ڈرانے والی بات ہے۔

رُبُوبِیَّت و عُبُودِیَّت

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے پوچھا گیا: عبودیت کیا ہے اور ربوبیت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: رب تعالیٰ فیصلہ فرمائے اور بندہ راضی رہے اور اگر ربّ تعالیٰ فیصلہ فرمائے اور بندہ راضی نہ ہو تو وہاں ربوبیت ہے نہ عبودیت۔

پس اس بنیادی بات پر غور کرو اور اپنا محاسبہ کرو شاید **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مدد و توفیق سے سلامت رہو۔

---

1 ...معجم کبیر، ۲۲/ ۳۲۰، حدیث: ۸۰۷

تفسیر القرطبی، سورۃ البروج، تحت الآیۃ: ۲۲، ۱۰/ ۲۱۰

صبر کا بیان

صبر ایک کڑوی دوا اور ناپسندیدہ گھونٹ ہے مگر ہے بہت برکت والی شے، یہ نفع بخش چیزوں کو لاتی اور نقصان دہ چیزوں کو تم سے دور کرتی ہے اور جب دوا ایسی خوبیوں والی ہو تو عقلمند انسان خود پر جبر کر کے اسے پی لیتا اور اس کی کڑواہٹ و تیزی کو برداشت کرتا ہے اور کہتا ہے: کڑواہٹ ایک لمحے کی اور راحت سال بھر کی ہے۔

صبر کی اقسام

صبر کے بہت سے فائدے ہیں۔ پہلے صبر کی اقسام جان لو، صبر کی چار قسمیں ہیں: (۱)...عبادت پر صبر (۲)... گناہوں سے صبر (۳)...زائد از ضرورت حلال سے صبر اور (۴)... مصائب و آلام پر صبر۔

اگر بندہ صبر کی کڑوی دوا برداشت کر کے ان چار مواقع پر صبر کرے گا تو اسے عبادت اور اس کی منازل یعنی دنیا میں استقامت اور آخرت میں کثیر ثواب نصیب ہو گا، وہ دنیا میں گناہوں اور ان کی نحوستوں سے اور آخرت میں ان کے بوجھ سے بچ جائے گا اور دنیا کی ایسی طلب سے بھی محفوظ ہو جائے گا جو یہاں محض مصروفیت اور آخرت میں عذاب کا سبب بنے۔ پھر کسی بھی مصیبت میں مبتلا ہونے پر اس کا اجر ضائع نہیں ہو گا بشرطیکہ صبر کرے۔ یوں اسے صبر کی وجہ سے عبادت، اس کا ثواب اور اس کی مُعَزَّز منازِل مل جائیں گی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے زہد و تقویٰ اور بڑے ثواب کی دولت انعام میں ملے گی۔ مختصر یہ کہ صبر کے اتنے فائدے ہیں جن کی تفصیل اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی جانتا ہے۔

بے صبری کے بڑے نقصانات

بلاشبہ صبر نقصان دہ چیزوں کو دور کرتا ہے، پہلے بندے کو دنیا میں جزع و فزع کی مشقت سے راحت مل جاتی ہے اور پھر آخرت میں بے صبری کے بوجھ اور عذاب سے بچ جاتا ہے اور اگر بندہ صبر کرنے میں کمزور واقع ہو اور شکوہ شکایت کے راستے پر چلے تو اس کا ہر نفع ضائع ہو جائے گا اور ہر مصیبت گلے پڑ جائے گی کیونکہ جب وہ عبادت کرنے میں مشقت نہیں اٹھا سکے گا تو عبادت نہیں کر پائے گا اور اگر بالفرض کر بھی لے تو اسے محفوظ رکھنے کے معاملے میں صبر نہیں کر پائے گا تو اُسے ضائع کر دے گا یا پھر عبادت میں استقامت پر صبر نہیں کرے گا تو استقامت کے بلند درجات سے محروم رہے گا یا پھر گناہ سے دور رہنے پر صبر نہیں کرے گا تو اس میں مبتلا ہو جائے گا یا ضرورت سے زائد حلال سے بے صبری کرے گا تو اس میں مشغول ہو جائے گا یا مصیبت پر صبر نہیں کرے گا تو صبر کے ثواب سے محروم ہو جائے گا۔

دوہری مصیبت

بسا اوقات بے صبری اتنی بڑھتی ہے کہ اس کے سبب بندہ عوض سے محروم ہو جاتا ہے، یوں اسے دو مصیبتیں پہنچتی ہیں: (۱)...دنیا میں اُس شے سے اور آخرت میں اجر و ثواب سے محرومی اور (۲)...ناپسندیدہ بات میں گرفتاری اور صبر سے محرومی۔ منقول ہے کہ ”حِرْمَانُ الصَّبْرِ عَلَى الْمُصِيْبَةِ اَشَدُّ مِنَ الْمُصِيْبَةِ یعنی مصیبت پر صبر سے محروم ہو جانا مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔“ ایسی چیز کو اختیار کرنے کا کیا فائدہ جو پاس موجود شے کو دور کر دے اور جو دور اور مفقود ہے اس کو لے کر نہ آئے، لہٰذا جب تم سے

ایک شے فوت ہو جائے تو کوشش کرو کہ دوسری فوت نہ ہو۔

امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے ایک شخص کو تسلی دیتے ہوئے بڑی جامع بات ارشاد فرمائی: ''اِنْ صَبَرْتَ جَرَتْ عَلَیْكَ الْمَقَادِیْرُ وَ اَنْتَ مَاْجُوْرٌ وَ اِنْ جَزِعْتَ جَرَتْ عَلَیْكَ الْمَقَادِیْرُ وَ اَنْتَ مَاْزُوْرٌ یعنی اگر تم صبر کرو گے تو تم پر تقدیر جاری ہو گی مگر اجر و ثواب پاؤ گے اور اگر بے صبری کا مظاہرہ کیا تب بھی تقدیر جاری ہے مگر تمہیں گناہ ملے گا۔''

صحیح تدبیر اور سیدھا راستہ

پھر میں کہتا ہوں: گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر خالص توکل کے ذریعے دل کو اس کی پسندیدہ چیزوں سے دور کرنا اور نفس کو پختہ عادات سے روکنا نیز امور کا راز جانے بغیر اُن کی تدبیر ترک کر کے انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دینا، نفس کو حکمِ الٰہی پر ناراضی اور جزع و فزع سے روکنا حالانکہ نفس اس کی جلدی کرتا ہے اور ناپسند کرنے کے باوجود نفس کو رضا مندی کی لگام دینا اور صبر کا گھونٹ پلانا یہ سب اگرچہ ایک تلخ معاملہ، سخت علاج اور بھاری بوجھ ہے لیکن یہی صحیح تدبیر اور سیدھا راستہ ہے اور اس کا انجام اچھا اور احوال نیک بختی پر مشتمل ہیں۔

مہربان باپ اور بیمار بیٹے کی مثال

تم اس مہربان مالدار باپ کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اپنے بیٹے کو جس کی آنکھیں دکھ رہی ہوں تر کھجور اور سیب کھانے سے منع کرے اور اسے ایک سخت طبیعت نگران کے سپرد کر دے جو پورا دن اس بچے کو اپنے پاس روکے رکھے اور ڈانٹتا

رہے اور یونہی وہ باپ اپنے بیٹے کو پچھنے لگوانے کے لیے پچھنے لگانے والے کے پاس لے جائے جو کٹ وغیرہ لگا کر اسے تکلیف دے۔ کیا وہ باپ یہ سارے کام بیٹے کے ساتھ کنجوسی کی وجہ سے کرتا ہے؟ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ یہی شخص پڑوسیوں اور دیگر لوگوں پر خوب خرچ کرتا ہے یا پھر یہ بیٹا اُس کے نزدیک کوئی مقام و مرتبہ نہیں رکھتا؟ یہ بھی کیسے ممکن ہے حالانکہ اس کی ساری جمع پونجی اس بیٹے ہی کے لیے ہے۔ یا اِس فعل سے باپ کا ارادہ بیٹے کو محض مشقت و تکلیف پہنچانا ہے؟ یہ بھی کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ وہی بیٹا اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا پھل ہے کہ اگر ہوا کا تیز جھونکا بھی بیٹے کو لگ جائے تو باپ کو رنج ہوتا ہے۔ جب ایسا بالکل نہیں ہے تو سمجھ جاؤ کہ باپ جانتا ہے کہ اس تکلیف میں میرے بیٹے کی اصلاح و درستی ہے اور اس تھوڑی سی مشقت کی وجہ سے اسے بہت زیادہ بھلائی اور بڑا نفع حاصل ہو گا۔

طبیب اور مریض کی مثال

یونہی اس ماہر خیر خواہ اور شفیق طبیب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو مریض کو پانی پینے سے منع کر دیتا ہے حالانکہ مریض پیاسا ہوتا ہے اور اس کا کلیجہ جل رہا ہوتا ہے مگر طبیب اسے کڑوی دوا پلاتا ہے جو مریض کے نفس و طبیعت پر گراں ہوتی ہے، کیا تمہیں یہ لگتا ہے کہ طبیب مریض کو کسی دشمنی یا ایذا رسانی کے لیے یہ دوا دے رہا ہے؟ ہر گز نہیں، بلکہ یہ طبیب کا احسان اور مہربانی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر مریض کی خواہش ایک لمحے کے لیے بھی پوری کر دی تو وہ ہلاک ہو جائے گا اور اسے پرہیز کروانے میں اس کی شفا اور بقا ہے۔

تمہاری بہتری اور بھلائی

لٰہذا اے انسان! اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے ایک روٹی یا ایک درہم روک لے تو یقین کرلو کہ جو تم چاہتے ہو وہ اُسے کے قبضے میں ہے اور وہ تمہاری مطلوبہ چیز تمہیں دینے پر قادر ہے اور وہ فضل وجود فرمانے والا ہے، وہ تمہارے حال کو جانتا ہے اس پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں پس شے کا فقدان ہے نہ وہ عاجز ہے اور نہ ہی اُس پر کچھ مخفی ہے، وہ ان باتوں سے پاک ومُنَزَّہ ہے، بے شک وہ سب سے بڑھ کر غنی، سب سے زیادہ قدرت والا، سب سے زیادہ علم والا اور سب سے زیادہ جودوکرم والا ہے لٰہذا اِس حقیقت پر یقین رکھو کہ اُس کا تم سے کچھ روکنا تمہاری بہتری و بھلائی ہی کے لیے ہے۔ عطا نہ کرنے کی وجہ عجز یا بخل کیسے ہوسکتا ہے جبکہ وہ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ (پ۱، البقرۃ: ۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔

اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف بخل کیسے منسوب ہوسکتا ہے جبکہ اس نے تو اپنی معرفت جیسی عظیم دولت بھی تمہیں عطا فرمائی جس کے سامنے ساری دنیا ہیچ ہے۔

پیاروں پر مشقتوں کی زیادتی

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”میں اپنے دوستوں کو دنیا کی نعمتوں سے اس طرح دور رکھتا ہوں جس طرح مہربان چرواہا اپنے اُونٹوں کو خارش زدہ اُونٹوں سے دور رکھتا ہے۔“[1]

1... حلیۃ الاولیاء، مقدمۃ المصنف، ۱/۴۲، حدیث: ۲۰، الزھد لاحمد، ص۹۹، حدیث: ۳۴۱، ۳۴۲

اور جب ربّ تعالیٰ تمہیں کسی سختی وتکلیف میں مبتلا فرمائے تو جان لینا کہ اسے تمہاری تکلیف یا امتحان کی حاجت نہیں ہے، وہ تمہاری حالت اور تمہاری کمزوری کو خوب جانتا ہے اور وہ تم پر لطف ومہربانی بھی فرماتا ہے، کیا تم نے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ اَللہُ اَرْحَمُ بِعَبْدِہِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَۃِ الشَّفِیْقَۃِ بِوَلَدِھَا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ بچے پر شفقت کرنے والی ماں سے زیادہ اپنے مومن بندے پر مہربان ہے۔"[1]

جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا تو سمجھ جاؤ کہ جو تکلیف تمہیں آئی ہے اس میں تمہارے لیے بہتری ہی ہے جسے تم نہیں جانتے مگر اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سب سے مُعَزَّز بندے ہونے کے باجود حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیائے عظام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کو آزمائشیں زیادہ آتی ہیں یہاں تک کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اِذَا اَحَبَّ اللہُ قَوْمًا اِبْتَلَاھُمْ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو انہیں آزمائشوں میں مبتلا فرما دیتا ہے۔"[2]

محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بھی فرمایا ہے: "اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الشُّھَدَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یعنی لوگوں میں سب سے کڑی آزمائش انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ہوتی ہے پھر شہدا کی پھر درجہ بدرجہ دیگر لوگوں کی۔"[3]

تم نظرِ رحمت میں ہو

جب تم دیکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تم سے دنیا روک رہا ہے یا پھر تم پر مصائب وآلام بڑھا

---

1 ...بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الوالد وتقبیلہ ومعانقتہ، ۴/ ۱۰۰، حدیث: ۵۹۹۹

2 ...مسند امام احمد، حدیث محمود بن لبید، ۹/ ۱۶۳، حدیث: ۲۳۷۰۲

3 ...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/ ۱۷۹، حدیث: ۲۴۰۶، دون ذکر "الشھداء"

رہا ہے تو یقین کر لو کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عزت اور بلند مقام والے ہو اور وہ تمہیں اپنے دوستوں کے طریقے پر چلا رہا ہے، بے شک تم اُس کی نظرِ رحمت میں ہو اور وہ اس کا محتاج نہیں، کیا تم اس کا یہ فرمانِ عالیشان نہیں سنتے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (پ۲۷، الطور: ۴۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

بلکہ تم خود پر اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے اس احسان کو پہچانو کہ وہ تمہاری صلاح و خیر کے لئے تمہاری حفاظت فرماتا، تمہارا اجر و ثواب بڑھاتا اور اپنے ہاں تمہیں مُعَزَّز و نیک لوگوں والا مقام و مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ پس تم کتنے ہی قابلِ تعریف انجام اور قابلِ عزت عطائیں دیکھتے ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و احسان سے توفیق عطا فرمائے۔

فصل تدبیر کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کا بیان

اس مقام پر خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم نے یقینی طور پر جان لیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ غنی ہے، تمہاری ضرورت کے رزق کا ضامن ہے جس سے تم زندہ رہ کر اس کی عبادت بجالا سکو اور یہ کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ جو چاہے اور جیسے چاہے کرے اور وہ ہر حال بلکہ ہر آن تمہاری ضرورت سے باخبر ہے تو تمہیں اس کے سچے وعدے اور ضمانت پر بھروسا ہو جائے گا اور تمہارا دل مطمئن ہو جائے گا پھر تم اسباب اور گزر بسر کے ذرائع سے رُک جاؤ گے اور اپنے دل سے ان کا خیال نکال دو گے کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ سے ہٹ کر یہ ذرائع تمہیں بے پروا کر سکتے ہیں نہ تمہیں کافی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ خوراک کا کھانا اور پینا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی آسان فرماتا ہے، پھر وہی ہے جو کھانے میں لذت و ذائقہ پیدا

فرماتا ہے، پھر وہی ان کا نفع و قوت تمہیں دے کر ان کا ضرر و بوجھ تم سے دور کرتا ہے اور اگر وہ چاہے تو ان اسباب کے بغیر بھی تمہیں (کھانے پینے سے) بے پروا کر دے اور کافی ہو جائے پس سارا معاملہ اسی وَحْدَہٗ لاشریک کی طرف لوٹتا ہے تو تم اسی پر بھروسا کرو۔

اگر مگر کے چکر سے بچو

یونہی تم اپنے تمام کاموں کی تدبیر بھی اس کے حوالے کر دو جو زمین اور آسمانوں کی تدبیر فرمانے والا ہے اور اپنی سوچ کو ہر اس سے چیز سے آزاد کر دو جس تک تمہارے علم کی رسائی ہے نہ نظر کی جیسے یہ سوچنا کہ کام کل ہو گا یا نہیں؟ کیسے ہو گا؟ اور خود کو "شاید" اور "اگر مگر" کے چکر سے بھی باز رکھو کیونکہ اس میں وقت کا ضیاع اور دل کی پریشانی ہے، ہو سکتا ہے کل ایسے حالات پیدا ہو جائیں جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ ہوں اور جو کچھ تم نے سوچ بچار کر رکھا ہو گا اور اس میں جو قیمتی وقت لگایا ہو گا سب بیکار ہو جائے گا بلکہ تمہیں نقصان و خسارہ اٹھانا پڑے گا جس پر تمہیں ندامت ہو گی کہ دل خواہ مخواہ بے فائدہ شے میں لگا رہا۔ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اسی بات کو کچھ یوں بیان کیا ہے:

سَبَقَتْ مَقَادِیْرُ الْاِلٰہِ وَ حُکْمُہٗ ‌ ‌ ‌ ‌ فَاَرِحْ فُؤَادَكَ مِنْ لَعَلَّ وَ مِنْ لَوْ

ترجمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقدیریں اور اس کا فیصلہ ہو چکا لہٰذا اپنے دل کو "شاید" و "اگر" کے چکر سے صاف رکھو۔

ایک اور شاعر نے کہا:

سَهِرَتْ اَعْيُنٌ وَنَامَتْ عُيُوْن ‌ ‌ ‌ ‌ فِیْ اُمُوْرٍ تَكُوْنُ اَوْ لَا تَكُوْنُ

اِنَّ رَبًّا كَفَاكَ مَا كَانَ بِالْاَمْسِ ‌ ‌ ‌ ‌ سَيَكْفِيْكَ فِیْ غَدٍ مَا يَكُوْنُ

ترجمہ: کچھ آنکھیں کاموں کی سوچ بچار میں جاگتی اور سوتی ہیں کہ پتا نہیں ہوں گے یا نہیں؟ سنو! بے شک جو رب عَزَّوَجَلَّ گزرے ہوئے کل میں تمہیں کافی تھا وہ آنے والے کل میں بھی تمہیں کافی ہوگا۔

ایک شاعر نے کہا:

سَیَكُوْنُ مَا هُوَ كَائِنٌ فِیْ وَقْتِهٖ وَ اَخُو الْجَهَالَةِ مُتْعَبٌ وَّ مَحْزُوْنُ

فَلَعَلَّ مَا تَخْشَاهُ لَیْسَ بِكَائِنٍ وَ لَعَلَّ مَا تَرْجُوْهُ لَیْسَ یَكُوْنُ

ترجمہ: جو ہونے والا ہے وہ اپنے وقت پر ہی ہوگا جبکہ جاہل و بے خبر شخص مشقت و غم برداشت کرتا ہے۔ تو جس کا تجھے ڈر ہے شاید وہ واقع نہ ہو اور جس کی تجھے اُمید ہے شاید وہ بھی نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس سے کہو: اے نفس! ہمیں وہی ملے گا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، وہی ہمارا مولیٰ ہے اور ایمان والوں کو اسی پر بھروسا کرنا چاہیے، وہ ہمیں کافی ہے اور بہترین کارساز ہے کیونکہ وہ ایسا قدیر ہے جس کی قدرت کی انتہا نہیں، ایسا حکیم ہے جس کی حکمت کی انتہا نہیں اور ایسا رحیم ہے جس کی رحمت کی انتہا نہیں اور جو ایسی شان والا ہو وہی اس لائق ہے کہ تم اس پر بھرسا کرو اور اپنے تمام امور اس کے سپرد کردو پس تم پر تفویض (یعنی معاملات کو سپردِ خدا کرنا) لازم ہے۔

ناراضی کا کوئی فائدہ نہیں

یونہی تم اپنے دل میں یہ بات بٹھالو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لیے جو فیصلہ فرمایا ہے وہی تمہارے زیادہ موافق اور تمہارے لیے سب سے بہتر ہے کیونکہ ہمارا علم اس کی کیفیت وراز تک پہنچنے سے قاصر ہے اور تم کہو کہ اے نفس! جو مقدر ہو چکا وہ ضرور

ہو کر رہے گا لہٰذا ناراض ہونے کا کوئی فائدہ نہیں، بھلائی اسی میں ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کرتا ہے لہٰذا ناراضی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اے نفس! کیا تو یہ نہیں کہتا کہ "میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رب ہونے پر راضی ہوں" تو پھر تُو اس کی قضاو فیصلے پر کیسے ناراض ہوتا ہے حالانکہ قضا رُبُوبِیَّت کی شان اور اُس کا حق ہے لہٰذا اس کی قضا پر راضی رہنا تجھ پر لازم ہے۔

مصیبت آنے پر کیا کریں؟

جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے اور تمہیں وہ بری لگے تو اس وقت اپنے نفس کی نگہبانی کرو اور اپنے دل کو قابو میں رکھو تاکہ وہ بے چین ہو نہ اس سے شکوہ شکایت کا ظہور ہو بالخصوص مصیبت پہنچتے ہی ایسا کرو کیونکہ صبر و تحمل کا اصل موقع یہی ہوتا ہے اور اُس وقت میں نفس بے صبری کی طرف جلد بڑھتا ہے تو تم اپنے نفس سے کہو کہ اے نفس! یہ مصیبت تو واقع ہو چکی، اب اسے دور کرنے کی کوئی تدبیر نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے بڑی مصیبت کو بھی دور فرما چکا ہے، بلاشبہ مصیبتوں اور بلاؤں کی اقسام بہت زیادہ ہیں اور عنقریب یہ مصیبت بھی دور ہو جائے گی، یہ تو ایک بادل ہے جو چھٹ جائے گا لہٰذا اے نفس! تو واقع ہونے والی مصیبت کو دور کر سکتا ہے نہ ہی بے صبری کا کوئی فائدہ ہے تو تھوڑی دیر کے لیے صبر کا دامن تھام لے اس کے بدلے تجھے طویل خوشی اور بہت زیادہ ثواب نصیب ہو گا اور حقیقت یہ ہے کہ صبر و تحمل کے ساتھ کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی پس تم اپنی زبان کو "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ" کہنے اور دل کو اُس شے کی یاد میں لگادو جس کی بدولت تمہیں بارگاہِ الٰہی سے اجر حاصل ہو اور پختہ ارادے والے حضرات انبیائے کرام عَلَیْهِمُ السَّلَام اور اولیائے عظام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کا بڑے بڑے مصائب پر صبر کرنا یاد رکھو۔

جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی وقت تم سے دنیا یا رزق کو روک دے تو تم کہو: اے نفس! اللہ عَزَّوَجَلَّ تیرے حال کو تجھ سے زیادہ جانتا ہے اور وہ تجھ پر سب سے زیادہ مہربان بھی ہے، جب وہ کتے کو گھٹیا ہونے کے باوجود روزی دیتا ہے بلکہ کافر کو اپنا دشمن ہونے کے باوجود کھلاتا ہے تو میں تو اس کا بندہ، اسے پہچاننے اور ایک ماننے والا ہوں تو کیا وہ مجھے ایک روٹی بھی نہیں دے سکتا؟ اے نفس! اچھی طرح جان لے کہ اس نے تجھ سے رزق کسی بڑے فائدے کے لیے ہی روکا ہے اور عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ تنگی کے بعد آسانی فرمائے گا پس تھوڑا صبر کرلے پھر تو اُس کی عمدہ کاریگری کی حیرت انگیزی دیکھے گا، کیا شاعر کی یہ بات نہیں سنتے؟

تَوَقَّعْ صُنْعَ رَبِّكَ سَوْفَ يَأْتِيْ بِمَا تَهْوَاهُ مِنْ فَرَجٍ قَرِيْب
وَ لَا تَيْأَسْ اِذَا مَا نَابَ خَطْبٌ فَكَمْ فِي الْغَيْبِ مِنْ عَجَبٍ عَجِيْب

ترجمہ: اپنے ربّ تعالیٰ کے کام کا انتظار کر عنقریب تجھے تیری خواہش کے مطابق کشادگی ملے گی۔ اور جب کوئی مصیبت وپریشانی نزدیک آئے تو مایوس مت ہونا کیونکہ غیب کے خزانوں میں بہت سے عجائبات ہیں۔

ایک اور شاعر نے کہا:

اَلَا يَا اَيُّهَا الْمَرْءُ الَّذِی الْهَمُّ بِهِ بَرَّحْ
اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْعُسْرٰى فَفَكِّرْ فِیْ اَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ اِذَا كَرَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

ترجمہ: (۱)...اے غموں میں قید شخص! (متوجہ ہو) (۲)...جب تجھے زیادہ تنگی ہو تو سورہ الم نشرح میں غور کر تو دیکھے گا کہ (۳)...ایک تنگی کا ذکر دو آسانیوں کے درمیان ہے جب تو اسے بار

بار پڑھے گا تو خوش ہو جائے گا۔

جب تم اس طرح کی باتوں کو یاد کرو گے اور بار بار ان کی مشق کرو گے تو مصائب وآلام تم پر آسان ہو جائیں گے بشرطیکہ تھوڑا عرصہ تم ہمت و کوشش سے کام لو۔

اس مقام پر پہنچ کر تم نے ان چار عوارض اور ان کی مشقت سے جان چھڑا لی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک تم توکُّل کرنے والوں اور اپنے معاملات سپردِ خدا کرنے والوں میں سے ہو گئے جو اس کی قضا پر راضی اور اس کی طرف سے آنے والی مصیبت پر صابر ہیں، تم نے دنیا میں اپنے دل وبدن کی راحت اور آخرت میں بڑا ثواب اور ذخیرہ حاصل کر لیا اور بارگاہِ الٰہی میں عزت ومحبت کے مقام پر فائز ہو گئے، تمہارے لیے دونوں جہاں کی بھلائیاں اکٹھی ہو گئیں اور عبادت کا راستہ آسان ہو گیا کیونکہ کوئی رکاوٹ رہی نہ کوئی مشغولیت اور تم نے اس مشکل گھاٹی کو عبور کر لیا۔ دعا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ حسنِ توفیق سے ہماری اور تمہاری مدد فرمائے کیونکہ سارا معاملہ اسی کے قبضہ واختیار میں ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ نیکی کرنے کی قوت اور گناہ سے بچنے کی طاقت بلند وبرتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

پانچویں گھاٹی: عبادت پر ابھارنے والی چیزوں کا بیان

اے میرے اسلامی بھائی! جب تمہارے لیے عبادت کا راستہ واضح اور آسان ہو گیا، تمام عوارض اور رکاوٹیں دور ہو گئیں تو اب تمہیں اس راہ پر چلنا بھی ضروری ہے مگر درست سفر اسی وقت ہو گا جب تم خوف اور امید کو جان لو گے اور کما حقہ دونوں کو اپناؤ گے۔

خوف کیوں ضروری ہے؟

خوف کو اپنانا دو وجہ سے ضروری ہے:

٭...**پہلی وجہ:** تاکہ گناہوں سے رکنا اور بچنا نصیب ہو جائے کیونکہ نفس بہت زیادہ برائی کا حکم دیتا، شر کی طرف مائل ہوتا اور فتنوں کا شوق رکھتا ہے، اسے بہت زیادہ ڈرا دھمکا کر ہی ان باتوں سے روکا جا سکتا ہے، فطری طور پر یہ ایسا آزاد ہے جس میں حیا ہے نہ وفا بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا اس کے بارے میں ایک بزرگ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے کہا:

اَلْعَبْدُ يُقْرَعُ بِالْعَصَا وَ الْحُرُّ تَكْفِيْهِ الْمَلَامَهْ

ترجمہ: غلام کو لاٹھی سے سیدھا کیا جاتا ہے جبکہ آزاد شخص کے لیے ملامت ہی کافی ہوتی ہے۔

لہٰذا نفس کو قولی، فعلی اور فکری طور پر خوف کے کوڑے سے سیدھا رکھو۔ منقول ہے کہ ایک بزرگ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه کے نفس نے انہیں گناہ کی طرف بلایا تو وہ صحرا میں گئے اور کپڑے اتار کر تپتی ریت پر لوٹ پوٹ ہونے لگے اور اپنے نفس سے کہا: اے رات کے مردار اور دن کے بیکار! اس گرمی کو چکھ، جہنم کی گرمی تو اس سے بھی زیادہ ہے۔

٭...**دوسری وجہ:** تاکہ تم نیکیوں پر خود پسندی میں مبتلا ہو کر ہلاک نہ ہو جاؤ بلکہ نفس کو مذمَّت، عیب اور نقص و کمی وغیرہ کے ذریعے رُسوا کرتے رہو کیونکہ نفس کی برائیوں میں بڑے خطرات ہیں۔

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے (خوف کی تعلیم دینے کے لئے) اپنی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''لَوْ اَنِّيْ وَ عِيْسٰى اُخِذْنَا بِمَا اكْتَسَبَتْ هَاتَانِ لَعُذِّبْنَا عَذَابًا لَمْ يُعَذَّبْهُ اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ یعنی اگر میری اور عیسٰی عَلَیْهِ السَّلَام کی پکڑ ان

دو کے کئے پر کی جاتی تو ہمیں ایسا عذاب دیا جاتا جیسا تمام جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا ہو۔"[1]

بزرگوں کا خوفِ خدا

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ہم میں سے کوئی شخص اس بات سے بے خوف نہیں ہو سکتا کہ "اس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ کیا اور اس کے سبب بخشش کا دروازہ بند ہو چکا ہو تو اس کے بعد کے نیک اَعمال کسی شمار میں نہ آرہے ہوں۔"

حضرت سیِّدُنا اِبْنِ سماک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے نفس کو یوں ڈانٹ پلائی: اے نفس! تو باتیں زاہدوں والی کرتا ہے اور عمل منافقوں والا کرتا ہے پھر بھی جنت کی لالچ رکھتا ہے، تجھ پر افسوس ہے، جنت والے لوگ دوسرے ہیں جو ایسے اعمال کرتے ہیں جیسے تو نہیں کرتا۔

ایسے واقعات کا یاد کرنا اور انہیں دُہراتے رہنا بندے کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ عبادت پر خود پسندی میں مبتلا نہ ہو اور گناہ سے باز رہے اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

امید کیوں ضروری ہے؟

تمہارے لیے امید کا شعور اور اِسے سمجھنا دو وجہ سے ضروری ہے:

❁...**پہلی وجہ:** نیکیوں کا شوق پیدا کرنے کے لیے اور وہ یوں کہ نیکی بہت بھاری ہوتی ہے، شیطان اس سے روکتا ہے، خواہش نفس بدی کی طرف بلاتی ہے، نفس کے معاملے میں عام اہلِ غفلت کا حال سامنے ہے، کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے جبکہ نیکی کرنے پر

[1]...ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الخوف والتقوی، ۲/ ۲۷، حدیث: ۶۵۶ بتغیر قلیل

ملنے والا ثواب آنکھ سے اوجھل ہے اور اُس تک پہنچنا نفس کو بعید لگتا ہو پس جب حالت ایسی ہو تو نفس نیکی کی طرف کما حقہ رغبت اور شوق نہیں رکھتا لہٰذا کسی ایسی شے کی ضرورت ہے جو ان رکاوٹوں کا مقابلہ کر کے نفس کو نیکی پر ابھارے اور وہ شے ان رکاوٹوں کے برابر بلکہ ان سے بڑھ کر ہونی چاہیے اور وہ چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے قوی اُمید اور بہترین ثواب اور اچھی جزا کی انتہائی رغبت ہے۔

ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: غم کھانے سے روکتا ہے، خوف گناہوں سے روکتا ہے، اُمید عبادات کی ہمت پیدا کرتی ہے اور موت کی یاد غیر ضروری شے سے بے رغبت کرتی ہے۔

❀...**دوسری وجہ:** تاکہ اُمید تمہارے لیے سختیوں اور مشقتوں کو برداشت کرنا آسان کر دے۔ جان لو کہ جو اپنے مطلوب و مقصود کو پہچان لیتا ہے اس کے لئے کوشش کرنا آسان ہو جاتا ہے، جسے کوئی شے پسند آجائے اور اسے پانے کا بھرپور شوق ابھرنے لگے تو بندہ اس کے لیے ہر مشقت برداشت کرتا ہے اور کسی تکلیف کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ یونہی جو کسی سے سچی محبت کرتا ہے تو وہ راہ میں آنے والی مشکلات سے بھی محبت کرتا ہے حتّٰی کہ وہ ان مشکلات میں کئی طرح کی لذت محسوس کرتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ چھتے سے شہد نکالنے والا مکھیوں کے ڈنک کی پروا نہیں کرتا کیونکہ اُس کے ذہن میں شہد کی مٹھاس ہوتی ہے، یونہی مزدوری کرنے والا لمبے اور طویل وشدید گرم دن میں بھاری بوجھ اٹھا کر اونچی سیڑھیوں پر چڑھنے کی پروا نہیں کرتا کیونکہ پتا ہے کہ شام کو اس کے بدلے میں دو درہم ملیں گے۔ یونہی کسان سارا سال سردی گرمی، محنت و مشقت اور تھکاوٹ کی پروا کیے بغیر کام کرتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ

اس سے اسے غلہ ملے گا۔

اے میرے اسلامی بھائی! مجاہدہ کرنے والے عابدین کا بھی یہی حال ہے کہ جنت کے آرام وآسائش، اس کی نعمتوں جیسے جنتی محلات، حوریں، جنتی کھانے، جنتی مشروب، جنتی زیور ولباس اور وہ سب کچھ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اہلِ جنت کے لیے تیار کر رکھا ہے جب یہ حضرات انہیں یاد کرتے ہیں تو عبادت کی مَشَقَّت برداشت کرنا، دنیاوی لذتوں کا ختم ہونا اور تکالیف اٹھانا ان کے لے آسان ہو جاتا ہے۔

حکایت: جنتوں کا جگمگانا

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے شاگردوں نے جب آپ کا خوفِ خدا، مجاہدات اور غمِ آخرت میں بے حال ہونا دیکھا تو عرض کی: استادِ محترم! اگر آپ مجاہدہ کچھ کم کریں گے تب بھی اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں یہ مجاہدہ کیسے نہ کروں حالانکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جنتی اپنی اپنی منزلوں میں ہوں گے کہ اتنے میں ایک نور کی تجلی ہوگی جس سے آٹھوں جنتیں جگمگا اٹھیں گی، جنتی سمجھیں گے یہ رب عَزَّوَجَلَّ کا نور ہے تو سب سجدے میں گر جائیں گے تو انہیں کہا جائے گا: اپنے سروں کو اٹھاؤ، جیسا تم سمجھ رہے ہو ویسا نہیں ہے بلکہ یہ تو جنتی لڑکی کا نور ہے جو اپنے شوہر کے لیے مسکرائی ہے۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے یہ اشعار پڑھے:

مَا ضَرَّ مَنْ كَانَتِ الْفِرْدَوْسُ مَسْكَنَهُ ۔۔۔ مَاذَا تَحَمَّلَ مِنْ بُؤْسٍ وَّ اِقْتَارِ

تَرَاهُ يَمْشِيْ كَئِيْبًا خَائِفًا وَجِلاً ۔۔۔ اِلَى الْمَسَاجِدِ يَمْشِيْ بَيْنَ اَطْمَارِ

يَا نَفْسُ مَالَكِ مِنْ صَبْرٍ عَلَى لَهَبٍ ۔۔۔ قَدْ حَانَ اَنْ تُقْبِلِيْ مِنْ بَعْدِ اِدْبَارِ

ترجمہ:(۱)... مصیبت و تنگ حالی برداشت کرنا اسے نقصان نہیں دیتا جس کا ٹھکانا جنت الفردوس ہو۔(۲)... تم اُسے غم میں ڈوبا، خوفزدہ، گھبرایا ہوا اور پُرانے کپڑوں میں مسجدوں کی طرف جاتا دیکھوگے۔(۳)... اے نَفْس! تو دوزخ کی آگ کیسے برداشت کرے گا جبکہ پھرنے کے بعد پلٹنے کا وقت آچکا ہے۔

سرکش چوپائے کا علاج

میں کہتا ہوں: جب بندگی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک عبادت کی بجا آوری اور دوسرا گناہوں سے بچنا تو یہ مقصد بُرائی کا حکم دینے والے نفس کی موجودگی میں اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب اسے ترغیب وترہیب اور خوف واُمید کے ذریعے اس طرف متوجہ رکھا جائے کیونکہ سَرکَش چوپایہ یوں ہی قابو میں رہتا ہے جب ایک شخص آگے سے کھینچے اور دوسرا پیچھے سے ہانکے اور اگر وہ چوپایہ کسی گڑھے میں گر جائے تو ایک طرف سے کوڑے مارے جاتے ہیں تو دوسری طرف سے سبز چارہ دکھایا جاتا ہے تب کہیں جا کر وہ اس گڑھے سے نکلتا ہے۔ یونہی شریر بچہ مدرسے اس صورت میں جاتا ہے کہ اس کے والدین اسے کئی طرح کا لالچ دیں اور استاد اپنے رُعب اور دبدبے میں رکھے۔ بالکل اِسی طرح نفس بھی ایک سَرکَش چوپایہ ہے جو دنیا کے گڑھے میں گرا ہوا ہے پس خوف اس کے لئے کوڑا اور ہانکنے والا ہے اور ثواب کی اُمید اس کے لئے سبز چارہ اور آگے بڑھانے والا ہے اور یہ نفس شریر بچے کی مانند ہے جسے عبادت و تقویٰ کے مکتب لے جانا ہے پس دوزخ اور عذاب کا ذکر اس میں ڈر پیدا کرتا ہے اور جنت وثواب اس میں اُمید و رغبت پیدا کرتے ہیں۔

اسی لیے عبادت وریاضت کے طلبگار بندے پر لازم ہے کہ وہ نفس کو ان دوچیزوں خوف اور امید کا شعور دلائے ورنہ یہ سرکش نفس عبادت کی طرف ہرگز نہیں آئے گا۔اسی مفہوم کے ساتھ قرآن کریم نے ثواب کے وعدہ وترغیب اور عذاب کی وعید اوراُس سے ڈرانے کو بیان کیا اور ان دونوں باتوں میں خوب مبالغہ فرمایا ہے پس قرآن کریم نے عزت والے ثواب کا ایسا ذکر کیا جس سے صبر نہ کیا جاسکے اور دردناک عذاب کو یوں بیان فرمایا جسے برداشت کرنے کی طاقت ہی نہیں لہٰذا تم خوف وامید کے ان معانی کو خود پر لازم کرلو تاکہ تمہیں مراد میں کامیابی ملے اور عبادت میں مشقت برداشت کرنا آسان ہوجائے۔اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے۔

خوف وامید کی حقیقت، تعریف اور حکم

اگر تم پوچھو کہ خوف اورامید کی حقیقت اور ان کا حکم کیا ہے؟تو جان لو کہ ہمارے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کے نزدیک خوف اورامید کا تعلق خیالات سے ہے اور بندے کے اختیار میں صرف ان دونوں کے مقدمات ہیں۔خوف کی تعریف ومقدمات درج ذیل ہیں:

خوف کی تعریف

حضرات علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں:"اَلْخَوْفُ رَعْدَةٌ تَحْدُثُ فِی الْقَلْبِ عَنْ ظَنِّ مَكْرُوْهٍ يَنَالُهُ یعنی ناپسندیدہ خیال آنے پر دل میں پیدا ہونے والے لرزے کو خوف کہتے ہیں۔" خشیت بھی اسی کی مثل ہے لیکن "خشیت"ایک طرح کی ہیبت اور عظمت کا تقاضا کرتی ہے۔

خوف کی ضد "جرأت" ہے لیکن کبھی یہ "امن" کے مقابلے میں بھی بولا جاتا جیسے کہتے ہیں: خَائِفٌ وَّ اٰمِنٌ وَّ خَوْفٌ وَّ اَمْنٌ (یعنی ڈرنے والا اور بے خوف، خوف اور بے خوفی) کیونکہ بے خوف ہی اللہ عَزَّوَجَلَّ پر جرأت کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جرأت ہی خوف کی ضد ہے۔

خوف کے چار مقدمات

خوف کے درج ذیل چار مقدمات ہیں:

پہلا مقدمہ: اپنے گزرے ہوئے کثیر گناہوں اوران کثیر جھگڑوں کو یاد کرنا جن میں تم پر مطالبات ہیں اور ان کی ادائیگی سے چھٹکارے کا تمہیں علم نہیں۔

دوسرا مقدمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ کی شدید پکڑ اور عذاب کو یاد کرنا جسے سہنے کی تم میں طاقت نہیں۔

تیسرا مقدمہ: عذابِ الٰہی کے سامنے اپنی کمزوری کو یاد کرنا۔

چوتھا مقدمہ: اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قادر ہونے کو یاد کرنا کہ وہ جب چاہے جیسے چاہے کر سکتا ہے۔

امید کی تعریف

اَلرَّجَاءُ فَهُوَ ابْتِهَاجُ الْقَلْبِ بِمَعْرِفَةِ فَضْلِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَاسْتِرْوَاحُهُ سِعَةَ رَحْمَتِهٖ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل کو پہچان کر دل میں خوشی کی لہر دوڑنے اور رحمتِ الٰہی کی وسعت سے راحت پانے کو اُمید کہتے ہیں۔ اُمید کا یہ معنٰی قلبی خیالات سے تعلق رکھتا ہے جس پر بندے کو اختیار نہیں۔ البتہ اس لحاظ سے اختیار میں ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل اور وسیع

رحمت کو یاد کرے اور کبھی دل میں پیدا ہونے والے خیال کو رب تعالیٰ کی مرضی پر معلق کرنے کو ''اُمید'' کہتے ہیں مگر اس مقام پر پہلا معنٰی ہی مراد ہے اور وہ قلبی خوشی ومسرت کے لحاظ سے فضل ورحمت کو یاد کرنا ہے اور امید کی ضد مایوسی ہے اور مایوسی کہتے ہیں: اَلْیَاْسُ وَھُوَتَذَ کِرَۃُ فَوَاتِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ وَفَضْلِہٖ وَقَطْعُ الْقَلْبِ عَنْ ذَالِكَ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ورحمت نہ ملنے کو یاد کرنا اور دل میں اس کی اُمید نہ رکھنا۔'' اور یہ محض گناہ ہے۔

اُمید کا شرعی حکم

اُمید رکھنا کبھی فرض اور کبھی مستحب ہوتا ہے۔ اگر بندے کے لئے اُمید کے علاوہ مایوسی سے بچنے کا کوئی اور راستہ نہ ہو تو اُس وقت اُمید فرض ہوتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ مستحب کے درجے میں ہے مگر ساتھ ہی دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور وسیع رحمت کا عقیدہ بھی اجمالی طور پر پختہ ہونا ضروری ہے۔

اُمید کے چار مقدمات

امید کے درج ذیل چار مقدمات ہیں:

پہلا مقدمہ: کسی کی سفارش اور تمہارے سوال کے بغیر تمہیں رب تعالیٰ کا جو فضل پہنچ چکا اسے یاد کرنا۔

دوسرا مقدمہ: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل وکرم سے جس بڑے ثواب اور عظیم عزت کا وعدہ فرمایا ہے اسے یاد کرنا اور اس لحاظ سے نہیں کہ یہ عزت وثواب عمل کی بدولت ہے کیونکہ اگر اَجر وثواب عمل کی حیثیت سے ملے تو وہ بہت تھوڑا اور معمولی ہوگا۔

تیسرا مقدمہ: اُن کثیر دینی ودنیاوی نعمتوں کو یاد کرنا جو بن مانگے اور بغیر حق داری

کے مدد و مہربانی کی صورت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ فی الحال فرما رہا ہے۔

چوتھا مقدمہ: رحمتِ الٰہی کی وسعت اور اُس کی رحمت کے اُس کے غضب پر حاوی ہونے کو یاد کرنا اور اِس بات کو پیشِ نظر رکھنا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ رحمٰن و رحیم، غنی و کریم اور اپنے مومن بندوں پر بہت مہربان ہے۔

جب تم خوف اور امید کے ان مقدمات کو یاد کرتے رہو گے تو ہر حال میں تمہیں خوف اور امید کا احساس ہوتا رہے گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل ورحمت سے توفیق عطا فرمائے۔

فصل: خوف و امید کی گھاٹی میں احتیاط کی ضرورت

بے احتیاطی کا انجام

خوف و امید کی اس گھاٹی کو عبور کرنے کے لے تمہیں مکمل احتیاط، بچاؤ اور انتہائی رعایت کی ضرورت ہے کیونکہ یہ خطرناک اور مشکل گزر گاہ ہے اور یہ دو خطرناک اور ہلاکت خیز راستوں کے درمیان واقع ہے ان میں سے ایک بے خوفی کا اور دوسرا ناامیدی کا راستہ ہے جبکہ خوف و امید کی راہ ان دو خطرناک راستوں کے درمیان ہے جب تم پر حد سے زیادہ امید کا غلبہ ہو جائے گا تو یقیناً خوف ختم ہو جائے گا اور تم بے خوفی کے راستے پر چل پڑو گے اور فرمانِ الٰہی ہے:

فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۠ (۹۹) (پ۹، الاعراف: ۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی خفی تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے۔

اور اگر تم پر خوف کا غلبہ ہو گیا یہاں تک کہ امید ختم ہو گئی تو تم مایوسی کے راستے

پر آ جاؤ گے اور ربّ تعالیٰ کا فرمانِ عبرت نشان ہے:

لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ (پ۱۳، یوسف: ۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

احتیاط کا انعام

اور اگر تم امید و خوف کے راستے پر سفر کرو اور دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو تو یہی سیدھا راستہ ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اولیاء اور برگزیدہ بندوں کی راہ ہے جن کی تعریف اس نے یوں بیان فرمائی ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًا ؕ وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ ﴿۹۰﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

خوف واُمید کے تین راستے

اس گھاٹی میں تمہارے سامنے تین راستے واضح ہو گئے: (۱)...بے خوفی و جرأت کا راستہ (۲)...مایوسی و ناامیدی کا راستہ اور (۳)...ان دونوں کے درمیان خوف اور امید کا راستہ۔ پس اگر تم اس درمیانی راستے سے ایک قدم بھی دائیں بائیں ہوئے تو ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہو جاؤ گے۔ پھر معاملہ یہ ہے کہ ان دو ہلاکت خیز راستوں پر چلنے والے اور ان کی طرف بلانے والے بھی بہت ہیں اور درمیانی راستے کے مقابلے میں ان پر چلنا بہت آسان ہے کیونکہ اگر تم بے خوفی کی جانب نظر کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وسیع رحمت، کثیر عنایت اور جود و کرم اس قدر نظر آئے گا کہ تمہیں بالکل ہی خوف

نہیں رہے گا یوں تم اسی پر قناعت کر کے اس سے مانوس ہو جاؤ گے اور اگر تم صرف خوف کی طرف نظر کرو گے تو تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خفیہ تدبیر، اس کی ہیبت، اس کے ساتھ معاملے کی نزاکت اور اپنے نیک و برگزیدہ بندوں کے ساتھ اس کے جلال کا معاملہ دیکھو گے تو تم فوراً ہی مایوسی و ناامیدی کا شکار ہو جاؤ گے۔

درمیانی راستہ اپناؤ

بیان کردہ صورتِ حال کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ تم صرف رحمتِ الٰہی کی وسعت کو نہ دیکھو کہ اس پر قناعت کر کے بے خوف ہو جاؤ اور یوں ہی فقط اس کی ہیبت و جلال کو نہ دیکھو کہ مایوس و ناامید ہو جاؤ بلکہ تم خوف و امید دونوں کی طرف نظر رکھو اور دونوں جانبوں سے تھوڑا تھوڑا حصہ لے کر ان کے درمیان ایک باریک راہ پر چلو تاکہ سلامت رہو کیونکہ محض امید کا راستہ بہت آسان اور کشادہ ہے جبکہ اس کا انجام تمہاری بے خوفی اور نقصان ہے، یونہی محض خوف کا راستہ بھی بہت کشادہ ہے اور اس کا انجام تمہاری گمراہی ہے اور ان دونوں کے مابین ایک راستہ اعتدال و میانہ روی کا ہے اور وہ خوف و امید دونوں کا راستہ ہے اگرچہ یہ بہت باریک اور مشکل ہے۔ بے شک یہ سلامتی والا اور واضح راستہ ہے جو تمہیں بخشش، احسان، جنت، رضائے الٰہی اور رحمٰن عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات تک لے جاتا ہے۔ کیا اس راستے پر چلنے والوں کے بارے میں تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

اور مزید ارشاد فرمایا:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدة: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ اُن کے کاموں کا۔

ان چند باتوں پر خوب غور کرو اور اچھی طرح تیار ہو کر اس راستے پر چل پڑو کیونکہ خوف ورجا کا مقام حاصل کرنا آسان نہیں ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

راہِ خوف وامید پر چلنے کے تین اصول

جان لو کہ اس راستے پر چلنا، سست و سرکش نفس کو نیکیوں پر ابھارنا اور اسے اس کی من پسند چیزوں سے روک کر عبادات میں لگانا جو اس پر بہت بھاری ہیں اسی وقت ممکن ہے جب تم درج ذیل تین اصولوں پر کاربند ہو جاؤ اور بغیر غفلت و سُستی کے انہیں ہمیشہ پیشِ نظر رکھو:

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ترغیب وترہیب والے فرامین کو یاد کرنا۔

﴿2﴾... پکڑ کرنے اور معاف کرنے میں دستورِ الٰہی کو یاد کرنا۔

﴿3﴾... روزِ محشر اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو جو ثواب یا عذاب دے گا اسے یاد کرنا۔

ان میں سے ہر اصول کی تفصیل کے لیے کئی کئی صفحات درکار ہیں اور اس کے لیے ہم نے "تَنْبِیْهُ الْغَافِلِیْن" کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور پیشِ نظر کتاب میں ہم صرف اتنی بات کریں گے جو مقصود کے لیے کافی ہو گی، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔

محبت دنیا کی تعریف

دنیا کی وہ محبت جو اُخروی نقصان کا باعث ہو (قابل مذمت اور بری ہے)۔(احیاء العلوم، ۳/ ۲۴۹)

خوف ورجا کے راستے کا پہلا اصول

اے بندے! شوق وامید اور ڈر وخوف پر مشتمل آیات میں غور کرو۔

امید کے بارے میں فرامینِ الٰہی

یہاں اُمید کے متعلق آٹھ فرامینِ باری تعالیٰ بیان کیے جاتے ہیں:

﴿1﴾...

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًاؕ (پ۲۴، الزمر: ۵۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔

﴿2﴾...

وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ۙ (پ۴، اٰل عمرٰن: ۱۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے۔

﴿3﴾...

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ (پ۲۴، المؤمن: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔

﴿4﴾...

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ (پ۲۵، الشورٰی: ۲۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

﴿5﴾...

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَۙ (پ۷، الانعام: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تمہارے رب نے اپنے ذمۂ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے۔

﴿6﴾...

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ (پ۹، الاعراف: ۱۵۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں۔

﴿7﴾...

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ(۱۴۳) (پ۲، البقرۃ: ۱۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان مہر (رحم) والا ہے۔

﴿8﴾...

وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا(۴۳) (پ۲۲، الاحزاب: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے۔

یہ اور ان جیسی دیگر آیاتِ طیبہ اُمید والی آیات مبارکہ ہیں۔

خوف کے بارے میں فرامینِ باری تعالیٰ

یہاں خوف و تدبیر کے متعلّق سات آیاتِ کریمہ بیان کی جاتی ہیں:

﴿1﴾...

یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ(۱۶) (پ۲۳، الزمر: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے بندو تم مجھ سے ڈرو۔

﴿2﴾...

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ(۱۱۵) (پ۱۸، المؤمنون: ۱۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

﴿3﴾...

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ (پ۲۹، القیامۃ: ۳۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔

﴿4﴾...

لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖۙ وَ لَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ﴿۱۲۳﴾ (پ۵، النسآء: ۱۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: کام نہ کچھ تمہارے خیالوں پر ہے اور نہ کتاب والوں کی ہوس پر جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے گا نہ مددگار۔

﴿5﴾...

وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

﴿6﴾...

وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ یَكُوْنُوْا یَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ (پ۲۴، الزمر: ۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اُنھیں اللہ کی طرف سے وہ بات ظاہر ہوئی جو ان کے خیال میں نہ تھی۔

﴿7﴾...

وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾

(پ۱۹، الفرقان: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر اُنھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔

دعاہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی رحمت کے صدقے ہمیں سلامت رکھے۔(اٰمین)

خوف وامید کی جامع آیات

یہاں وہ آیاتِ طیبات ذکر کی جاتی ہیں جن میں خوف اور اُمید دونوں کا بیان ہے:

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: خبر دو میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔

اس سے اگلی آیت میں ارشاد فرمایا:

وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾ (پ۱۴، الحجر: ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

امید کے فوراً بعد عذاب کا ذکر فرمایا تاکہ تم پر صرف امید ہی غالب نہ آجائے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

شَدِیْدِ الْعِقَابِ (پ۲۴، المؤمن: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: سخت عذاب کرنے والا۔

اس کے ساتھ ہی فرمایا:

ذِی الطَّوْلِ (پ۲۴، المؤمن: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بڑے انعام والا۔

یعنی احسان اور فضل والا۔ یہ اس لیے فرمایا کہ کہیں تم مکمل طور پر خوف میں ہی نہ جکڑے جاؤ۔

اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ فرمانِ عالیشان ہے:

وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (پ۳، اٰل عمران: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۠﴿۳۰﴾ ترجمۂ کنزالایمان: اور (اللہ) بندوں پر مہربان ہے۔

(پ۳، اٰل عمران: ۳۰)

اور اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز یہ ارشادِ الٰہی ہے:

مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ترجمۂ کنزالایمان: جو رحمٰن سے بے دیکھے ڈرتا ہے۔

(پ۲۶، قٓ: ۳۳)

دیکھو اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ''ڈرنے'' کو اپنی صفات جَبّار، مُنْتَقِم اور مُتکبِّر کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے صفتِ ''رحمٰن'' (یعنی بہت رحم فرمانے والا) کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ خوف کے ساتھ رحمت کا بھی ذکر ہو اور صرف خوف تمہارے دل کو فنا نہ کر دے۔ یوں سمجھو کہ اس آیت میں خوف بیان فرما کر بالکل بے خوفی سے تمہیں بچایا اور رحمت کا ذکر فرما کر تمہارے لیے تسکین کا سامان فرمایا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے: ''تم اپنی مہربان ماں سے کیوں نہیں ڈرتے؟'' یا ''تم اپنے شفیق باپ سے کیوں خوف نہیں کرتے؟'' یا ''تم رحم دل حاکم سے کیوں نہیں ڈرتے؟'' اس قسم کی گفتگو کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تم خوف و امن کا درمیانی راستہ اختیار کرو اور بالکل بے خوفی اور بالکل مایوسی کی طرف نہ جاؤ۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں قرآنِ حکیم میں غور و فکر کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا بنائے، بے شک وہ جواد و کریم ہے۔

خوف و رجا کے راستے کا دوسرا اصول

ابلیس کی تباہی و بربادی

دوسرا اصول پکڑ کرنے اور معاف کرنے میں دُستورِ الٰہی کو یاد کرنا ہے۔ اگر جانبِ

خوف کو دیکھیں تو سب سے پہلے شیطان ہے جس نے 80 ہزار سال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی۔ منقول ہے کہ "ایک قدم بھی ایسی جگہ نہیں جہاں اس نے رب تعالیٰ کو سجدہ نہ کیا ہو۔" مگر پھر اس نے ایک حکم کا انکار کیا تو بارگاہِ ایزدی سے دھتکار دیا گیا اور اس کی 80 ہزار برس کی عبادت اس کے منہ پر مار کر قیامت تک کے لیے معلون کر دیا گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دردناک عذاب اس کا مقدر ٹھہرا۔

سیّدُنا جبریل کی گریہ وزاری

مروی ہے کہ صادق وامین آقا، دو عالَم کے داتا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کو کعبہ معظمہ کے پردوں سے لپٹ کر گریہ وزاری کرتے اور یہ دعا کرتے دیکھا کہ "الٰہی! میرا نام نہ بدلنا اور میرے جسم کو تبدیل نہ فرمانا۔"

سیّدُنا ابُوالبشر کا واقعہ

پھر دیکھو کہ حضرت سیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے صفی اور نبی ہیں جنہیں ربّ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا، فرشتوں سے انہیں سجدہ کروایا اور انہیں فرشتوں کی گردنوں پر سوار کر کے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائی، انہوں نے ایک بار وہاں سے کھالیا جس کی اجازت نہ تھی تو ایک ندا کی گئی: "جو ہماری نہ مانے وہ ہمارے جوارِ رحمت میں نہیں رہ سکتا۔" پھر آپ کا تخت اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیا کہ "انہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف اتار دیں۔" حتّٰی کہ انہوں نے آپ کو زمین پر پہنچا دیا۔ مروی ہے کہ آپ اپنی لغزش کی معافی کے لیے دوسو سال تک روتے رہے اور جو تکلیف وآزمائش پہنچنا تھی وہ اُن کو پہنچی اور ان کی اولاد میں ہمیشہ

کے لئے سختیاں وپریشانیاں رکھ دی گئیں۔

شیخُ المُرسَلین کا واقعہ

پھر دیکھو کہ حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام جو شیخ المرسلین ہیں، آپ نے حق کی خاطر کس قدر مشقتیں برداشت کی ہیں مگر آپ کی مبارک زبان سے نہ کہنے والا صرف ایک کلمہ نکلا تو ربّ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ (۴۶) (پ۱۲، ھود: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن۔

بعض روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کے سبب آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے 40 سال تک اپنا سر آسمان کی جانب نہیں اٹھایا۔

ابُوالانبیا کا واقعہ

پھر حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ میں نظر کرو کہ آپ سے صرف ایک لغزش ہوئی تو کس قدر خوفزدہ ہوئے اور کتنی عاجزی کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوئے:

وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِؕ (۸۲) (پ۱۹، الشعرآء: ۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔[1]

1... انبیاء معصوم ہیں، گناہ ان سے صادر نہیں ہوتے، ان کا استغفار اپنے رب کے حضور تواضُع ہے اور امت کے لئے طلبِ مغفرت کی تعلیم ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ۱۹، الشعرآء، تحت الآیۃ: ۸۲)

حتّٰی کہ روایت میں آتا ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام شدتِ خوف سے روتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ حضرت سیِّدُنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو بھیجتا، وہ حاضر ہو کر عرض کرتے: اے ابراہیم! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایک دوست اپنے دوست کو آگ کا عذاب دے گا؟ تو حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام ارشاد فرماتے: یَا جِبْرِیْلُ اِذَا ذَکَرْتُ خَطِیْئَتِیْ نَسِیْتُ خُلَّتَہٗ یعنی اے جبریل! جب مجھے اپنی لغزش یاد آتی ہے تو (شدتِ خوف سے) اُس کی دوستی کو بھول جاتا ہوں۔

کلیمِ خدا کا واقعہ

پھر حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ پر غور کرو کہ آپ نے غصہ سے ایک قبطی کو گھونسا مار دیا تو کس قدر خوف کا اظہار اور استغفار کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ (پ۲۰، القصص: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے۔

بلعم بن باعورا کا عبرتناک قصہ

حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام ہی کے زمانے میں بلعم بن باعورا نامی ایک شخص تھا، اس کا مرتبہ یہ تھا کہ نظر اٹھاتا تو عرش کو دیکھ لیتا مگر (ربّ تعالٰی کی خفیہ تدبیر غالب آئی اور) اس کا حشر وہ ہوا جسے قرآن پاک نے کچھ اس طرح بیان فرمایا:

وَاتْلُ عَلَیْہِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْہَا فَاَتْبَعَہُ الشَّیْطٰنُ فَکَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ (پ۹، الاعراف: ۱۷۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب انھیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا۔

اس کی ہلاکت وبربادی کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ صرف ایک بار دنیا اور اہل دنیا کی طرف مائل ہوا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دوستوں میں سے ایک دوست (حضرت سیّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام) کی صرف ایک حرمت کو ترک کیا تو اس کی معرفت چھین لی گئی اور اسے دھتکارے ہوئے کتے کی طرح کر دیا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ (پ۹، الاعراف: ۱۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے۔

پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہلاکت وگمراہی کے سمندر میں غرق کر دیا۔

میں نے ایک عالم صاحب کو فرماتے سنا کہ گمراہ ہونے سے پہلے بلعم بن باعورا کی مجلس میں اس کی گفتگو لکھنے والے طلبا کے لئے 12 ہزار سیاہی کی دواتیں رکھی جاتی تھیں مگر پھر ایسا گمراہ ہوا کہ پہلا وہ شخص بن گیا جس نے اس مسئلے پر کتاب لکھی کہ دنیا بنانے والا کوئی نہیں ہے (یعنی خدا تعالیٰ ہی کا انکار کر بیٹھا)۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے غضب، اس کی ناراضی، اس کے دردناک عذاب اور ایسی ذلت وخواری سے اُس کی پناہ مانگتے ہیں جسے سہنے کی ہم میں طاقت نہیں۔

غور کرو کہ دنیا کی محبت اور اس کی نحوست خاص طور پر علما کو کس طرح نقصان پہنچاتی ہے، لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ معاملہ پرخطر ہے، عمر مختصر ہے اور عمل میں کوتاہی ہے جبکہ اعمال کی جانچ کرنے والا دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ اچھے اعمال پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور ہماری لغزشوں کو معاف فرما دے تو اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔

خَلِیْفَۃُ اللہ کا واقعہ

پھر زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خلیفہ حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ پر غور کرو کہ اُن سے صرف ایک لغزش ہوئی تو وہ اس پر اتنا روئے کہ آنسوؤں سے زمین پر گھاس اگ آئی اور آپ نے یہ عرض کی: اِلٰھِیْ اَمَا تَرْحَمُ بُکَائِیْ وَتَضَرُّعِیْ یعنی اے میرے معبود! کیا تو میری گریہ وزاری پر رحم نہیں فرمائے گا؟ تو ندا فرمائی گئی: اے داوٗد! تم اپنی لغزش بھول گئے اور گریہ وزاری کو یاد رکھا۔

سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا واقعہ

حضرت سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے واقعہ پر غور کرو کہ آپ نے صرف ایک مرتبہ بے محل غصہ کیا (اور کفر اور اہل کفر سے بغض کے سبب حکم الٰہی کا انتظار کئے بغیر ہجرت کر گئے) تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو 40 دن تک سمندر کی گہرائی میں مچھلی کے پیٹ میں رکھا جہاں آپ یہ ندا کرتے تھے:

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۗ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾ (پ۱۷، الانبیآء: ۸۷)

ترجمۂ کنزالایمان: کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

فرشتوں نے یہ ندا سنی تو عرض کی: اے ہمارے معبود اور ہمارے مالک! کسی نامعلوم جگہ سے جانی پہچانی آواز آرہی ہے۔ ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یہ میرا بندہ یونس ہے۔ فرشتوں نے اِس معاملے میں سفارش کی۔ اس سب کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مچھلی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کا نام بدل کر ذُوالنُّون کر دیا پھر ارشاد فرمایا:

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَاۤ

ترجمۂ کنزالایمان: پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور

اَنَّہٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ (پ۲۳، الصّٰفّٰت: ۱۴۳تا۱۴۴)

وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے۔

پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر اپنے احسان اور نعمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ (پ۲۹، القلم: ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر اس کے رب کی نعمت اس کی خبر کو نہ پہنچ جاتی تو ضرور میدان پر پھینک دیا جاتا الزام دیا ہوا۔

سیّدُ الانبیا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکرِ خیر

اے کمزور بندے! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس خفیہ تدبیر پر غور کر اور یونہی ذرا آگے بڑھ کر دیکھ کہ تمام نبیوں، سب رسولوں بلکہ تمام مخلوق سے بڑھ کر عزت والے اپنے محبوب کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ربّ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا:

فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۲﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے اور اے لوگو سرکشی نہ کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

حتّٰی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَاَخَوَاتُھَا یعنی مجھے سورۂ ھود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔"[1] ایک قول کے مطابق اِس فرمانِ نبوی سے مراد مذکورہ آیتِ طیبہ اور اس جیسی دیگر آیاتِ مقدسہ ہیں۔

---

1 ...ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الواقعۃ، ۵/ ۱۹۳، حدیث: ۳۳۰۸ ملتقطاً

مصنف عبد الرزاق، کتاب فضائل القرآن، باب تعلیم القرآن وفضلہ، ۳/ ۲۲۵، حدیث: ۶۰۱۶

ربّ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ (پ۲۴، المؤمن: ۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔

یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مغفرت کے ذریعے احسان کا تذکرہ فرمایا:

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ (پ۳۰، الم نشرح: ۲، ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

ایک دوسرے مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا:

لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (پ۲۶، الفتح: ۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

اس کے بعد حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات میں نماز پڑھتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدم سوج جاتے۔ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان عرض کرتے: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ ایسا کرتے ہیں حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے: ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''[1]

خوف کی تعلیم

حضور نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (خوف کی تعلیم دینے کے لئے) اپنی شہادت اور ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''لَوْ اَنِّیْ وَ عِیْسٰی

1 ...بخاری، کتاب التفسیر، باب لیغفر لک اللہ...الخ، ۳/ ۳۲۸، حدیث: ۴۸۳۶، ۴۸۳۷

اُخِذْنَا بِمَا كَسَبَتْ هَاتَانِ لَعُذِّبْنَا عَذَابًا لَمْ يُعَذَّبْهُ اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ یعنی اگر میری اور عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی پکڑ ان دو کے کئے پر کی جاتی تو ہمیں ایسا عذاب دیا جاتا جیسا تمام جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا ہو۔"(1)

یوں ہی پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رات کو نماز پڑھتے اور روتے ہوئے یہ دعا کرتے: "اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ یعنی میں تیرے عذاب سے تیرے عفو ودرگزر کی پناہ مانگتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رِضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تیری پکڑ سے تیری رحمت کی پناہ مانگتا ہوں، میں تیری ایسی تعریف نہیں کرسکتا جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی۔"(2)

صحابۂ کرام وامتِ مرحومہ کا معاملہ

پھر صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو دیکھو کہ جو اس اُمَّت کے سب سے بہتر زمانے کے لوگ ہیں، ایک مرتبہ اُن سے دورانِ مزاح کوئی بات صادر ہوگئی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لیے جو اترا اور ان جیسے نہ

1...ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الخوف والتقوی، ۲/۲۷، حدیث: ۶۵۶ نحوہ

2...مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، ص۲۵۲، حدیث: ۴۸۶
شعب الایمان، باب فی الصیام، ۳/۳۸۵، حدیث: ۳۸۳۷

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ (پ۲۷، الحدید: ۱۶)

ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

پھر اِس امت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کے باوجود اُس نے اِن کے لیے حدود و سزائیں، بڑی تدبیریں اور آداب مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا یونُس بن عُبَید رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے: یہاں کسی کے پانچ درہم چوری [1] کرنے پر اپنا بہترین عضو (ہاتھ) کٹ جانے کے بعد آخرت میں اس کے عذاب سے بے فکر مت ہونا۔

ہم رحیم و کریم رب عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ محض اپنے فضل و کرم کا سلوک فرمائے بے شک وہ سب سے بڑھ کر مہربان ہے۔

جانبِ امید میں معاملۂ الٰہی

دوسرا اصول پکڑ کرنے اور معاف کرنے میں دستورِ الٰہی کو یاد کرنا ہے۔ اگر جانبِ اُمید کی طرف نظر کریں تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بے پایاں و وسیع رحمت کا تذکرہ کرو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رحمت باری تعالیٰ کی وسعت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ وہ ایک لمحے کے ایمان کی وجہ سے 70 برس کا کفر مٹا دیتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ (پ۹، الانفال: ۳۸)

ترجمۂ کنزالایمان: تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا۔

---

[1] ...احناف کے نزدیک: دس درہم کی چوری اور دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ (علمیہ)

جادو گروں کا واقعہ

فرعون کے جادو گروں کا واقعہ دیکھو کہ وہ حضرت سیّدُنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے جنگ کرنے آئے تھے اور انہوں نے خدا عَزَّوَجَلَّ کے دشمن فرعون کی قسم کھائی تھی مگر جب ایمان لائے تو سچے دل سے پکار اٹھے:

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ہم ایمان لائے جہان کے رب پر۔

(پ۹، الاعراف: ۱۲۱)

دیکھو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کا ایمان قبول فرما لیا اور زمانہ کفر میں اُن سے جو کچھ سرزد ہوا تھا سب معاف فرما دیا اور یہی نہیں بلکہ انہیں جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شہیدوں کی سرداری عطا فرما دی۔

یہ ان کا حال تھا جنہوں نے کفر، گمراہی اور فساد میں زندگی گزاری مگر لمحہ بھر کو ربّ تعالیٰ کو پہچان کر اسے ایک مان لیا، تو اس کا کیا حال ہو گا جس نے اپنی ساری زندگی اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ایک مانتے ہوئے گزار دی اور دونوں جہاں میں اس کے سوا کسی کو اس لائق نہ سمجھا۔

اصحابِ کہف کا تذکرہ

کیا تم اصحابِ کہف کو نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی زندگی کا طویل عرصہ کفر پر قائم رہے[1] اور انہوں نے کہا:

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ترجمۂ کنزالایمان: ہمارا رب وہ ہے جو آسمان

---

[1]...البدایۃ والنھایۃ، ۲/۱۸

لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا (پ۱۵، الکھف: ۱۴) اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کو نہ پوجیں گے۔

اور وہ بارگاہِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کا ایمان قبول فرما کر انہیں کس قدر عزت بخشی، چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ﳓ (پ۱۵، الکھف: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم ان کی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں۔

بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی عزت کو بڑھانے کے لیے انہیں ہیبت و جلالت کا لباس پہنا دیا حتّٰی کہ تمام مخلوق سے بڑھ کر عزت والے اپنے محبوبِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کے ذریعے لوگوں) سے یوں فرمایا[1]:

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَیْهِمْ لَوَلَّیْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝۱۸ (پ۱۵، الکھف: ۱۸) ترجمۂ کنزالایمان: اے سننے والے اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے۔

صرف یہی نہیں بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے پیچھے آنے والے کتے کو بھی کس قدر عزت دی کہ اس کا ذکر اپنی پیاری کتاب میں فرمایا، اسے دنیا میں ان کے ساتھ (غار میں) چُھپا دیا اور آخرت میں بطورِ اعزاز اسے بھی جنت میں داخل فرمائے گا۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ

1... ظاہر یہ ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں سے ہے نہ کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کیونکہ حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے تو رب (تعالٰی) کو دیکھا اور نہ گھبرائے تو اصحابِ کہف تو پھر بندے ہیں، رب (تعالٰی ارشاد) فرماتا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی میرے حبیب نے مجھے دیکھ کر پلک بھی نہ جھپکایا اور وہ نہ بہکے، نیز بعض روایات میں ہے کہ حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے معراج میں اصحاب کہف کو ملاحظہ فرمایا۔ (نور العرفان، پ۱۵، الکہف، تحت الآیہ: ۱۸)

نے یہ فضل اس کتے پر فرمایا جس نے کوئی عبادت نہیں کی بلکہ چند قدم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو پہچاننے اور ایک ماننے والے لوگوں کے ساتھ چلا تھا اور اُن لوگوں کا یہ چند دن کا عمل تھا تو اس بندۂ مومن پر فضل و عنایت کا کیا حال ہوگا جو 70 سال تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ایک مان کر اس کی عبادت کرتا رہے، اس پختہ ارادے کے ساتھ کہ 70 ہزار سال بھی زندگی ملی تو ربّ تعالیٰ کی بندگی میں ہی بسر کروں گا۔

محبوب بندوں پر محبت بھرا خفگی کا اظہار

﴿1﴾... اے بندے! کیا تم نے نہیں سنا کہ جب حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے گنہگاروں کے لیے ہلاکت کی دعا کی تو ربّ تعالیٰ نے ان پر کیسے محبت بھری خفگی فرمائی۔

﴿2﴾... یوں ہی جب قارون نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام سے مدد مانگی اور آپ نے انکار فرما دیا تو **اللہ** ربّ العزت نے آپ کو محبت بھری خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: قارون نے آپ سے مدد مانگی اور آپ نے مدد نہ کی؟ مجھے اپنی عزت کی قسم! اگر وہ مجھ سے مدد مانگتا تو میں ضرور اس کی مدد کرتا اور اسے معاف کر دیتا۔

﴿3﴾... اسی طرح دیکھو کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کو آپ کی قوم کے معاملے میں (جبکہ آپ حکمِ الٰہی کا انتظار کئے بغیر ہجرت فرما گئے اور آپ کے پیچھے قوم نے توبہ کر لی) کیسا محبت کے ساتھ خفگی کا اظہار فرمایا کہ "آپ کو کدو کا پیڑ خشک ہونے کا غم ہے جسے میں نے ایک ساعت میں اُگایا اور ایک ساعت میں خشک کر دیا مگر ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کا غم نہیں فرماتے۔" پھر دیکھو کہ کس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کی قوم کا عذر قبول فرما لیا اور ان سے اپنا بڑا عذاب پھیر دیا حالانکہ عذاب انہیں گھیر چکا تھا۔

﴿4﴾... پھر ذرا اِس معاملے پر غور کرو جس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضور سیِّدُ الْمُرْسَلِیْن صَلَّی اللہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر محبت بھری خفگی کا اظہار کرتے ہوئے نصیحت فرمائی، واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم باب بَنی شَیْبَہ سے اندر تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو ہنستے دیکھا، ارشاد فرمایا: "تم کیوں ہنستے ہو، آئندہ میں تمہیں ہنستے ہوئے نہ دیکھوں۔" یہ فرما کر ابھی حجر اَسْوَد تک پہنچے تھے کہ فوراً اُن کی طرف واپس آئے اور ارشاد فرمایا: ابھی میرے پاس حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ سے ارشاد فرماتا ہے: "آپ میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس کیونکر کریں گے؟ آپ اُن سے فرمادیجئے کہ بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔"(1)

بندوں پر مہربانیاں

حضور نبیِّ رحمت، شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعَبْدِہِ الْمُؤْمِنِ مِنَ الْوَالِدَةِ الشَّفِیْقَةِ بِوَلَدِھَا یعنی اپنے بچے پر شفقت کرنے والی ماں سے بھی زیادہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے مومن بندے پر رحم فرمانے والا ہے۔"(2)

ایک مشہور حدیث مبارک میں ہے: بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس سو رحمتیں ہیں، رب تعالٰی نے اِن میں سے ایک رحمت انسانوں، جنوں اور جانوروں کے مابین تقسیم فرمادی تو ان کی باہمی محبتیں، شفقتیں اور مہربانیاں اسی ایک رحمت کے سبب ہیں جبکہ باقی 99 رحمتیں اُس نے اپنے لیے رکھی ہیں جن سے وہ قیامت میں اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔(3)

جب اس نے اپنی ایک رحمت سے دنیا میں تم پر کرم و محبت سے بھرپور یہ ساری

1... معجم کبیر، ۱۳، ۱۴/۷۳، حدیث: ۲۴۸، بتغیر، معجم اوسط، ۲/۷۸، حدیث: ۲۵۸۳، بتغیر

2... بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الولد... الخ، ۴/۱۰۰، حدیث: ۵۹۹۹ بتغیر قلیل

3... مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ... الخ، ص ۱۴۷۲، حدیث: ۲۷۵۲

عطائیں کی ہیں کہ تمہیں اپنی معرفت عطا کی، اس اُمَّتِ مَرحومہ میں پیدا کیا، طریقہ اہلِ سنَّت و جماعت کی پہچان نصیب کی اور وہ تمام ظاہری و باطنی نعمتیں جو تمہارے پاس موجود ہیں اُن سے نوازا تو اس کے فضلِ عظیم سے اس بات کی بھی اُمید ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کی تکمیل فرمائے گا کیونکہ احسان کو شروع کرنے والا اُسے پورا بھی فرماتا ہے اور وہ تمہیں باقی 99 رحمتوں سے بھی وافر حصہ عطا فرمائے گا۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے فَضْلِ عظیم سے محروم نہ کرے، بے شک وہ بڑا مہربان بادشاہ اور بڑا رحیم وجَوَاد ہے اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

خوف ورجا کے راستے کا تیسرا اصول

خوف واُمید کے بارے میں تیسرا اصول اُس ثواب یا عذاب کو یاد کرنا ہے جس کے متعلق وعدہ یا وعید آئے ہیں۔ اس حوالے سے ہم چار احوال بیان کریں گے: (۱)...موت (۲)...قبر (۳)...قیامت اور (۴)...جنت و دوزخ۔ اس کے علاوہ ان میں سے ہر مقام پر فرمانبرداروں و نافرمانوں اور کوشش کرنے والوں اور کوتاہی کرنے والوں کے لیے جو خطرات ہیں ان کا بھی ذکر کریں گے۔

موت کا بیان

کلمہ ضرور پڑھوں گا

میں اس بارے میں دو شخصوں کا حال بیان کرتا ہوں، ان میں سے ایک کا قصہ یوں ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابْنِ شُبْرُمَہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیِّدُنا امام شعبی رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ساتھ ایک مریض کی عیادت کے لیے گیا، ہم نے دیکھا

کہ وہ حالتِ نزع میں ہے اور پاس بیٹھا ایک شخص اسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کی تلقین کر رہا ہے۔ حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس شخص سے کہا: مریض کے ساتھ نرمی کرو۔ اتنے میں مریض بول اٹھا کہ ''یہ مجھے تلقین کرے یا نہ کرے میں کلمہ ضرور پڑھوں گا۔'' پھر اس نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی:

وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ (پ۲۶، الفتح:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے کہا: تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے ہیں جس نے ہمارے رفیق کو نجات بخشی۔

تین گناہوں کے سبب بُرا خاتمہ

دوسرے شخص کی حکایت کچھ یوں ہے کہ حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب کے ایک شاگرد کی وفات کا وقت آیا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اُس کے سرہانے بیٹھ کر سورہ یٰسٓ شریف کی تلاوت کرنے لگے، شاگرد نے کہا: استاد صاحب! یہ نہ پڑھیں۔ پھر آپ نے اسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے کی تلقین کی تو (مَعَاذَ اللہ) اس نے کہا: میں یہ بھی نہیں کہوں گا، میں اس سے بیزار ہوں۔ یہ کہہ کر وہ مر گیا تو حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ واپس اپنے مکان پر آئے اور 40 دن تک روتے رہے اور گھر سے باہر نہ نکلے پھر آپ نے اُس شاگرد کو خواب میں دیکھا کہ اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے، آپ نے اس سے پوچھا: کس سبب سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تجھ سے معرفت چھین لی حالانکہ تو میرے شاگردوں میں سب سے

زیادہ علم والا تھا؟ اس نے کہا: تین عیبوں کے سبب، ان میں سے پہلا چغلی ہے کہ میں اپنی ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ کو کچھ بتاتا تھا، دوسرا حسد ہے کہ میں ان سے حسد کرتا تھا اور تیسرا یہ ہے کہ مجھے ایک بیماری تھی، جب میں نے طبیب سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا: سال میں ایک پیالہ شراب کا پی لیا کرو ورنہ یہ بیماری ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے میں سال میں ایک بار شراب پیا کرتا تھا۔

ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی سے اس کی پناہ مانگتے ہیں بے شک ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے۔

قابلِ رشک موتیں

اب مزید دو شخصوں کا حال بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ نے حالتِ نزع میں آسمان کی جانب دیکھا تو مسکرادیئے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾ (پ٢٣، الصّٰفّٰت: ٦١)

ترجمۂ کنزالایمان: ایسی ہی بات کے لیے کامیوں کو کام کرنا چاہیے۔

اسی طرح کا واقعہ میں نے امامُ الحرمین حضرت سیِّدُنا ابو المَعَالی عبد الملک جُوَیْنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی سے سنا کہ حضرت سیِّدُنا امام ابو بکر بن فُوْرَک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بیان فرمایا: زمانہ طالبِ علمی میں میرا ایک ساتھی تھا جو ابھی ابتدائی طالبِ علم تھا، بہت محنتی، مُتَّقِی اور عبادت گزار تھا مگر باوجود محنت کے آگے نہیں بڑھ پاتا تھا تو ہمیں اس پر تَعَجُّب ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو خانقاہ میں صوفیا کے درمیان اپنی جگہ میں رہنے لگا اور شفاخانے میں نہیں گیا اور بیماری کے باوجود سخت عبادت وریاضت میں مشغول رہا جس

کے سبب اس کی حالت مزید خراب ہو گئی، میں اس کے پاس تھا کہ اچانک اس نے آسمان پر اپنی نظریں جمالیں اور کہا: ''اے ابْنِ فُوْرَک! ایسی ہی بات کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔'' اور اُسی وقت اس کا انتقال ہو گیا رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ۔

ماپ تول میں کمی کا وبال

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: میرا ایک پڑوسی تھا میں اس کی موت کے وقت اس کے پاس گیا تو وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا: اے مالک! اس وقت میرے سامنے آگ کے دو پہاڑ ہیں اور مجھے زبردستی ان پر چڑھنے کا کہا جارہا ہے۔ حضرت سیِّدُنا مالک بن دِینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کہتے ہیں کہ میں نے اس کے گھر والوں سے اس کا حال دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: اس شخص نے ماپنے کے دو پیمانے رکھے ہوئے ہیں، ایک سے خریدتا تھا اور دوسرے سے بیچتا تھا۔ میں نے وہ دونوں پیمانے منگوائے اور ایک کو دوسرے پر مار کر توڑ دیئے۔ پھر اس سے دریافت کیا: اب کیسا حال ہے؟ اس نے کہا: مجھ پر معاملہ اور زیادہ سخت ہوتا جارہا ہے۔

قبر کا بیان

نگاہِ شوق اور عشق بھرا دل

قبر اور بعدِ موت کے حالات سے متعلق دو اشخاص کا حال بیان کرتا ہوں۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: اے ابو عبد اللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے مجھ سے منہ پھیرتے ہوئے کہا: یہ کنیت

سے بلانے کا وقت نہیں۔ میں نے پھر پوچھا: اے سفیان! آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ عِیَانًا فَقَالَ لِیْ هَنِیْئًا رِضَائِیْ عَنْكَ یَابْنَ سَعِیْد

لَقَدْ کُنْتَ قَوَّامًا اِذَا اللَّیْلُ قَدْ دَجَا بِعَبْرَةٍ مُشْتَاقٍ وَ قَلْبٍ عَمِیْد

فَدُوْنَكَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ تُرِیْدُهٗ وَ زُرْنِیْ فَاِنِّیْ عَنْكَ غَیْرُ بَعِیْد

ترجمہ:(۱)...میں نے اپنے پروردگار کو بالکل واضح دیکھا،اس نے مجھے فرمایا:اے ابن سعید! تجھے میری رضا مبارک ہو۔(۲)...تو تاریک راتوں میں نگاہِ شوق اور عشق بھرے دل کے ساتھ قیام کرتا تھا۔(۳)...اب محلّات تیرے سامنے ہیں تو جو چاہے لے لے اور میرے دیدار سے لُطف اندوز ہو کہ میں تجھ سے دور نہیں۔

وقت کا کھیل

دوسرا واقعہ اُس شخص کا ہے جسے کسی نے خواب میں دیکھا کہ رنگ بدلا ہوا ہے اور دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہیں، اس سے پوچھا گیا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب میں یہ شعر پڑھا:

تَوَلّٰی زَمَانٌ لَعِبْنَا بِهٖ وَ هٰذَا زَمَانٌ بِنَا یَلْعَبُ

ترجمہ: وہ وقت گزر گیا جس سے ہم کھیلتے تھے اور یہ وہ وقت ہے جو ہم سے کھیل رہا ہے۔

شہید کی جنازے میں شرکت

بعدِ موت کے احوال سے متعلق دو اور آدمیوں کا حال بھی ذہن میں رکھو، ایک تو یہ کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: میرا ایک لڑکا شہید ہو گیا مگر وہ مجھے کبھی خواب میں

نظر نہ آیا، جس رات امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کا وصال ہوا اس رات وہ مجھے خواب میں نظر آیا تو میں نے پوچھا: بیٹا! کیا تم مُردے نہیں ہو؟ تو اس نے جواب دیا: نہیں بلکہ مجھے شہادت نصیب ہوئی ہے اور میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں زندہ ہوں اور مجھے رزق دیا جاتا ہے۔ میں نے کہا: آج کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا: آج آسمان والوں میں یہ ندا کی گئی: ”سنو! آج ہر نبی، صِدّیق اور شہید حضرت عمر بن عبد العزیز کے جنازہ میں شرکت کرے۔“ لہٰذا میں بھی ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے آیا تھا پھر نماز سے فارغ ہو کر آپ کو سلام کرنے چلا آیا۔

دوزخ کی سانس نے بوڑھا کر دیا

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت سیِّدُنا ہشام بن حسّان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: میرا ایک چھوٹا بچہ فوت ہو گیا، میں نے اسے خواب میں دیکھا تو وہ بوڑھا تھا، میں نے پوچھا: بیٹا! یہ بڑھاپا کیسا؟ اس نے کہا: جب فلاں شخص ہمارے پاس آیا تو اُسے دیکھ کر دوزخ نے ایک غصہ بھری سانس لی جس کے سبب ہم سب بوڑھے ہو گئے۔

ہم جہنم کے دردناک عذاب سے عظمت والے ربّ کی پناہ مانگتے ہیں۔

مہمان اور مجرم

جہاں تک قیامت کی بات ہے تو اس کے متعلق اس فرمانِ باری تعالیٰ میں غور کرو:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى

ترجمۂ کنزالایمان: جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور

جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ (پ۱۶، مریم: ۸۵، ۸۶) مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔

کوئی شخص قبر سے اُٹھے گا تو اُس کی قبر پر بُراق کھڑا ہو گا اور تاج اور حُلّے موجود ہوں گے پس وہ تاج اور اعلیٰ لباس زیبِ تن کرے گا اور بُراق پر سوار ہو کر نعمتوں بھری جنتوں کی طرف روانہ ہو گا اور اس کے اِعزاز وَاِکرام کی خاطر اس کو پیدل نہیں چلنے دیا جائے گا جبکہ کوئی شخص اپنی قبر سے نکلے گا تو عذاب کے فرشتے اور آگ کی بیڑیاں قبر پر موجود ہوں گی اور بد بخت کو دوزخ کی طرف پیدل بھی چلنے نہیں دیں گے بلکہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی و غضب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔ (اٰمین)

نیکی والوں پر مُواخذہ نہیں

میں نے بعض علمائے کرام سے یہ روایت سنی ہے کہ حضور نبیِّ غیب دان، رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا کچھ لوگ اپنی قبروں سے نکلیں گے تو اُن کے لئے سبز پروں والی سواریاں ہوں گی۔ وہ ان پر سوار ہوں گے تو وہ انہیں اُڑا کر میدانِ محشر میں لے جائیں گی حتّٰی کہ جب وہ جنت کی دیواروں تک پہنچیں گے تو فرشتے انہیں دیکھ کر ایک دوسرے سے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ جواب ملے گا: ہم نہیں جانتے، شاید یہ لوگ اُمتِ محمدیہ میں سے ہوں۔ پھر کچھ فرشتے ان کے پاس جا کر پوچھیں گے: تم کون ہو اور کس اُمّت سے ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہم اُمتِ محمدیہ میں سے ہیں۔ فِرشتے پوچھیں گے: کیا تمہارا حساب ہو چکا؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ پھر دریافت کریں گے: کیا تمہارے اَعمال کا وزن ہو چکا؟ وہ جواب دیں گے: نہیں۔ فِرشتے پوچھیں گے: کیا تم اپنے اَعمال نامے پڑھ چکے؟ وہ کہیں گے:

نہیں۔ پھر فرشتے ان سے کہیں گے: واپس لوٹ جاؤ کہ یہ سارے کام پیچھے ہوں گے۔ اِس پر وہ لوگ کہیں گے: کیا تم نے ہمیں کچھ دیا تھا جس پر ہمارا حساب ہو گا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ فرشتوں سے کہیں گے: دنیا میں ہم کسی شے کے مالک ہی نہیں تھے کہ عدل کرتے اور ظلم نہ کرتے، ہم نے تو بس اپنے ربّ تعالیٰ کی عبادت کی ہے حتّٰی کہ اس نے ہمیں بُلایا تو ہم آ گئے۔ اتنے میں ایک ندا آئے گی: میرے بندوں نے سچ کہا، نیکی کرنے والوں پر کوئی مواخذہ نہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ بخشنے والا مہربان ہے۔[1]

کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان نہیں سنا:

اَفَمَنْ یُّلْقٰى فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ (پ۲۴، حم السجدۃ: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا۔

کس قدر عظیم ہو گا وہ شخص جو قیامت کی ان ہولناکیوں، زلزلوں اور سختیوں کو دیکھے گا مگر بے خوف ہو گا اس کے دل میں کوئی گھبراہٹ داخل ہو گی نہ اُس کے دل پر کوئی بوجھ ہو گا۔ دعا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اور تمہیں ان سعادت مندوں میں داخل فرمائے اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

جنت ودوزخ کا بیان

ان کے مُتعَلِّق قرآنِ کریم کی ان دو آیتوں میں غور کرو:

﴿1﴾ ...

وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْیُكُمْ

ترجمۂ کنزالایمان: اور انھیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی ان سے فرمایا جائے گا یہ

---

1 ...بریقۃ محمودیۃ، الثامن والعشرون حب المال للحرام، ۲۶/۳

مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ (پ۲۹، الدھر: ۲۱، ۲۲) تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

دوسری آیت میں دوزخیوں کا حال بیان کرتے ہوئے ان کا قول بیان فرمایا:

﴿2﴾...

رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۰۷، ۱۰۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں رب فرمائے گا دُتکارے (ذلیل ہو کر) پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔

مروی ہے کہ "اس وقت وہ کتے بن جائیں گے اور جہنم میں بھونکتے پھریں گے۔" ہم دردناک عذاب سے رَءُوْف ورحیم رب کی پناہ مانگتے ہیں۔

سب سے بڑی مصیبت

حضرت سیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ جنت سے محرومی بڑی مصیبت ہے یا دوزخ میں ڈال دیا جانا کیونکہ جنت سے کسی صورت صبر نہیں اور دوزخ کو برداشت کرنے کی کسی میں ہمت نہیں، مگر نعمتوں کا فوت ہونا دوزخ کا عذاب برداشت کرنے سے ہر حال میں آسان ہے۔

پھر سب سے بڑی مصیبت تو دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے کیونکہ اگر اس سے نکلنے کی کبھی کوئی صورت ہوتی تب تو معاملہ کچھ آسان ہوتا مگر وہ تو ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے، بھلا کس دل میں اسے برداشت کرنے کی طاقت ہے اور کس جان میں اسے سہنے کی سکت ہے؟ اسی لئے حضرت سیِّدُنا عیسیٰ رُوْحُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: جہنم میں ہمیشہ رہنے والوں کا تذکرہ ڈرنے والوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ الرَّحْمَہ کی تمنا

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے سامنے ذکر ہوا کہ جو شخص سب سے آخر میں جہنم سے باہر آئے گا اس کا نام ہناد ہو گا اور اسے ایک ہزار سال تک عذاب دیا گیا ہو گا، وہ یہ کہتا ہوا جہنم سے باہر آئے گا: یاحَنَّان، یامَنَّان! (یعنی اے مہربان! اے احسان فرمانے والے)۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی رو پڑے اور فرمایا: کاش! میں ہناد ہوتا۔ لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: تم پر افسوس! کیا وہ ایک دن جہنم سے نکل نہیں جائے گا؟

میں کہتا ہوں: سارے معاملے کی اصل ایک بنیادی بات ہے جو کمر توڑ دیتی، چہرے زرد کرتی، دل ٹکڑے کرتی، جگر پگھلاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری کرتی ہے اور وہ بات ہے معرفتِ الٰہی کے چھن جانے کا خوف۔ یہی ڈرنے والوں کے ڈر کی انتہا ہے اور اِسی پر رونے والوں کی آنکھیں روتی ہیں۔

کہیں ایمان و معرفت چھن نہ جائیں

بعض بزرگوں رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے فرمایا: غم تین ہیں: (۱)...عبادت قبول نہ ہونے کا غم (۲)... گناہ کی بخشش نہ ہونے کا غم اور (۳)... معرفتِ الٰہی چھن جانے کا غم۔ جبکہ مُخْلِصِین فرماتے ہیں: حقیقت میں تمام غموں کی اصل ایک ہی غم ہے اور وہ ہے معرفت چھن جانے کا غم اور اس کے علاوہ سارے غموں کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان کا ختم ہونا ممکن ہے۔

حضرت سیِّدُنا یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ

میں حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کے پاس گیا تو وہ ساری رات روتے رہے، میں نے پوچھا: کیا آپ کا یہ رونا گناہوں پر ہے؟ تو انہوں نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: بارگاہِ الٰہی میں گناہ تو اس سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں، میں تو اس خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے اسلام کی دولت نہ سلب فرمالے۔

ہم احسان فرمانے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے ہم پر اپنی بڑی نعمت تمام فرمائے اور ہمیں ملتِ اسلام پر موت عطا فرمائے، بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

بُرے خاتمہ کا معنٰی اور اس کا سبب ہم نے اپنی کتاب "احیاءُ العلوم" میں ذکر کیا ہے اسے وہاں سے مطالعہ کرلو، یہاں اُسے ذکر کرنا طوالت کا باعث ہے، جو چند باتیں بیان ہوئی ہیں ان پر غور کرو کیونکہ بسا اوقات تفصیل بیان کی جائے تو مقصود رہ جاتا ہے اور کئی طرح کے وہم پیدا ہو جاتے ہیں، اسی پر غور کرلو امید ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد و توفیق سے فلاح پا جاؤ۔

درمیانی راستہ زیادہ بہتر ہے

اگر تم سوال کرو کہ کون سا راستہ زیادہ بہتر ہے خوف کا یا امید کا؟ تو جواب یہ ہے کہ نہ خوف کا نہ امید کا بلکہ ان دونوں کا درمیانی راستہ زیادہ بہتر ہے۔ منقول ہے کہ جس پر رجا یعنی امید کا غلبہ ہوگا وہ مرجئہ[1] ہو جائے گا، بسا اوقات اُس پر خرّمی[2] ہو

1... وہ لوگ جو کہتے ہیں جب ایمان ہو تو گناہ کوئی نقصان نہیں دیتے جیسے کفر میں نیکی کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ (التعریفات للجرجانی، باب المیم، ص۱۴۶)

2... خرّمیہ بَابَکْ خُرّمی کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے، بَابَکْ ایک زندیق شخص تھا اس نے اور...

نے کا اندیشہ بھی ہوتا ہے اور جس پر خوف غالب ہو گا وہ حَرُوری[1] ہو جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ بندہ صرف ایک جانب کو اختیار نہ کرے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی امید حقیقی خوف سے جدا نہیں ہو سکتی اور حقیقی خوف حقیقی امید کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ساری امید اہلِ خوف کے لیے ہے، بے خوفی سے انہیں کوئی واسطہ نہیں اور سارا خوف اہلِ امید کے لیے ہے، مایوسی وناامیدی سے انہیں کوئی تعلّق نہیں۔

خوف واُمید میں ترجیح کی صورت

اگر تم پوچھو کہ کیا کسی مخصوص حالت میں خوف اور امید میں سے کسی ایک کو ترجیح ہو سکتی ہے؟ تو جان لو کہ اگر بندہ صحت وتندرستی کی حالت میں ہو تو خوف زیادہ بہتر ہے اور بیماری وکمزوری کی حالت میں امید بہتر ہے، خاص طور پر جب سفرِ آخرت پر روانگی کا وقت ہو تو رحمتِ الٰہی سے امید غالب ہونی چاہیے۔ میں نے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام سے ایسا ہی سنا ہے۔ میں کہتا ہوں: وجہ یہ ہے کہ حدیثِ قدسی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: "میں ان لوگوں کے پاس ہوتا ہوں جن کے دل میرے خوف سے ٹوٹ چکے ہیں۔"[2] ایسی صورت میں امید کا غلبہ بہتر ہے کیونکہ دل ٹوٹا ہوا ہے اور قوت وصحت

......اس کے پیروکاروں نے مُحرَّمات کو حلال ومباح ٹھہرالیا تھا۔ مامون رشید کے دور میں ان کا بہت رعب ودبدبہ قائم ہو چکا تھا یہاں تک کہ انہوں نے کثیر بلادِ عجم طبرستان، رَے وغیرہ پر غلبہ پالیا تھا اور بالآخر بَابَکْ خُرَّمی کو مُعْتَصِم بِاللہ کے دور میں قتل کر دیا گیا۔ اس نے ۲۰۱ھ میں یا اس سے پہلے خروج کیا تھا اور اس کا قتل ۲۲۲ھ میں ہوا۔ (فتح الباری لابن حجر، ۷/۸۶،۸۷۔ ۱۳/۲۳۲)

1...یہ خوارج کا ایک فرقہ ہے جو کوفہ کے قریب ایک مقام حَرُوراء کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے حَرُورِیَّہ کہلایا۔ (النھایۃ لابن اثیر، باب الحاء مع الراء، ۱/ ۳۵۲)

2...حلیۃ الاولیاء، وھب بن منبہ، ۴/ ۳۴، رقم: ۴۶۶۴

کے وقت اس پر خوف غالب رہا اور اسی لیے بوقتِ موت ایسوں سے کہا جاتا ہے:

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا ترجمۂ کنزالایمان: کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔

(پ۲۴، حم السجدۃ: ۳۰)

تمنا اور امید میں فرق ہے

اگر تم کہو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ ظن کے بارے میں کثیر روایات آئی ہیں اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے پھر تو امید غالب ہونی چاہیے؟ تو یاد رکھو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ ظن کا مطلب یہ ہے کہ اس کی نافرمانی سے بچا جائے، اس کے عذاب سے ڈرا جائے اور اس کی عبادت میں خوب کوشش کی جائے۔ دیکھو یہاں ایک بنیادی بات اور عمدہ نکتہ ہے جس میں کثیر لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے، وہ نکتہ ہے امید اور تمنا میں فرق کیونکہ امید کی حقیقت اور بنیاد ہوتی ہے جبکہ تمنا کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی، اسے یوں سمجھو کہ ایک شخص کھیتی باڑی کرے، اس کی دیکھ بھال میں کوشش اور محنت کرے پھر فصل کاٹے اور کہے: ''مجھے امید ہے کہ سو بوری فصل ہو جائے گی۔'' تو یہ رَجاء اور اُمید ہے۔ اس کے برعکس دوسرا شخص وہ ہے جس نے موقع پر بیج نہیں ڈالا اور ایک دن بھی کھیتی باڑی کا کام نہیں کیا بلکہ گھر پر ہی سویا رہا اور سارا سال غفلت میں گزار دیا جب فصل کاٹنے کا وقت آیا تو کہنے لگا: ''اُمید ہے مجھے سو بوری غلّہ حاصل ہو جائے گا۔'' اب تم اس سے کہو گے: تُو یہ امید کیسے کر سکتا ہے یہ تو فقط آرزو اور تمنا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ تو اِسی طرح جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں خوب کوشش کرتا اور نافرمانی سے بچتا ہے پھر کہتا ہے: ''میں امید کرتا ہوں اللہ عَزَّوَجَلَّ میرے اس تھوڑے عمل کو قبول فرمائے گا، کمی کوتاہی کو پورا فرمائے گا، عظیم ثواب عطا کرے گا اور لغزشوں کو

معاف فرمادے گا اور مجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھا گمان ہے۔" یہ اس کی جانب سے حقیقی امید ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ غافل ہو، عبادات کو چھوڑ دے، گناہوں کا ارتکاب کرے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا و ناراضی اور اس کے وعدہ اور وعید کی کچھ پروانہ کرے پھر یہ کہنا شروع کر دے کہ "میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے امید کرتا ہوں کہ وہ مجھے جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے گا۔" تو یہ فقط اس کی لاحاصل آرزو و تمنا ہے جسے اس نے حسنِ ظن اور امید کا نام دے دیا ہے مگر در حقیقت یہ خطا اور گمراہی ہے۔

اسی مفہوم کو شاعر نے یوں بیان کیا:

تَرْجُو النَّجَاةَ وَ لَمْ تَسْلُكْ مَسَالِكَهَا　　اِنَّ السَّفِيْنَةَ لَا تَجْرِيْ عَلَى الْيُبْسِ

ترجمہ: تم نجات کی امید رکھتے ہو مگر اُس کے راستوں پر نہیں چلتے، سنو! کشتی خشکی پر نہیں چل سکتی۔

بے جا آرزوئیں لگانے والا

بیان کردہ بات کی وضاحت حضور نبی اکرم، رَسُوْلِ مُحْتَشَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے ہوتی ہے: 'اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَ تَمَنّٰى عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ الْاَمَانِيَّ یعنی عقلمند وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو نفسانی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بے جا آرزوئیں لگا بیٹھے۔[1]

حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بے شک کچھ لوگوں کو مغفرت

1... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الموت... الخ، ۴/۴۹۶، حدیث: ۴۲۶۰
جامع صغیر، ص ۴۰۲، حدیث: ۶۴۶۸

کی آرزوؤں نے غافل کر دیا حتّٰی کہ جب وہ دنیا سے جاتے ہیں تو ان کے پاس ایک نیکی بھی نہیں ہوتی، بندہ کہتا ہے: میں اپنے ربّ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا ہوں۔ مگر وہ جھوٹا ہوتا ہے کہ اگر وہ اچھا گمان رکھتا تو اچھا عمل بھی کرتا، پھر آپ نے یہ آیاتِ مبارکہ تلاوت فرمائیں:

﴿1﴾...

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ۠(۱۱۰) (پ۱۶، الکھف: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

﴿2﴾...

وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ(۲۳)

(پ۲۴، حم السجدۃ: ۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ ہے تمہارا وہ گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور اس نے تمہیں ہلاک کر دیا تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں۔

رحمت نیکوں سے قریب ہے

جعفر ضبعی بیان کرتا ہے کہ میں نے عبادت گزار حضرت ابو مَیْسَرہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو دیکھا کہ کثرتِ عبادت کی وجہ سے ان کی پسلیاں نظر آتی تھیں تو میں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم کرے! بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ انہیں جلال آ گیا اور فرمایا: "کیا تم نے مجھ میں کوئی ناامیدی والی بات دیکھی ہے؟ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔" ان کی اس بات نے مجھے رُلا دیا۔

جب حضراتِ انبیاء و رسل عَلَیْہِمُ السَّلَام اور اولیا و ابدال عَلَیْہِمُ الرَّحْمَه عبادت میں اس

قدر مشقت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے باوجود اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتے تھے تو بتاؤ کیا انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حسنِ ظن نہیں تھا؟ کیوں نہیں، انہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وسیع رحمت پر پختہ یقین اور اس کے جود و کرم پر تم سے بھی زیادہ حسنِ ظن تھا مگر وہ جانتے تھے کہ عبادت میں محنت و کوشش کے بغیر حسنِ ظن نہیں بلکہ جھوٹی آرزو اور دھوکا و غفلت ہے۔ اس بنیادی بات سے عبرت پکڑو، صالحین کے حالات پر غور کرو اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور توفیق دینے والا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

فصل پانچویں گھاٹی کا خلاصہ

عبادت پر ابھارنے والی باتوں یعنی خوف واُمید کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم ایک طرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کو دیکھو جو اس کے غضب پر غالب اور تمام اَشیاء کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کہ تم اُس اُمتِ مرحومہ میں سے ہو جو باری تعالیٰ کو بڑی پیاری ہے پھر تم اس کے فَضلِ عظیم اور کمالِ جود و کرم کا تصوُّر کرو اور یہ کہ اُس نے تمہارے لئے جو کتاب اُتاری ہے اُس کا آغاز ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم'' سے فرمایا ہے اور اِس پر بھی نظر رکھو کہ اس کریم رب نے کسی سفارشی اور گزشتہ خدمت کے بغیر تمہیں بے شمار ظاہری و باطنی نعمتوں اور مہربانیوں سے نوازا ہے تو دوسری طرف اس کے کمالِ جَلال و عظمت، اس کی عظیم قدرت و ہیبت نیز اس کے شدید غضب و ناراضی کا بھی تصوُّر کرو جس کے آگے آسمان اور زمین بھی نہیں ٹھہر سکتے، پھر معاملے کی نزاکت اور خطرے کے باوجود اپنی انتہائی غفلت، کثیر گناہوں اور سنگدلی کا بھی تصور کرو اور یہ کہ تمام عُیُوب اور پوشیدہ باتیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم و نگاہ میں ہیں۔ پھر تم اس کے پیارے وعدے اور اُس ثواب کو ذہن میں لاؤ جس کی حقیقت تک انسانی سوچوں کو رسائی نہیں،

پھر اس کی شدید وعید اور اُس دردناک عذاب کو بھی خیال میں لاؤ جسے انسانی قلوب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

الغرض کبھی تم اس کے فضل و کرم کو دیکھو، کبھی اس کے عذاب کا تصور کرو، کبھی اس کی رحمت ومہربانی پر نظر ڈالو اور کبھی اپنی زیادتیوں اور جُرموں کو دیکھو تو یہ تمام باتیں تمہارے اندر خوف ورَجاء کی کیفیت پیدا کر دیں گی اور تم درمیانی راہ پر چل پڑو گے اور بے خوفی اور نااُمیدی کی ہلاکت خیزی سے بچ جاؤ گے، ان دونوں وادیوں میں سرگرداں ہونے والوں اور ہلاک و برباد ہونے والوں کے ساتھ سرگرداں اور ہلاک ہونے سے محفوظ رہو گے اور حدِّ اعتدال والی شراب سے سرشار ہو گے پھر نہ تو صرف رَجاء(اُمید) کی ٹھنڈک سے ہلاک ہو گے اور نہ خوف کی آگ میں جلو گے۔ یہاں پہنچ کر تم اپنے مقصود سے ہمکنار ہو جاؤ گے اور دونوں باطنی بیماریوں سے بچ جاؤ گے، پھر تم اپنے نَفْس کو طاعت و بندگی پر آمادہ پاؤ گے اور وہ غفلت اور سُستی چھوڑ کر دن رات عبادت میں مصروف ہو جائے گا اور گناہوں اور ذلیل حرکتوں سے پوری طرح کنارہ کش ہو جائے گا۔ چنانچہ

حضرت سیِّدُنا نَوف بِکالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: نوف جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اُس کا شوق بڑھ جاتا ہے اور جب دوزخ کو یاد کرتا ہے تو اس کی نیند اُڑ جاتی ہے۔

پس جب تمہاری یہ حالت ہو جائے گی تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ اور ان خاص عبادت گزاروں میں سے ہو جاؤ گے جن کا تعارف ربّ تعالیٰ نے یوں کروایا ہے:

اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّ رَهَبًاؕ-وَ كَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ(۹۰) (پ۱۷، الانبیآء: ۹۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف سے اور ہمارے حضور گڑگڑاتے ہیں۔

اور اب تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِذن اور اس کے حُسنِ توفیق سے اس خطرناک گھاٹی کو عبور کرلیا، اب تمہیں دنیا میں بہت صفائی اور حلاوَت نصیب ہوگئی اور تم نے آخرت کے لئے ذخیرۂ عظیم اور اجرِ کثیر حاصل کرلیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ اپنی توفیق سے ہماری اور تمہاری مدد فرمائے، بے شک وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور سب سے بڑھ کر نوازنے والا ہے۔ نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی قوت عظمت والے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی توفیق سے ہے۔

چھٹی گھاٹی
عبادت کو خراب کرنے والی چیزوں کا بیان

اخلاص کی ضرورت واہمیت

عبادت کو خراب کرنے والی پہلی چیز اخلاص کا نہ ہونا (ریاکاری) ہے۔ اے میرے اسلامی بھائی! اللہ عَزَّوَجَلَّ حسنِ توفیق سے تمہاری اور ہماری مدد فرمائے۔ راستے کی پہچان اور اُس پر ثابت قدمی سے چلنے کے بعد اپنی کوشش (عبادت وبندگی) کو کھرا کرنا اور اُسے خراب وبرباد کرنے والی چیزوں سے بچانا تم پر لازم ہے اور اخلاص کو اپنانا، احسانِ الٰہی کو یاد رکھنا اور اخلاص کی ضد (ریاکاری) سے بچنا دو وجہ سے ضروری ہے:

پہلی وجہ: ایسا کرنے میں بہت فائدہ ہے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اچھی قبولیت اور ثواب کے حصول میں کامیاب ہونا ہے۔

دوسری وجہ: ایسا نہ کرنے میں عذاب اور خطرے کا سامنا ہے تو یوں عمل مردود ہو کر سارا یا تھوڑا ثواب ضائع ہو جائے گا جیسا کہ مشہور حدیث پاک میں مروی ہے کہ

حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: اَنَا اَغْنَی الْاَغْنِیَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا فَاَشْرَكَ فِیْهِ غَیْرِیْ فَنَصِیْبِیْ لَهٗ فَاِنِّیْ لَا اَقْبَلُ اِلَّا مَا كَانَ لِیْ خَالِصًا یعنی میں تمام بے نیازوں سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں جس نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کیا[1] تو میرا حصہ بھی اس کے لئے ہے، میں صرف وہی عمل قبول فرماتا ہوں جو صرف میرے لئے ہو۔

منقول ہے کہ بروزِ قیامت جب بندہ اپنے عمل کا ثواب تلاش کرتا ہو گا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اُس سے ارشاد فرمائے گا: کیا تجھے مجالس و محافل میں وُسعت نہیں دی گئی تھی؟ کیا تو دنیا میں سردار نہیں تھا؟ کیا تجھے خرید و فروخت میں فراخی نہیں ملی تھی؟ کیا تیری عزت نہیں کی گئی تھی؟

اخلاص نہ ہونے کی صورت میں اسی قسم کے دیگر خطرات و نقصانات ہیں۔

ریاکاری کی دو رسوائیاں اور دو مصیبتیں

میں کہتا ہوں: ریاکاری کے خطرات میں سے دو رسوائیاں اور دو مصیبتیں ہیں:

دو رُسوائیاں

﴾1﴿ ... پہلی رسوائی پوشیدہ ہے، یہ فرشتوں کے سامنے ہوتی ہے کہ فرشتے بڑے جوش سے بندے کے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں مگر اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”ان اعمال کو سِجِّیْن میں پھینک دو کیونکہ اس نے یہ میرے لئے نہیں کئے۔“ پس اس وقت بندہ اور عمل دونوں رُسوا ہوتے ہیں۔

---

1 ...مسلم، کتاب الزھد، باب من اشرک فی عملہ غیر اللّٰہ، ص ۱۵۹۴، حدیث: ۲۹۸۵

﴿2﴾... دوسری رسوائی علانیہ ہے اور وہ روزِ محشر ساری مخلوق کے سامنے ہو گی۔ حضور نبی اَکرم، نُوْرِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ریاکار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا: اے کافر! اے دھوکے باز! اے فاجر! اے خسارہ اٹھانے والے! تیری کوشش رائیگاں گئی اور تیرا اجر برباد ہو گیا، آج تیرے لئے کچھ نہیں ہے، آج ان کے پاس اجر تلاش کر جن کے لئے تو عمل کیا کرتا تھا۔[1]

ایک روایت یہ بھی ہے کہ "قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ کہاں ہیں وہ جو لوگوں کی عبادت کرتے تھے! کھڑے ہو جاؤ اور ان سے اپنا اجر لو جن کے لئے تم نے عمل کیا تھا کیونکہ میں ملاوٹ والا عمل قبول نہیں کرتا۔"[2]

دو مصیبتیں

﴿1﴾... پہلی مصیبت جنت سے محرومی ہے کیونکہ حضور نبیِّ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جنت نے کلام کیا اور کہا: میں ہر بخیل اور ریاکار پر حرام ہوں۔[3]

اس حدیث مبارک کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ بخیل سے مراد سب سے بدترین بخیل ہو یعنی وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کہنے میں بخل کرے جبکہ ریاکار سے مراد سب سے بدترین ریاکار ہو اور وہ منافق ہے جو ایمان و توحید کا دکھاوا کرتا ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص بخل اور ریاکاری سے باز نہ آئے اور اپنا

1... مسند الفردوس، ۲/۳۵۶، حدیث: ۶۹۰۱

2... جمع الجوامع، قسم الاقوال، حرف الهمزة، ۱/۳۳۶، حدیث: ۲۴۷۶

3... تاریخ ابن عساکر، ۱۵۱/۵۲، رقم: ۶۱۳۳، محمد بن بشر

لحاظ نہ کرے تو ایسی صورت میں دو خطرے ہیں: (۱)... بخل اور ریاکاری کی نحوست اس پر آپڑے اور وہ کفر کے گڑھے میں جا گرے اور جنت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائے (۲)... دوسرا خطرہ سلبِ ایمان ہے جو بندے کو دوزخ کا مستحق بنادیتا ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور اس کے سخت غضب سے اُس کی پناہ چاہتے ہیں۔

روزِ محشر کا پہلا فیصلہ

﴿2﴾... دوسری مصیبت دوزخ میں جانا ہے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ محبوبِ خدا، تاجدارِ انبیا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے قاریٔ قرآن، راہِ خدا میں جہاد کرنے والے اور مالدار کو بلایا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ قاری سے فرمائے گا: کیا میں نے اپنے رسول پر نازل کردہ کتاب تجھے نہیں سکھائی تھی؟ وہ عرض کرے گا: ہاں سکھائی تھی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ پوچھے گا: پھر تو نے اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں رات کی مختلف گھڑیوں اور دن میں صبح شام اِسے پڑھتا تھا۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے: تو نے جھوٹ کہا۔ پھر ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: بلکہ تو چاہتا تھا کہ تجھے قاری کہا جائے اور وہ دنیا میں کہہ لیا گیا۔ پھر مالدار کو پیش کیا جائے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے ارشاد فرمائے گا: کیا میں نے تجھے اتنی فراخی نہیں دی کہ تو کسی کا محتاج نہ رہا؟ وہ عرض کرے گا: جی! بالکل دی تھی۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میری تجھ پر عطا کے مقابل تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: میں اس کے ذریعے صلہ رحمی اور صدقہ خیرات کرتا تھا۔ ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی

کہیں گے: تو جھوٹا ہے پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تیری نیت یہ تھی کہ کہا جائے: فلاں بہت سخی ہے اور وہ کہہ لیا گیا۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں قتل ہونے والے کو حاضر کیا جائے گا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے پوچھے گا: تو نے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا: مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم ملا تو میں نے جہاد کیا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرمائے گا: تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے پھر ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: بلکہ تو چاہتا تھا کہ لوگ کہیں: فلاں بہت بہادر ہے۔ اور وہ کہہ لیا گیا۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا ہاتھ اپنے گھٹنے پر مارتے ہوئے فرمایا: اے ابو ہریرہ! مخلوق میں سب سے پہلے انہی کے ذریعے دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ [1]

دوزخ چیخ اٹھا

حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: دوزخ اور اہل دوزخ ریاکاروں کی وجہ سے چیخ اٹھیں گے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! دوزخ کیونکر چیخے گا؟ ارشاد فرمایا: اس آگ کی تپش کے سبب جس سے ریاکاروں کو عذاب دیا جائے گا۔

قیامت کے دن لاحق ہونے والی اِن رسوائیوں میں اہلِ بصیرت کے لئے درسِ عبرت ہے اور اپنے فضل سے ہدایت دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

اخلاص اور اس کی قسمیں

اگر تم کہو کہ ''آپ ہمیں اخلاص اور ریاکاری کی حقیقت، ان کا حکم اور عمل میں ان

1...ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الریاء والسمعة، ۴/۱۶۹، حدیث: ۲۳۸۹

کے اثر کے بارے میں بتائیں تو جان لو کہ ہمارے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ اخلاص دو طرح کا ہوتا ہے: (۱)... عمل میں اخلاص اور (۲)... طلبِ ثواب میں اخلاص۔

عمل میں اخلاص

عمل میں اخلاص یہ ہے کہ عمل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قرب، اس کے حکم کی تعظیم اور اس کے فرمان کی بجا آوری کا ارادہ ہو اور اس پر ابھارنے والی شے درست عقیدہ ہے اور اس کی ضد نفاق ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے عمل سے غَیْرُ اللّٰه کا قرب پانے کا ارادہ کیا جائے۔

ہمارے شیخ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: نفاق اس فاسد عقیدے کا نام ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں منافق کے دل میں پایا جاتا ہے۔ اس کا تعلّق ارادوں سے نہیں ہے اس کی ایک وجہ ہے جسے ہم اس کے مقام پر بیان کریں گے۔

طلبِ ثواب میں اخلاص

طلبِ ثواب میں اخلاص کا مطلب ہے: نیک عمل سے آخرت کے نفع کا ارادہ کرنا۔ ہمارے شیخ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ''کسی نیک کام سے آخرت کے نفع کا ارادہ کرنا کہ عمل مشکل ہونے کی صورت میں اُس سے پیچھے نہ ہٹا جائے بس اُس عمل کے ذریعے نفع کی امید لگی رہے۔'' اس قول میں بیان کردہ قیودات و شرائط کی وضاحت ہم کر چکے ہیں۔

حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰه عَلَیْهِ السَّلَام کے حواریوں نے ان سے پوچھا: خالص عمل کون سا ہے؟ آپ عَلَیْهِ السَّلَام نے ارشاد فرمایا: ''وہ عمل جسے تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے کرو اور یہ نہ چاہو کہ کوئی اس پر تمہاری تعریف کرے۔'' آپ عَلَیْهِ السَّلَام کا یہ فرمان ریاکاری چھوڑنے کا تقاضا کرتا ہے اور اِسے خصوصیت کے ساتھ اس وجہ سے ذکر کیا

کہ اخلاص کو تباہ کرنے میں یہ سب سے مضبوط سبب ہوتی ہے۔

اخلاص کی تعریفات

سیّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: اَلْاِخْلَاصُ تَصْفِیَۃُ الْاَعْمَالِ مِنَ الْمُکَدَّرَاتِ یعنی اعمال کو تمام خرابیوں سے پاک رکھنے کا نام اخلاص ہے۔

حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب نے فرمایا: اَلْاِخْلَاصُ دَوَامُ الْمُرَاقَبَۃِ وَنِسْیَانُ الْحُظُوْظِ کُلِّھَا یعنی تمام خوشیوں اور نفسانی تقاضوں کو بُھلا کر ہمہ وقت باری تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے کو اخلاص کہتے ہیں۔ اخلاص کا یہ مکمل بیان ہے۔

اخلاص کی نبوی تعریف

اخلاص کے بارے میں کثیر اقوال ہیں مگر حقیقت واضح ہونے کے بعد ان کو نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ تمام اَوَّلین وآخرین کے سردار حضرت محمد مصطفٰے، احمد مجتبیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تَقُوْلُ رَبِّیَ اللہُ ثُمَّ تَسْتَقِیْمُ کَمَا اُمِرْتَ تو کہے میرا ربّ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے اور پھر اس پر اس طرح ثابت قدم رہے جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے۔[1] یعنی اپنے نفس وخواہش کی پیروی مت کر اور صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر اور اس کی عبادت میں ثابت قدم رہ جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا ہر چیز سے اپنی نگاہ پھیر لی جائے اور یہی حقیقی اخلاص ہے۔

---

1 ...اتحاف السادة المتقين، كتاب النية والاخلاص والصدق، الباب الثانی، ۱۳/۱۰۶

ریا اور اس کی اقسام

اخلاص کی ضد ریاکاری ہے اور ریا کہتے ہیں: عَمَلِ آخرت سے دنیا کے نفع کا ارادہ کرنا۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱)...خالص ریاکاری اور (۲)...ملاوٹ والی ریاکاری۔

خالص ریاکاری یہ ہے کہ اُخروی عمل سے صرف دنیا کا نفع مقصود ہو اور ملاوٹ والی ریا یہ ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کا نفع مقصود ہو۔

عمل میں اخلاص، ریا اور نفاق کی تاثیر

جہاں تک اعمال میں اخلاص وریا کی تاثیر کا تعلق ہے تو عمل کا اخلاص یہ ہے کہ تم اپنے فعل کو عبادت بناؤ اور طلبِ ثواب میں اخلاص یہ ہے کہ تم اپنے فعل کو مقبول، کثیر ثواب و تعظیم والا بناؤ اور نفاق عمل کو ضائع کر دیتا ہے اور اسے عبادت بننے سے خارج کر دیتا ہے جس (عبادت) پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ثواب کا وعدہ ہے۔

کیا عارف سے ریا ممکن ہے؟

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک خالص ریاکاری عارف کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ البتہ ملاوٹ والی ریاکاری ممکن ہے جو نصف ثواب کو باطل کر دے گی جبکہ بعض علمائے کرام کے نزدیک عارف سے خالص ریاکاری بھی صادر ہو سکتی ہے اور اس سے عمل کے دُگنے ثواب کا نصف ضائع ہو جائے گا جبکہ ملاوٹ والی ریاکاری چوتھائی ثواب سے محروم کر دے گی۔

ہمارے شیخ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اگر آخرت کا تصور قائم ہو تو عارف سے خالص ریاکاری کا صدور نہیں ہو سکتا اور بھول طاری ہونے کی صورت

میں خالص ریا ممکن ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ عمل میں ریاکاری کی تاثیر یہ ہے کہ یہ عمل کو قبولیت سے روکتی اور ثواب میں کمی لاتی ہے اور نصف یا چوتھائی کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔ ان مسائل کی وضاحت کافی طویل ہے اور ہم نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" اور "اَسْرَارُ مُعَامَلَاتِ الدِّیْن" میں ان باتوں کی بڑی تفصیل بیان کی ہے۔

اخلاص کے احکام

اگر تم سوال کرو کہ اخلاص کا مقام کیا ہے، یہ کس عبادت میں پایا جاتا ہے اور کہاں واجب ہے؟ تو یاد رکھو کہ بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک اعمال کی تین قسمیں ہیں: (۱)...وہ اعمال جن میں دونوں طرح کا اخلاص پایا جاتا ہے، یہ اپنی اصل میں ظاہری عبادات ہیں۔ (۲)...وہ اعمال جن میں دونوں طرح کا اخلاص نہیں ہوتا، یہ اصل کے اعتبار سے باطنی اعمال ہیں۔ (۳)...وہ اعمال جن میں طلبِ ثواب کا اخلاص تو پایا جاتا ہے مگر عمل کا اخلاص نہیں پایا جاتا اور یہ وہ مباح امور ہیں جنہیں تیاریِ آخرت کے لیے اپنایا جاتا ہے۔

ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: عمل کا اخلاص ظاہری عبادات میں سے ہر اُس عمل میں پایا جاتا ہے جو غَیْرُ اللہ کی طرف پھر سکتا ہو جبکہ باطنی عبادات میں سے یہ اکثر میں پایا جاتا ہے۔ جہاں تک طلبِ ثواب کے اخلاص کی بات ہے تو فرقہ کَرَّامیہ والوں کے نزدیک: "یہ باطنی عبادات میں نہیں پایا جاتا کیونکہ باطنی عبادات کی اطلاع **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کو نہیں ہوتی یوں ان میں ریاکاری کی کوئی صورت نہیں لہٰذا طلبِ ثواب والے اخلاص کی کوئی حاجت نہیں۔" جبکہ ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر بندہ باطنی عبادت سے دنیاوی نفع کا ارادہ کرے تو یہ ریاکاری ہی ہے۔

میں کہتا ہوں: معلوم ہوا کہ کثیر باطنی عبادات میں دونوں طرح کا اخلاص پایا جاتا ہے یونہی نوافل میں بھی عمل شروع کرتے وقت دونوں طرح کا اخلاص ہونا ضروری ہے جبکہ زادِ آخرت کے لیے جن مباح امور کو اپنایا جاتا ہے ان میں طلبِ ثواب کا اخلاص تو پایا جاتا ہے مگر عمل کا اخلاص نہیں پایا جاتا کیونکہ حقیقت میں یہ مباحات عبادت نہیں ہوتے بلکہ عبادت کے لیے ایک قسم کی تیاری ہوتے ہیں۔

عمل میں اخلاص کا وقت

اگر تم یہ کہو کہ یہ تو دونوں قسم کے اخلاص کا موقع محل تھا، اب عمل میں ان کا وقت بھی بتا دیجئے تو یاد رکھو کہ عمل کا اخلاص تو فعل کے ساتھ لازمی جڑا ہوتا ہے اس سے مُؤَخَّر نہیں ہوتا جبکہ طلبِ ثواب کا اخلاص بسا اوقات عمل کے بعد بھی ہو سکتا ہے اور بعض علما عمل سے فراغت کے وقت اس کے پائے جانے کا اعتبار کرتے ہیں لہٰذا اگر عمل اخلاص پر ختم ہوتا ہے تو اخلاص والا اور ریاکاری پر ختم ہوتا ہے تو ریاکاری والا شمار ہو گا بعد میں اس کا مداوا نہیں ہو سکتا جبکہ فرقہ کَرَّامیہ والوں کا کہنا ہے: جب تک ریاکاری سے مقصود نفع حاصل نہ ہو جائے تب تک اس عمل میں اخلاص کو قائم رکھنا ممکن ہے اور اگر دنیاوی مطلوب حاصل ہو گیا تو اب اخلاص ضائع ہو گیا۔

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں: فرائض کے معاملے میں تو موت تک اخلاص کا ہونا ممکن ہے جبکہ نوافل میں ایسا نہیں ہے، ان میں فرق یہ ہے کہ فرائض میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو داخل فرمایا ہے لہٰذا امید ہے کہ وہ ذات اس معاملے میں آسانی اور فضل فرمائے جبکہ نوافل بندے نے خود اپنے اوپر لازم کیے ہیں لہٰذا اُس سے اُس شے کے حق کا مطالبہ کیا جائے گا جسے اُس نے خود پر لازم کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس مسئلے میں ایک فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اگر عمل کے شروع میں ہی ریاکاری کر چکا یا پھر عمل اخلاص سے عاری رہا تو ہماری بیان کردہ صورتوں کی روشنی میں وہ اس کا مداوا اور تلافی کر سکتا ہے۔ ان باریک مسائل میں مختلف لوگوں کے موقف اس لیے بیان کیے کیونکہ دورِ حاضر میں عمل کرنے والوں کی قِلّت اور اس راستے پر چلنے والوں کی رغبت کے کم ہونے سے ہم واقف ہیں اور مقصد یہ ہے کہ عبادت کا آغاز کرنے والے کو آسانی ہو جائے کہ اگر اسے اپنے مرض کی دوا ایک قول میں نہ ملے تو دوسرے میں مل جائے کیونکہ اعمال کی بیماریاں اور آفات مختلف ہیں۔ تم غور کرو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ سمجھ جاؤ گے۔

ہر عمل کے لیے علیحدہ اخلاص

اگر تم سوال کرو کہ کیا ہر عمل کے لیے الگ الگ اخلاص کی ضرورت ہوتی ہے؟ تو جان لو کہ اس بارے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ہر عمل کے لیے الگ اخلاص ہونا ضروری ہے جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ عبادتوں کے مجموعے کو اخلاص شامل ہو سکتا ہے۔ تو عمل کے کئی ارکان ہوتے ہیں جیسے نماز اور وضو تو ان دونوں کے لیے ایک ہی اخلاص کافی ہے کیونکہ صحیح یا خراب ہونے میں یہ ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں تو گویا یہ ایک ہی شے ہو گئے۔

ریا کی ایک خفیہ قسم

اگر تم پوچھو کہ کوئی بندہ اپنے عمل سے یہ ارادہ کرے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا کی بھلائی عطا فرمائے اور وہ مخلوق سے اپنی تعریف، شہرت یا کسی نفع کی چاہت بالکل نہ رکھے

تو کیا یہ ریاکاری ہو گی؟ تو یاد رکھو کہ یہ خالص ریاکاری ہے کیونکہ ہمارے علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے فرمایا: ریاکاری میں مراد و مقصود کا اعتبار ہوتا ہے، یہ اعتبار نہیں ہوتا کہ مراد کس سے مانگی جارہی ہے۔ پس اگر نیک عمل سے تمہاری مراد دنیا کا نفع ہو گی تو یہ ریاکاری ہے خواہ تم یہ مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگو یا لوگوں سے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: جو آخرت کی کھیتی چاہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی بڑھائیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہے ہم اسے اس میں سے کچھ دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

اور دیکھنے کے معنٰی کے لحاظ سے لفظ ''ریا'' اور اُس سے بننے والے الفاظ کا اعتبار نہیں ہے اور اِس بُرے ارادے کو اس لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اکثر دکھاوے کے طور پر واقع ہوتا ہے اور دکھاوا لوگوں اور ان کے دیکھنے کی وجہ سے ہے، پس اِسے سمجھ لو۔

ریا سے بچانے والی نیتیں

اگر تم یہ سوال کرو کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دنیا اِس لیے طلب کی جائے تاکہ لوگوں سے مانگنے سے بچا جائے اور عبادت پر دل جمعی نصیب ہو تو کیا یہ بھی ریاکاری ہو گی؟ تو جان لو کہ مال کی کثرت اور عزت و مرتبہ بندے کو لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے نہیں بچا سکتی بلکہ یہ چیز قناعت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کفالت پر پختہ یقین سے حاصل ہوتی ہے۔ رہی بات عبادتِ الٰہی پر دل جمعی کی تو اگر بارگاہِ الٰہی سے

دنیا طلبی میں بندے کی نیت یہی ہو تو اب یہ ریاکاری نہیں ہو گی۔ یونہی ہر وہ نیت جس کا تعلق آخرت سے ہو وہ ریاکاری نہیں ہو گی، اگر بندہ کسی نیک عمل سے آخرت کے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو یہ ریاکاری نہیں ہو گی کیونکہ یہ امور اس نیت کی وجہ سے نیکی بن جائیں گے اور اعمالِ آخرت میں شمار ہوں گے اور نیکی کا ارادہ ریاکاری نہیں ہوا کرتا۔

قابلِ تعریف نیتیں

یونہی اگر تم اپنے عمل سے یہ ارادہ کرو کہ لوگوں کے نزدیک تمہاری عزت ہو یا پھر ائمہ و مشائخ تم سے محبت کریں اور اس سے تمہارا مقصود اپنی بلندی یا دنیا کی طلب نہ ہو بلکہ یہ ہو کہ تمہیں مذہبِ حق کی مدد حاصل ہو جائے جس سے تم اہلِ بدعت کا رد کرو، علم پھیلاؤ اور لوگوں کو عبادت پر ابھارو تو یہ تمام نیتیں درست اور قابلِ تعریف ہیں، ان میں سے کوئی بھی نیت ریاکاری نہیں کیونکہ حقیقت میں ان سے مقصود آخرت کا معاملہ ہے۔

تنگدستی سے نجات کا وظیفہ

میں نے اپنے بعض مشائخ سے پوچھا کہ بعض اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کا معمول رہا ہے کہ وہ تنگدستی کے دنوں میں سورۂ واقعہ کی تلاوت کرتے ہیں تو کیا اس سے یہ مراد و نیت نہیں ہوتی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی اس تنگدستی کو دور فرما دے اور دنیا کو ان پر فراخ فرما دے؟ تو آخرت کے عمل سے سامانِ دنیا کا ارادہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ تو انہوں نے جو جواب عطا فرمایا اُس کا مفہوم یہ تھا کہ ان بزرگوں کی مراد یہ ہوتی تھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں قناعت عطا فرمائے یا پھر اتنا رزق عطا فرمائے کہ عبادت پر آسانی اور تعلیم و تعلُّم پر قوت حاصل ہو جائے اور یہ نیت نیک اِرادوں میں سے ہے دنیا کے اِرادوں میں سے نہیں۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رزق کے معاملے میں سختی اور تنگدستی کے وقت سورۂ واقعہ پڑھنے سے متعلِّق حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے احادیث و آثار وارد ہیں، حتّٰی کہ بوقتِ وصال جب حضرت سیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کو اس بات پر ملامت کی گئی کہ آپ نے اپنی اولاد کے لیے کوئی مال نہیں چھوڑا تو انہوں نے ارشاد فرمایا: میں ان کے لیے سورۂ واقعہ چھوڑے جا رہا ہوں۔

صوفیائے کرام کا اصل سرمایہ

حدیثِ مبارک میں اس کی اصل موجود ہے جب ہی ہمارے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اسے اختیار کیا ورنہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ انہیں دنیاوی معاملے کی تنگی یا فراخی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ یہ حضرات تو دنیا کی تنگی کو غنیمت جانتے ہیں، اس میں ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے میں لگے رہتے ہیں اور اس تنگی کو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عظیم نعمت شمار کرتے ہیں۔ جب انہیں دنیاوی کشادگی دی جاتی ہے تو ڈر جاتے ہیں حالانکہ اکثر لوگ اسے احسان و نعمت شمار کرتے ہیں۔ یہ نُفوسِ قدسیہ اس بات سے اس لیے ڈرتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ فراخی ان کے لیے امتحان اور مصیبت ہو اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ وہ اکثر بھوک کی حالت میں رہتے ہیں، مُتَقَدِّمِیْن صوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا: اَلْجُوْعُ رَأْسُ مَالِنَا یعنی بھوک ہمارا اصل سرمایہ ہے۔ پس یہ اہلِ تصوف کے مذہب کی بنیاد ہے اور میرا اور میرے مشائخ کرام کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے اسلاف کرام کا طریقہ بھی یہی رہا ہے اور جہاں تک تعلق ہے بعد والوں کا اس معاملے میں کوتاہی و سستی کرنے کا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

میں نے رزق کے معاملے میں اسلاف کا طریقہ اس لیے بیان کیا تا کہ کوئی مخالف جہالت کے سبب ان کو حقیر گمان نہ کرے اور عبادت کا آغاز کرنے والے خوش عقیدہ شخص کو کوئی غلط فہمی نہ ہو اور وہ یہ نہ کہے کہ "اہلِ علم اور اصحابِ صبر وریاضت کو لائق نہیں تھا کہ وہ دنیا کی خاطر وظیفے کریں۔" اور اُسے یہ پتا ہی نہ ہو کہ یہ چیز سنت سے ثابت ہے۔ پھر اس سے مقصود بھی حصولِ قناعت اورآخرت کی تیاری ہے ، کسی خواہش یا تنگدستی کا خوف ہرگز نہیں ہے۔ اکثر اوقات تم سورۂ واقعہ پڑھنے کے بعد دل میں قناعت محسوس کروگے اور کمزوری اور زیادہ کھانے کی حرص کو بھی مفقود پاؤ گے نیز تمہیں اپنے اندر کھانے پینے سے بے نیازی بھی محسوس ہوگی، جس نے اس کا تجربہ کیا وہ ان باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس تحقیق کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں توفیق عطا فرمائے۔

خودپسندی کا بیان

عبادت کو خراب کرنے والی دوسری شے خود پسندی (یعنی اپنے آپ کو اچھا سمجھنا) ہے، تمہارے لیے اس سے بچنا بھی درج ذیل دو وجہ سے ضروری ہے:

توفیق سے محرومی

پہلی وجہ: خود پسندی کی وجہ سے بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مدد وتوفیق سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ خود پسندی میں مبتلا ہونے والا ذلت ورسوائی اٹھاتا ہے اور جب بندے سے مدد اور توفیقِ الٰہی کا تعلُّق ٹوٹ جائے تو بندہ بہت تیزی سے ہلاکت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حضور سرورِعالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ثَلَاثٌ

مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ یعنی تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں: (۱)... بخل جس کی اطاعت کی جائے، (۲)... خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے اور (۳)... انسان کا خود کو اچھا جاننا۔"[1]

نیک عمل کی بربادی

دوسری وجہ: خود پسندی نیک عمل کو برباد کر دیتی ہے۔ اسی لیے حضرت سیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا: اے حواریو! کتنے ہی چراغوں کو ہوا نے بجھا دیا اور کتنے ہی عبادت گزاروں کو خود پسندی نے برباد کر دیا۔

جب بندے کا مقصود اور فائدہ عبادت ہے اور خود پسندی بندے کو اس سے محروم کر دیتی ہے حتّٰی کہ بندہ ایک نیکی بھی نہیں کر پاتا اور اگر بالفرض کر بھی لے تو اُسے خود پسندی برباد کر دیتی ہے حتّٰی کہ بندہ خالی ہاتھ رہ جاتا ہے تو ضروری ہے کہ اس برائی سے بچا جائے۔ یقیناً اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق دینے اور بچانے والا ہے۔

خود پسندی کی حقیقت اور حکم

اگر تم پوچھو کہ خود پسندی کی حقیقت، اس کا مفہوم، اس کا اثر اور حکم کیا ہے؟ تو سنو کہ خود پسندی کی حقیقت اپنے نیک عمل کو بڑا سمجھنا ہے۔ ہمارے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام کے نزدیک اس کی تفصیل یہ ہے کہ "بندہ عمل کی بزرگی کے حصول کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بجائے کسی شے، نفس یا لوگوں کی طرف منسوب کرے۔" نیز وہ فرماتے ہیں: بسا اوقات بندہ نفس، مخلوق اور شے تینوں کا ذکر کر کے خود پسندی کرتا

[1] ...شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ، ۱/۴۷۱، حدیث: ۷۴۵، معجم اوسط، ۴/۱۲۹، حدیث: ۵۴۵۲

ہے کبھی دو کا کرتا ہے اور کبھی ایک کا کرتا ہے۔

خود پسندی کی ضد احسان کو یاد کرنا ہے اور وہ یوں کہ بندہ سمجھے یہ عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ کی توفیق سے ہوا ہے اور اُسی نے اسے بزرگی عطا فرمائی اور اِس کے ثواب وقدر کو بڑھایا ہے۔ خود پسندی کے اسباب پائے جانے کے وقت ایسا کرنا فرض اور دیگر اوقات میں نفل ہے۔

عمل میں خود پسندی کا اثر

بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام فرماتے ہیں: خود پسند کے نیک اعمال کو ضائع کرنے کے معاملے میں انتظار کیا جاتا ہے اگر وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے تو اعمال محفوظ رہتے ہیں ورنہ ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور فرقہ کرامیہ کے بڑوں میں سے محمد بن صدر کا بھی یہی موقف ہے اور اس کے نزدیک عمل کا ضائع ہونا یہ ہے کہ عمل سے تمام اچھے نام اٹھا لیے جاتے ہیں یہاں تک کہ بندہ اس عمل پر کسی ثواب کا مستحق ہوتا ہے نہ تعریف کا اور ایک قول یہ ہے کہ خود پسندی کی وجہ سے صرف عمل کا ثواب دگنا ہونے سے رہ جاتا ہے۔

خود پسندی اور لوگوں کی تین اقسام

اگر تم سوال کرو کہ صاحبِ معرفت بندے پر یہ معاملہ کیسے مشتبہ ہو سکتا ہے کہ عملِ صالح کی توفیق، اس کی بزرگی اور ثواب کا بڑھنا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے فضل واحسان سے ہوتا ہے؟ تو جان لو کہ یہاں ایک عمدہ نکتہ اور بہترین ذخیرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

﴿1﴾... وہ لوگ جو ہر حال میں خود پسندی کا شکار رہتے ہیں اور وہ مُعْتَزِلَہ اور قَدَرِیَّہ ہیں، یہ لوگ اپنے افعال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کوئی احسان نہیں مانتے اور اس کی مدد، خاص

توفیق اور لطف و کرم کے منکر ہیں اور یہ اس شبہ کی وجہ سے ہے جو ان پر غالب آ گیا۔

﴿2﴾... وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان مانتے ہیں، یہ استقامت والے حضرات ہوتے ہیں۔ یہ کسی بھی عمل میں خود پسندی نہیں کرتے اور ایسا اُس بصیرت کی وجہ سے ہے جس سے انہیں عزت دی گئی اور اُس تائید و مدد کی وجہ سے ہے جس کے ساتھ انہیں خاص کیا گیا۔

﴿3﴾... وہ لوگ جو عام اہلِ سنت ہیں، یہ جب بیدار ہوتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان مانتے ہیں اور جب غفلت میں ہوں تو خود پسندی کا شکار ہو جاتے ہیں اور ایسا عارضی غفلت، عبادت میں سستی اور بصیرت میں کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

افعالِ قَدَرِیَّہ و مُعتَزِلَہ کی کیفیت

اگر تم پوچھو کہ قدریہ اور معتزلہ کے افعال واعمال کی کیفیت کیا ہے؟ تو جان لو کہ اس بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ "ان کی بدعقیدگی کی وجہ سے ان کے سب اعمال بے کار ہیں۔" اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب عقیدہ تقریباً مسلمانوں والا ہو تو تھوڑی بہت خرابی سے اعمال برباد نہیں ہوتے جب تک کہ ہر عمل میں خود پسندی نہ پائی جائے جیسا کہ اہلِ سنت کا عقیدہ ہر عمل میں خود پسندی سے رکاوٹ نہیں بنتا یہاں تک کہ انہیں بھی احسانِ خداوندی کی یاد سے خاص کیا جاتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تم سوال کرو کہ ریاکاری اور خود پسندی کے علاوہ بھی کوئی برائی ہے جو عمل کو برباد کر دے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہاں، ان دو کے علاوہ بھی کئی برائیاں ہیں مگر ان دو کو ہم

نے اس لیے خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ اعمال کو برباد کرنے میں ان کا بنیادی کردار ہے۔

10 چیزوں سے اعمال کو بچاؤ

ایک بزرگ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: بندے پر لازم ہے کہ عمل میں 10 چیزوں سے محفوظ رہے: (۱)...نفاق (۲)...ریاکاری (۳)... میل جول (۴)...احسان جتانا (۵)...تکلیف دینا (۶)...شرمندگی (۷)...خود پسندی (۸)...حسرت (۹)... سستی و کاہلی اور (۱۰)...لوگوں کی ملامت کا خوف۔

پھر ہمارے شیخ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ان میں سے ہر ایک کی ضد اور ان کی وجہ سے اعمال میں ہونے والے نقصان کو بیان فرمایا کہ نفاق کی ضد عمل کا اخلاص، ریاکاری کی ضد طلبِ ثواب کا اخلاص، میل جول کی ضد تنہائی و گوشہ نشینی، احسان جتانے کی ضد عمل کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سپرد کر دینا، تکلیف دینے کی ضد عمل کی حفاظت کرنا، شرمندگی کی ضد نفس کو مضبوط رکھنا، خود پسندی کی ضد احسانِ الٰہی کو یاد کرنا، حسرت کی ضد نیکی و بھلائی کو غنیمت جاننا، سستی و کاہلی کی ضد توفیقِ الٰہی کو بڑا سمجھنا اور لوگوں کی ملامت کے خوف کی ضد اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنا ہے۔

یاد رکھو کہ نفاق عمل کو برباد کرتا ہے، ریاکاری عمل کو مردود کر دیتی ہے، احسان جتانا اور تکلیف دینا اسی وقت صدقہ کو ضائع کر دیتا ہے جبکہ بعض حضرات کے نزدیک یہ دونوں صدقہ کے دگنے اجر سے محروم کر دیتے ہیں، ندامت و شرمندگی بالاتفاق عمل کو ضائع کر دیتی ہے، خود پسندی عمل کے ثواب کو دگنا ہونے سے روک دیتی ہے اور حسرت، سستی اور ملامت کا خوف عمل کی قدر و منزلت کو گھٹا دیتے ہیں۔

(حُجَّۃُ الْاِسْلَام امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُاللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں: اہلِ علم کے نزدیک

مقبول یا مردود ہونے کا تعلُّق تعظیم (بڑا جاننے) اور استخفاف (ہلکا سمجھنے) کی مختلف صورتوں سے ہے اور عمل کا ضیاع فعل اور سببِ فعل سے حاصل ہونے والے منافع کا باطل ہونا ہے۔ پھر کبھی اصل ثواب باطل ہوتا ہے اور کبھی وہ ثواب باطل ہو جاتا جو اصل پر دُگنا ہو کر ملتا ہے اور ثواب اُس نفع کو کہتے ہیں جس کا تقاضا اصلِ فعل اور اس کے قرائن و اَحوال کرتے ہیں اور دُگنا کہتے ہیں اس نفع پر زیادہ ملنے کو اور عمل کی قدر و قیمت اُس اضافے کو کہتے ہیں جو قرائن و احوال کے تقاضے کے باعث حاصل ہوتا ہے جیسے کسی نیک بندے کے ساتھ بھلائی کرنا، پھر والدین کے ساتھ بھلائی کرنا اِس سے بھی بڑھ کر ہے اور پھر کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اِن سب سے بڑھ کر۔ پس کبھی عمل میں قدر و منزلت تو ہوتی ہے مگر ثواب دگنا نہیں ہوتا۔ ان معانی کے بارے میں یہ ہماری تحقیق کا خلاصہ ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

فصل: ریاکاری و خود پسندی اور ان کے خطرات کا بیان

رکاوٹوں اور نقصان دہ چیزوں سے پُر اس خطرناک گھاٹی کو انتہائی احتیاط کے ساتھ عبور کرنا تم پر لازم ہے کیونکہ جس کے پاس عبادات کا سامان ہے اُس نے گزشتہ گھاٹیوں کو عبور کیا اور مشقتوں کو برداشت کیا تب کہیں جا کر اُسے عزیز و پیارا سامانِ عبادت حاصل ہوا اور اب اِس سامان کو خطرہ اِسی گھاٹی میں ہے، اس لیے کہ یہاں ایسی رکاوٹیں ہیں جہاں سامان چھننے کا ڈر ہے اور ایسی نقصان دہ چیزیں ہیں جن سے عبادات کو برباد کرنے والی آفتوں کے ظہور کا خوف ہے۔ پھر ان میں سب سے عام اور زیادہ خطرناک ریاکاری اور خود پسندی کی رکاوٹیں ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کے متعلق

انتہائی مفید اصول ذکر کریں گے اور تمہارے لیے ان کو کھول کر بیان کریں گے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو اِن کی رعایت تمہیں کفایت کرے گی۔

ریاکاری سے حفاظت کے چار اصول

پہلا اصول

ریاکاری سے بچاؤ کے لیے سب سے پہلے باری تعالیٰ کے اس فرمانِ عالیشان کو یاد رکھو:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾ (پ۲۸، الطلاق: ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کے برابر زمینیں حکم ان کے درمیان اُترتا ہے تاکہ تم جان لو کہ **اللہ** سب کچھ کرسکتا ہے اور **اللہ** کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

یہاں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ گویا یہ ارشاد فرما رہا ہے: زمین، آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے میں نے بنایا ہے اور ان میں میری کاریگری کے بہترین اور عمدہ نمونے ہیں اور میں نے تیرے دیکھنے پر اکتفا کیا ہے تاکہ تو جان لے کہ میں قادر بھی ہوں اور عالِم بھی، جبکہ تیری حالت یہ ہے کہ کوتاہیوں اور عیبوں سے بھرپور صرف دو رکعت پڑھتا ہے مگر تو اس پر اکتفا نہیں کرتا کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں، تیرے عمل کو جانتا ہوں، تیری تعریف کرتا ہوں اور تیرا عمل قبول کرتا ہوں بلکہ تو چاہتا ہے کہ لوگ تیرا عمل جانیں اور اس کی وجہ سے تیری تعریف کریں، کیا یہ وفاداری ہے؟ کیا یہ عقلمندی ہے؟ کیا کوئی عاقل اِسے اپنے لئے پسند کرتا ہے؟ افسوس ہے تجھ پر! کیا تو ناسمجھ ہے؟

دوسرا اصول

جس شخص کے پاس کوئی قیمتی پتھر ہو جسے بیچ کر وہ ایک لاکھ دینار حاصل کر سکتا ہو مگر وہ اسے ایک پیسے کا بیچ دے تو کیا یہ بہت بڑی بے وقوفی اور بڑا نقصان نہیں؟ اور اس کا یہ فعل اس کی پست ہمتی اور کم علمی کی دلیل نہیں؟ اور یہ اس کی کمزور رائے اور بے عقلی کا ثبوت نہیں؟ ضرور اس کی کم عقلی کا ثبوت ہے۔ یوہی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی اور ثواب کے مقابلے میں بندے کا لوگوں کی جانب سے تعریف کا خواہش مند ہونا لاکھوں دراہم بلکہ دنیا و مافیہا کے مقابلے میں ایک پیسے کے گھٹیا ہونے سے بھی زیادہ گھٹیا ہے۔ کیا یہ کھلا نقصان نہیں کہ تم ایسی حقیر تعریفوں کے بدلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ سے ملنے والی نایاب عزت و کرامت سے خود کو محروم کر دو۔

دنیا و آخرت دونوں مل جائیں گے

جب ریاکاری کا عمل نقصان دہ اور گھٹیا ہے تو تم صرف آخرت کا ارادہ کرو دنیا خود تمہارے پیچھے آئے گی بلکہ صرف رب عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ کرو وہ تمہیں دنیا و آخرت دونوں عطا فرما دے گا کیونکہ دونوں اسی کے قبضے میں ہیں جیسا کہ اس کا فرمانِ عالی شان ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ (پ۵، النسآء: ۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا و آخرت دونوں کا انعام ہے۔

اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ آخرت کے عمل پر دنیا تو عطا فرماتا ہے مگر دنیا کے عمل پر آخرت عطا نہیں فرماتا۔"[1]

---

1 ...الزھد لابن مبارک، باب ھوان الدنیا علی اللہ، ص۱۹۳، حدیث: ۵۴۹، "عمل" بدلہ "نیة"

پس جب تم اپنی نیت کو خالص کر لوگے اور تمہاری توجہ صرف آخرت پر ہوگی تو تمہیں دنیا و آخرت دونوں مل جائیں گی اور اگر تم نے صرف دنیا کا ارادہ رکھا تو اُخروی اجر سے اسی وقت محروم ہو جاؤ گے، بعض اوقات تمہاری چاہت کے مطابق دنیا ہاتھ نہیں آتی اور اگر آ بھی جائے تو باقی نہیں رہتی یوں تم دنیا و آخرت دونوں کے خسارے کا شکار ہو جاؤ گے تو اے عقل رکھنے والے! غور کر لے۔

تیسرا اصول

جن لوگوں کو دکھانے اور ان کی خوشنودی کی خاطر تم عمل کر رہے ہو اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ تم انہیں دکھانے کے لیے عمل کر رہے ہو نہ کہ اخروی فضیلت کے لیے تو انہیں تم پر غصہ آجائے گا، تمہیں ذلیل کریں گے اور اپنی نظروں سے گرا دیں گے تو عقلمند سے کیسے مُتَصَوَّر ہے کہ وہ ایسے کے لیے عمل کرے کہ جب اسے معلوم ہو جائے کہ یہ میری خوشنودی کا طلبگار ہے تو وہ اس پر غصہ ہو جائے اور اس کو کمتر جانے۔ لہٰذا اے کمزور انسان! اس ذات کے لیے عمل کرو، اسے اپنی کوششوں کا مرکز بناؤ اور اس کی رضا کی طلب کرو جو تم سے محبت کرے، تمہیں عزت دے اور تمہیں انعام عطا کرے حتّٰی کہ تمہیں راضی کر کے ہر ایک سے بے نیاز کر دے۔ اگر عقل ہے تو خبردار ہو جاؤ۔

چوتھا اصول

جس شخص کے پاس کوشش کا ایسا سرمایہ موجود ہو جس کے ذریعہ وہ دنیا میں سب سے بڑے بادشاہ کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتا ہو مگر وہ بادشاہ کو چھوڑ کر جھاڑو لگانے والے گھٹیا شخص کی خوشنودی کا طالب بنے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

یہ شخص بے وقوف و احمق ہے اور درست فیصلہ کرنے سے عاری اور بد نصیب ہے۔ ایسے سے کہا جائے گا: جب عظیم بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنا تیرے لئے ممکن تھا تو اسے ترک کرکے ایک جھاڑو لگانے والے کی خوشنودی حاصل کرنے کی تجھے کیا ضرورت تھی؟ پھر بادشاہ کی ناراضی کی وجہ سے وہ جھاڑو لگانے والا بھی تجھ سے ناراض ہو گیا لہٰذا تو سب ہی سے محروم رہا پس یہی حال ریاکار کا ہوتا ہے پھر یہ کہ حقیر، کمزور اور بے وقعت مخلوق کی خوشنودی حاصل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے حالانکہ بندہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے پر بھی قادر ہے جو کہ تمام مخلوق کی رضا کے مقابلے میں کافی ہے۔

بے انتہا خسارہ و محرومی

بالفرض اگر تمہاری بصیرت اور ہمت کم ہو کہ لامحالہ مخلوق کی خوشنودی کے طلبگار ہو تو پھر بھی تمہیں اپنی نیت و کوشش صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص کرنی چاہیے کیونکہ دل اور پیشانیاں اسی کے قبضے میں ہیں وہ دلوں کو تمہاری طرف پھیر دے گا، لوگوں کو تمہارا گرویدہ بنادے گا اور ان کے سینوں کو تمہاری محبت سے بھر دے گا یوں تم لوگوں کے نزدیک اس مقام تک پہنچ جاؤ گے جہاں تک اپنی کوشش سے پہنچنا تمہارے لئے ممکن نہیں تھا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا بلکہ اپنے عمل سے ربّ تعالیٰ کے بجائے مخلوق کی خوشنودی طلب کی تو ربّ تعالیٰ دلوں کو تم سے پھیر دے گا، لوگوں کو تم سے متنفر کر دے گا اور وہ تم سے ناراض ہو جائیں گے۔ یوں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اور مخلوق دونوں کی ناراضی کا سامنا کرنا پڑے گا پس اب اس سے بڑھ کر خسارہ اور محرومی اور کیا ہو سکتی ہے۔

نیتوں سے انجام میں فرق

حضرت سیِّدُنا امام حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کہا کرتا تھا: خدا کی قسم! میں ایسی عبادت کروں گا جس سے میرا چرچا ہو۔ اس غرض سے وہ سب سے پہلے مسجد میں جاتا اور سب سے آخر میں نکلتا، نماز کے وقت میں لوگ اُسے نماز پڑھتے ہی دیکھتے، وہ ہمیشہ روزے سے رہتا اور ذکر کے حلقوں میں شرکت کرتا۔ سات مہینے تک اس کا یہی معمول رہا مگر وہ جب بھی کہیں سے گزرتا تو لوگ کہتے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اس ریاکار کو اٹھالے۔" ایک دن اس نے خود کو ملامت کرتے ہوئے کہا: "میری تو سب عبادت اکارت گئی اب میں صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عبادت کروں گا۔" چنانچہ وہ اتنی ہی عبادت کرتا رہا اور اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا صرف اپنی نیت بدل کر نیکی کی طرف موڑ دی، اس کے بعد جب وہ لوگوں کے پاس سے گزرتا تو لوگ کہتے: اللہ عَزَّوَجَلَّ اس پر رحم فرمائے، اب یہ نیکی پر گامزن ہے۔ پھر حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝۹۶ (پ۱۶، مریم: ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کردے گا۔

یعنی ربّ تعالیٰ ان سے محبت فرمائے گا اور لوگوں کے دلوں میں بھی ان کی محبت ڈال دے گا۔ یقیناً کہنے والے نے سچ ہی کہا ہے:

یَا مُبْتَغِیَ الْحَمْدِ وَ الثَّوَابَا فِیْ عَمَلٍ تَبْتَغِیْ مُحَالًا

قَدْ خَیَّبَ اللہُ ذَا رِیَاءٍ وَ اَبْطَلَ السَّعْیَ وَالْکَلَالَا

مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّ اَخْلَصَ مِنْ خَوْفِهِ الْفَعَالَا

اَلْخُلْدُ وَ النَّارُ فِيْ يَدَيْهِ فَرَائِهٖ يُعْطِكَ النَّوَالَا

وَ النَّاسُ لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا فَكَيْفَ رَاَيْتَهُمْ ضَلَالَا

ترجمہ:(۱)...اے اپنے عمل سے لوگوں کی تعریف اور جزا تلاش کرنے والے! تو ناممکن کے پیچھے پڑا ہے۔(۲)...بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ریاکار کو نامراد کرتا اور اس کی کوشش وتھکاوٹ کو برباد کر دیتا ہے۔(۳)...جسے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کی امید ہے وہ اس کے خوف سے خالص عمل کرتا ہے۔(۴)...جنت و دوزخ اسی کے قبضہ میں ہیں لہٰذا اسی کو اپنا عمل دکھاوہ تجھے عطاؤں سے نوازے گا۔(۵)...اور لوگ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں پھر تو ان کے لیے بیکار کا دکھاوا کیوں کرتا ہے؟

خودپسندی سے بچانے والے اصول

خودپسندی سے بچاؤ کے لیے بھی ہم کچھ اصول بیان کرتے ہیں:

پہلا اصول

بلاشبہ بندے کے عمل کی قدر و قیمت اسی وقت ہوتی ہے جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے راضی ہو کر اسے قبول فرمالے ورنہ اس کی مثال اس مزدور کی سی ہو گی جو سارا دن دو درہموں کے لیے کام کرتا ہے اور اس چوکیدار کی طرح ہو گی جو دو پیسوں کے لیے تمام رات جاگ کر گزار دیتا ہے یونہی کاریگر اور مختلف پیشوں سے وابستہ افراد دن رات کام کرتے ہیں اور ان کا صلہ گنتی کے چند روپے ہوتا ہے تو اگر تم اپنے عمل کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف پھیر دو اور صرف ایک ہی دن کا روزہ رکھو تو تمہارے اجر کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ ترجمۂ کنزالایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب

حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ (پ۲۳، الزمر: ۱۰) بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

اور حدیثِ قدسی میں فرمایا: ”اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ یعنی میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسا اجر تیار کر رکھا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی آدمی کے دل پر اس کا کھٹکا گزرا۔“[1]

یہ تمہارا وہی دن ہے جس کی قیمت بہت مشقت اٹھانے کے باوجود دو درہم تھی مگر صبح سے رات تک روزہ رکھنے سے کس قدر قیمتی ہو گیا۔

وقت کی قدر و قیمت کیسے بڑھائیں؟

اگر تم ایک رات اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو تو دیکھو کہ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے صلہ اُن کے کاموں کا۔

یہ وہی رات ہے جس کی قیمت دو درہم یا دو پیسے تھی مگر اب کتنی قدر و قیمت والی ہو گئی بلکہ وہ گھڑی جس میں تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے دو رکعت ادا کیں بلکہ وہ سانس جس میں تم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا تو دیکھو ربّ تعالیٰ کیا ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىٕكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ (پ۲۴، المؤمن: ۴۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔

---

1 ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ، ۲/ ۳۹۱، حدیث: ۳۲۴۴

تمہاری سانسوں میں سے یہ سانس اور یہ گھڑی وہی تھی جس کی دنیا والوں کے نزدیک کوئی قدر تھی نہ تمہارے نزدیک، تم نے ایسی کتنی ہی ساعتیں اور کتنی ہی سانسیں بے کار و برباد کر دیں مگر جب یہی وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے گزرا تو اُس نے اپنے فضل سے اس کی قدر بڑھا دی اور قیمت کو زیادہ کر دیا تو اب عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے عمل کو کمتر اور کم قیمت سمجھے اور اسے صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کا احسان مانے کہ اس نے اس عمل کو اس قدر عزت بخشی اور بہت بڑی جزا عطا فرمائی ہے اور بندہ اپنے فعل کو اس بات سے بچائے رکھے کہ باری تعالیٰ کی پسند و مرضی کے خلاف صادر ہو اور خود کو حاصل ہونے والی قدر و قیمت جاتی رہے اور وہ اُنہی ذلیل و حقیر چند درہموں یا تھوڑے پیسوں کی طرف لوٹ جائے۔

قدر و قیمت مختلف ہونے کی مثال

اس کی مثال یہ ہے کہ انگور کے خوشے اور خوشبودار پھولوں کے گلدستے کی قیمت بازار میں ایک روپیہ ہے اگر کوئی بادشاہ کو یہ تحفے میں پیش کر دے تو بادشاہ اس سے خوش ہو جائے گا اور اپنی خوشی کے مطابق اسے ایک ہزار دینار سے بھی نواز دے گا، دیکھو اس محبت کی وجہ سے اس کی قیمت ایک ہزار دینار کو پہنچ گئی اور اگر بادشاہ اس سے خوش نہ ہو اور اس کا تحفہ قبول نہ کرے تو اس بندے کو وہی ایک دو روپے جیسی گھٹیا قیمت ہاتھ آئے گی۔ جو باتیں ہم نے کی ہیں وہ بھی ایسی ہی ہیں، خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کو دیکھو اور اپنے اعمال کو ان چیزوں سے بچاؤ جو انہیں عیب دار کر کے بارگاہ الٰہی میں مردود بنا دیں۔

دوسرا اصول

تم جانتے ہو کہ جب دنیاوی بادشاہ کسی شخص پر کھانے پینے، لباس یا چند فانی درہم ودینار کی نوازش کرتا ہے تو وہ شخص دن رات بادشاہ کی خدمت میں لگا رہتا ہے حالانکہ اس میں اسے ذلت وکمتری کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے پھر بھی وہ بادشاہ کی خدمت کے لیے کھڑا رہتا ہے حتّٰی کہ اس کے پاؤں سُن ہو جاتے ہیں، جب بادشاہ سواری پر سوار ہوتا ہے تو وہ اُس کے آگے پیچھے دوڑتا ہے، کبھی پوری رات اس کے دروازے پر چوکیدار بن کے کھڑا رہتا ہے، کبھی اس کے دشمن سے جنگ کرتا ہے اور اسے ختم کرنے کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے حالانکہ اس کا کوئی بدل نہیں، یہ ساری تکلیفیں اور مشقتیں وہ فقط دنیا کے حقیر وذلیل نفع کے لیے برداشت کرتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ نفع بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہوتا ہے، بادشاہ تو صرف ایک سبب ہے۔ اب دیکھو کہ تمہارا وجود ہی نہیں تھا تمہیں تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا فرمایا، پھر تمہاری بہترین پرورش فرمائی، پھر تمہارے دین اور دنیا میں تمہیں اس قدر ظاہری وباطنی نعمتیں عطا فرمائیں کہ تمہارا وہم وگمان بھی ان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۴)

پھر یہ دیکھو کہ تم دو رکعتیں ادا کرتے ہو حالانکہ ان میں بھی کئی عیب ہوتے ہیں اور ان پر تمہیں آخرت میں بہترین بدلہ اور کئی قسم کی عزتیں دینے کا وعدہ کیا گیا ہے پھر بھی تم ان دو رکعتوں کو بڑا جانتے اور ان پر خوش ہوتے ہو۔ اگر غور کرو تو تمہیں

معلوم ہو جائے گا کہ یہ اترانا عقلمند کی شان کے لائق ہر گز نہیں ہے۔

تیسرا اُصول

کوئی ایسی شان والا بادشاہ ہو کہ تمام بادشاہ وامرا اس کی خدمت کرتے ہوں، شُرَفا اور بڑے بڑے سردار اس کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہوں، عقلمند و دانا لوگ اس کے کام میں لگے ہوں، علما و دانشور اس کی تعریف کر کے فخر محسوس کرتے ہوں اور قوم کے بڑے اور سردار اُس کے آگے پیچھے گھومتے ہوں ایسا بادشاہ دہ عنایت ومہربانی کرتے ہوئے اگر کسی دیہاتی یا سبزی فروش کو اپنے پاس حاضری کی اجازت دے، اُس کی خدمت و تعریف کا اُن بادشاہوں، سرداروں اور بڑوں سے مقابلہ کرے، اُسے اپنی نشست گاہ کے قریب ممتاز جگہ عطا کرے اور اُس کی خدمت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے اگرچہ وہ ناقص وعیب زدہ ہو تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ "اس معمولی شخص پر بادشاہ نے بڑا احسان کیا ہے اور بڑی عنایت فرمائی ہے۔" پھر اگر یہ معمولی شخص اپنی عیب دار خدمت کے سبب بادشاہ پر احسان جتائے اور اپنی خدمت کو بڑا سمجھنے لگے اور اس کی وجہ سے خود پسندی کرے تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ "یہ تو بڑا بے وقوف اور پاگل ہے جسے کسی شے کی عقل نہیں۔"

سب سے بڑی بادشاہی

جب مذکورہ بات ثابت ہو گئی تو سمجھنا چاہیے کہ ہمارا معبود تو ایسا بادشاہ ہے کہ زمین وآسمان اور ان میں موجود ہر شے اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہ ایسا معبود ہے کہ زمین وآسمان کی ہر چیز چاہتے نہ چاہتے اسے سجدہ کرتی ہے اور اس کی بارگاہ کے

خادموں میں حضرت جبریل امین، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، حضرت عزرائیل عَلَیۡہِمُ السَّلَام، عرش اُٹھانے والے اور عرش کے ارد گرد ملائکہ کے سردار فرشتے اور رحمت کے فرشتے اور وہ تمام ملائکہ مُقرَّبِین ہیں جن کی تعداد اللہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان کے مقامات بڑے بلند، ان کے نُفُوس پاک اور ان کی عبادات بہت بڑی اور زیادہ ہیں، پھر بھی یہ اسی بارگاہِ عالی کے خادِم ہیں۔یونہی حضرت سیِّدُنا نوح، حضرت سیِّدُنا ابراہیم، حضرت سیِّدُنا موسٰی، حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیۡہِمُ السَّلَام اور تمام جہانوں سے بہتر حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دیگر تمام انبیا و رسل عَلَیۡہِمُ السَّلَام بھی اپنے اعلیٰ مراتب، عظیمُ الشان مناقب، باوقار مقامات اور عالی شان عبادات کے باوجود اِسی بارگاہ میں جھکنے والے ہیں۔اسی طرح حضرات علمائے کرام، ائمہ عظام، نیکوکار اور عبادت گزار بھی اپنے قابلِ فخر عظیم مراتب، پاکیزہ اجسام اور کثیر خالص عبادات کے باوجود اسی بارگاہ کے خُدّام ہیں۔

نوازشوں کے باوجود خود پسندی

دربارِ الٰہی کے ادنیٰ خادم دنیا کے بادشاہ اور زبردست لوگ ہیں جو عاجزی اور نرم دلی کے ساتھ خود کو حقیر جانتے ہوئے اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، اس کے سامنے جھک کر اپنے چہرے خاک پر رکھتے ہیں، گریہ وزاری کے ساتھ اپنی حاجتیں اس کے سامنے پیش کرتے ہیں، سر سجدے میں رکھ کر اس کے معبود ہونے اور اپنے ناقص ہونے کا اعتراف کرتے ہیں حتّٰی کہ وہ کبھی ان پر رحمت کی ایک نظر فرمادیتا ہے، اپنے فضل سے ان کی کوئی حاجت پوری کر دیتا ہے یا پھر اپنے بے پایاں کرم سے ان کی کوئی کوتاہی معاف فرمادیتا ہے۔ پس غور کرو کہ ایسی عظمت و جلال اور بادشاہی و کمال کے

ہوتے ہوئے اُس نے تمہیں حقیر وعیب زدہ ہونے کے باوجود اپنے دروازے پر حاضری کی اجازت دے رکھی ہے حالانکہ تمہاری حیثیت یہ ہے کہ اگر تم اپنے شہر کے سردار سے داخلے کی اجازت مانگو تو وہ اکثر تمہیں اجازت نہیں دیتا، اگر اپنے محلے کے امیر سے بات کرنا چاہو تو اکثر وہ تم سے بات نہیں کرتا اور اگر تم اپنے بادشاہ کو سجدہ بھی کر دو[1] تب بھی اکثر وہ تمہاری طرف توجہ نہیں کرتا۔ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اس کی ثنا کرو، اس سے بات کرو بلکہ کھل کر اپنی پریشانی اس پر پیش کرو، اپنی حاجتیں اس سے طلب کرو اور اپنے سخت معاملات میں اُس کی مدد چاہو۔ پھر یہ کہ وہ تمہاری عیب زدہ دو رکعتوں سے بھی راضی ہو جاتا ہے بلکہ ان پر اس قدر ثواب عطا فرماتا ہے کہ کوئی انسان سوچ بھی نہیں سکتا مگر پھر بھی تم اپنی ان دو رکعتوں پر خود پسندی میں مبتلا ہو، ان کو بہت کچھ سمجھتے ہو اور بڑا جانتے ہو اور اس معاملہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِحسان پر نظر نہیں رکھتے تو تم کتنے بُرے خادم اور کیسے جاہل انسان ہو؟ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی سے مدد کی درخواست ہے اور اِس جاہل نَفْس کی شکایت اسی کی بارگاہ میں ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔ اِس بات کو اچھی طرح پلے باندھ لو۔

فصل: فضلِ الٰہی بھلا کر اپنے عمل کو اچھا جاننے والا

اب ایک اور طریقے سے سمجھو کہ اگر کوئی بہت بڑا بادشاہ تحائف نذر کرنے کی

1... بطورِ مثال ایسا کہا ہے ورنہ حکم یہ ہے کہ سجدۂ تعظیمی حرام اور سجدۂ عبادت کفر و شرک ہے۔ (علمیہ)

اجازت دے اور اس کی خدمت میں امیر وکبیر، سردار وحاکم، بڑے بڑے عقل مند اور دولت مند لوگ قیمتی ہیروں، نفیس ذخیروں اور عمدہ مال و دولت کے تحائف پیش کرنے لگیں پھر اگر کوئی سبزی فروش کوئی معمولی سبزی یا کوئی دیہاتی انگور کا گُچھا لے کر آئے جس کی قیمت ایک دانق یا رتی بھر ہو پھر وہ ان بڑے بڑے لوگوں اور دولت مندوں کے مجمع میں شامل ہو جائے جو بہترین تحائف لے کر آئے ہوں اور بادشاہ اس فقیر سے اس کا تحفہ قبول کر لے اور اسے پسندیدگی اور قبولیت کی نگاہ سے دیکھے اور اس کے لئے بہترین شاہی خِلعت اور عزت و احترام کا حکم دے تو کیا یہ اس کا انتہائی فضل وکرم اور احسان نہ ہو گا؟ اس کے بعد یہ فقیر اگر بادشاہ پر احسان جتانے لگے، اپنے تحفے کو اچھا اور بڑا سمجھے اور بادشاہ کے احسان کو بھول جائے تو کیا اسے دیوانہ، بدحواس یا بے وقوف اور بدتمیز اور انتہائی نادان نہیں کہا جائے گا؟

خود پسندی سے بچانے والا تصوُّر

جب رات میں تم دو رکعتیں پڑھنے کھڑے ہو تو تصور کرو کہ اس رات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لیے کتنے ہی خُدَّام زمین کے مختلف گوشوں، جنگلوں، سمندروں، پہاڑوں اور شہروں میں کھڑے ہیں ان میں اِستقامت والے، صِدِّیقین، خوفِ خدا والے، دیدارِ الٰہی کا شوق رکھنے والے، ریاضت و مجاہدہ کرنے والے، عاجزی کرنے والے اور دنیا سے بے رغبت لوگ شامل ہیں۔ غور کرو کہ اس وقت بارگاہِ خداوندی میں خوفِ خدا سے لرزتی جانوں، پاک بدنوں، رونے والی آنکھوں، آباد دلوں، پاک سینوں اور صاف ستھرے اعضاء سے کس قدر صاف ستھری اور خالص عبادت و خدمت

پیش ہو رہی ہو گی اور رہی تمہاری نماز تو اگر چہ تم نے اس کو اچھی طرح ادا کرنے میں اخلاص و پختگی کے ساتھ اپنی طاقت بھر کوشش کی ہو گی لیکن پھر بھی اس شہنشاہِ اعظم کی بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل کہاں ہے اور اُن عبادات کے مقابلے میں اِس کی کیا حیثیت ہے جو وہاں پیش ہو رہی ہیں کیونکہ تم نے اسے غافل دل سے ادا کیا جس میں طرح طرح کے عُیوب شامل تھے، بدن گناہوں سے آلودہ وناپاک تھا اور زبان فُضول اور گناہ بھری باتوں سے لتھڑی ہوئی تھی پھر ایسی نماز اس کی عالی شان بارگاہ میں پیش ہونے کے قابل کہاں تھی اور اِس میں کہاں یہ صلاحیت تھی کہ اِسے ربُّ العِزت کی بارگاہ میں نذر کیا جائے؟

کیا کبھی ایسی کوشش کی؟

ہمارے شیخ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اے نادان! غور کر کیا تو نے کبھی اپنی کوئی نماز آسمان کی طرف بھیجنے میں ایسی کوشش کی جیسی تو امیروں کے گھر کھانا بھیجنے میں کرتا ہے؟ اور حضرت سیِّدُنا ابو بکر وَرَّاق عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الرَّزَّاق فرماتے ہیں: ''میں جب بھی نماز سے فارغ ہوتا ہوں تو اِس نماز پر اُس عورت سے زیادہ شرمندہ ہوتا ہوں جو بدکاری سے فارغ ہو کر شرمندہ ہو۔''

پھر ربِّ کریم سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی نے محض اپنے فضل و کرم سے ان دو رکعتوں کی قدر بڑھادی اور ان پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا حالانکہ تم اس کے بندے ہو، اس کا دیا ہوا کھاتے ہو اور تم نے یہ عمل بھی اس کی توفیق اور عمل کو آسان فرمانے کی بدولت کیا ہے، اس کے باوجود تم اِس پر خود پسندی کرتے ہو اور اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ

کا احسان بھول رہے ہو۔ خدا کی قسم! یہ تو سب سے بڑی خود پسندی ہے، اس کا صُدور کسی بے عقل جاہل، ناسمجھ غافل اور بھلائی سے محروم مردہ دل سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے فضل و کرم کا واسطہ دے کر بہترین سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

فصل خوابِ غفلت سے بیداری کی دعوت

اِس گھاٹی کے تین اہم امور

اِس ساری گفتگو کے بعد میں یہ کہوں گا: اے بندے! اس گھاٹی میں خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ ورنہ خسارہ اُٹھاؤ گے، یہ گھاٹی سخت دشوار گزار، نہایت کڑوی اور زیادہ نقصان دہ ہے جو تمہیں اس راہ میں پیش آنی ہے کیونکہ پچھلی تمام گھاٹیوں کے نتیجے کی انتہا یہیں ہوتی ہے۔ اگر تم یہاں سے بچ گئے تو غنیمت اور فائدہ حاصل کرو گے ورنہ تمام محنت رائگاں جائے گی، امیدیں خاک میں مل جائیں گی اور عُمر ضائع ہو جائے گی۔ یہاں آکر اس گھاٹی میں تین امور جمع ہو گئے ہیں:

(۱)... معاملہ انتہائی باریک ہے (۲)... نقصان سخت ہے اور (۳)... خطرہ بڑا ہے۔

معاملے کی باریکی یہ ہے کہ اعمال میں ریاکاری اور خود پسندی کی راہیں بہت باریک اور انتہائی پوشیدہ ہیں، ان پر دینی اُمور میں بصیرت رکھنے والا نہایت عقلمند، بیدار دل اور ہوشیار آدمی ہی آگاہ ہو سکتا ہے اور ان کو جاننا جاہل و نادان اور خوابِ غفلت میں پڑے شخص کے بس کی بات نہیں۔

عیب دار کپڑا اور فکرِ آخرت

میں نے نیشاپور میں اپنے بعض عُلَمائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے سنا کہ حضرت

سیِّدُنا عطا سلمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے انتہائی مضبوطی اور خوبصورتی سے ایک کپڑا بُن کر تیار کیا، پھر اسے اُٹھا کر بازار لے گئے اور ایک کپڑا فروش کو دکھایا مگر اس نے قیمت بہت تھوڑی لگائی اور کہا: اس میں تو یہ یہ عیب ہیں۔ آپ نے کپڑا لیا اور بیٹھ کر بہت زیادہ روئے، دوکاندار کو اپنے کئے پر ندامت ہوئی، اُس نے معذرت کی اور آپ کی منہ مانگی قیمت پر کپڑا لینے کے لئے تیار ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: بات وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو، یہ میرا پیشہ ہے اور میں نے اس کپڑے کو تیار کرتے ہوئے اس کی خوبصورتی اور مضبوطی میں اپنی تمام تر کوشش صرف کر دی حتّٰی کہ اس میں کوئی عیب نظر نہ آیا پھر جب میں نے اسے عیوب کو جاننے والے ماہر پر پیش کیا تو اس نے اِس میں وہ عیب بتائے جن سے میں غافل تھا تو پھر کل جب رَبُّ الْعٰلَمِیْن کے سامنے ہمارے اعمال پیش کیے جائیں گے تو ان میں کس قدر عیب اور کوتاہیاں ظاہر ہوں گی جن سے آج ہم بے خبر ہیں۔

ایک لفظ کی ریاکاری

ایک بزرگ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک رات میں سحر کے وقت سڑک کے کنارے واقع اپنے گھر کے ایک کمرے میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کر رہا تھا، جب میں نے سورت ختم کی تو مجھے کچھ اونگھ آ گئی، میں نے دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اُترا، اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا جو اس نے میرے سامنے پھیلا دیا، میں نے دیکھا تو اس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اور ہر کلمے کے نیچے دس نیکیاں لکھی تھیں مگر ایک کلمہ مٹا ہوا تھا اور اس کے نیچے کچھ بھی نہیں لکھا تھا، میں نے کہا: خدا کی قسم! میں نے یہ کلمہ بھی تلاوت کیا تھا مگر مجھے نہ وہ کلمہ نظر آرہا ہے نہ اس کا ثواب؟ اُس شخص نے کہا: تم نے سچ کہا یقیناً تم نے

اس کی تلاوت کی تھی اور ہم نے اسے لکھا بھی تھا مگر ہم نے عرش کی جانب سے ایک پکارنے والے کی ندا سنی کہ ''اس کلمے کو مٹادو اور اس کا ثواب ساقط کر دو'' چنانچہ ہم نے اسے مٹادیا۔ یہ سن کر میں خواب میں ہی رونے لگا اور کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: سڑک سے ایک شخص گزرا تو تم نے اسے سنانے کے لئے یہ کلمہ اونچی آواز سے پڑھا تھا پس اِس کا ثواب جاتا رہا۔

دو حج کا ضیاع

دوسرا اہم معاملہ نقصان کی شدت و سختی ہے اور وہ یہ ہے کہ ریاکاری اور خود پسندی کی آفت ایک ہی لمحے میں حملہ آور ہوتی ہے اور بعض اوقات 70 سال کی عبادت کو بھی برباد کر دیتی ہے۔ چنانچہ، منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک شخص کے مہمان بنے تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: کھانا اس تھال میں مت لانا جو میں پہلے حج کے موقع پر لایا تھا بلکہ اس تھال میں لانا جو میں دوسرے حج کے موقع پر لایا تھا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: بیچارے کی اس ایک بات نے دونوں حج ضائع کر دیئے۔

شمار نہ ہو سکنے والا ثواب

دوسرا یہ کہ تھوڑی سی عبادت جو ریاکاری اور خود پسندی کی آفت سے محفوظ ہو بارگاہِ الٰہی میں اس کی بے انتہا قدر و قیمت ہے اور بہت بڑی عبادت جس میں یہ آفات داخل ہو جائیں تو اس کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی سوائے یہ کہ ربّ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کا تدارُک فرمادے۔ چنانچہ

امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے کہ ''مقبول عمل ہرگز کم نہیں ہوتا اور مقبول عمل کم ہو بھی کیسے سکتا ہے؟''

حضرت سیِّدُنا امام نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا گیا: فلاں فلاں عمل کا ثواب کتنا ہے؟ آپ نے فرمایا: عمل جب قبول ہو جائے تو اس کا ثواب شمار نہیں کیا جا سکتا۔

ایک گھڑی 70 سال سے بڑھ گئی

حضرت سیِّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: تم سے پہلے ایک شخص تھا جس نے 70 سال تک روزہ رکھ کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی، وہ ایک ہفتے کے بعد روزہ افطار کرتا تھا، اس نے ربّ تعالیٰ سے ایک حاجت کا سوال کیا تو وہ پوری نہیں ہوئی، اس پر وہ اپنے نفس کو ملامت کرنے لگا کہ ''یہ تیری ہی وجہ سے ہے اگر تیرے پاس کوئی بھلائی ہوتی تو تیری حاجت پوری کر دی جاتی۔'' اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے یہ پیغام دیا: ''اے اِبنِ آدم! تیری یہ گھڑی جس میں تو نے اپنے نفس پر عتاب کیا تیری پچھلی ساری عبادت سے بہتر ہے۔''

ہیرا ہزار کوڑیوں سے بہتر

عقلمند کو اس کلام پر غور کرنا چاہیے کہ کیا یہ نقصان نہیں کہ ایک شخص 70 سال عبادت کی مشقت برداشت کرتا ہے اور دوسرا لمحہ بھر غور و فکر کرتا ہے تو اس کا لمحہ بھر غور و فکر 70 سال کی عبادت سے افضل ہو جاتا ہے، کیا یہ بڑا نقصان نہیں کہ تم 70 سال کی عبادت سے بہتر عمل یعنی لمحہ بھر غور و فکر کرنے پر قادر ہو مگر پھر بھی اسے بلاوجہ چھوڑ دو؟ کیوں نہیں! یہ واقعی بڑا نقصان ہے اور اس سے بے خبر رہنا اس سے بھی بڑا

خسارہ ہے۔ جس خصلت کی اتنی بڑی قیمت ہو اور ساتھ میں خطرات بھی موجود ہوں تو پھر ضروری ہے کہ اس خصلت کو ختم کرنے والی ہر چیز سے بچا جائے۔ ایسی باریکیوں پر عقلمندوں ہی کی نگاہ پڑتی ہے، وہ پہلے اِن اَسرار کو پہچاننے کا اہتمام کرتے ہیں اور بعد میں اُس کی رِعایت و حفاظت کا خیال رکھتے ہیں، اُن کی نگاہ اعمال کی ظاہری کثرت پر نہیں ہوتی، وہ کہتے ہیں کہ ''حیثیت تو خلاصہ و نچوڑ کی ہے کثرت کی نہیں۔'' اور یہ بھی کہتے ہیں: ایک ہِیرا ہزار کوڑیوں سے بہتر ہے۔

اس کے برعکس اس معاملے میں کم علم لوگوں کی نگاہ قاصر ہے، وہ ان معانی اور دلوں میں چھپے عیوب سے بے خبر ہیں اور رکوع و سجود میں مشغول ہو کر اور خود کو کھانے پینے وغیرہ سے روک کر اپنی جانوں کو تھکا دیتے ہیں، انہیں تعداد اور کثرت نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور وہ اعمال کے مغز و نچوڑ پر نظر نہیں رکھتے، ایسے اخروٹوں کی کثرت کا کیا فائدہ جن میں گودا نہ ہو؟ اور ایسے مکانوں کو بلند کرنے میں کیا نفع جن کی بنیادیں مضبوط نہ ہوں۔ ان حقائق کو اصحابِ کشف علما ہی جان سکتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

جلال و عظمت، انعامات اور عیوب و آفات

چھٹی گھاٹی میں تیسرا اہم معاملہ خطرے کا بڑا ہونا ہے، اس کے کئی پہلو ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تمہارا معبود ایسا بادشاہ ہے جس کی بادشاہت و عظمت کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی تم پر لاتعداد و بے شمار نعمتیں ہیں اور دوسری طرف تمہارا بدن ہے جو کثیر عیبوں اور بہت سی آفات سے بھرا پڑا ہے جبکہ معاملہ خطرناک ہے کہ اگر نفس

کی جلدی کی وجہ سے تم سے لغزش واقع ہو تو تمہیں عیب دار بدن اور برائی کی طرف مائل اور برائی کا حکم دینے والے نفس سے ایسا عمل صادر کرنا پڑے گا جو صحیح سالم اور ستھرا ہو، ربُّ العٰلَمِیْن کے جلال و عظمت کے لائق اور اس کی کثیر نعمتوں اور احسانات کا شکرانہ بن سکے اور اس کی بارگاہ میں پسند و قبولیت کے مقام میں واقع ہو۔ ورنہ تم ایسے عظیم نفع سے محروم ہو جاؤ گے جس سے محرومی کی سکت کسی نفس کو نہیں بلکہ بعض اوقات اس معاملے میں تمہیں ایسی مصیبت پہنچتی ہے جسے تم برداشت نہیں کرسکتے۔ خدا کی قسم! یہ ایک بڑی پریشانی اور عظیم کیفیت ہے۔

(یہاں تین باتیں ہیں:(۱)...بادشاہ کا جلال و عظمت(۲)...انعامات و احسانات(۳)...نفس کے عیوب وآفات)

جہاں تک بادشاہِ حقیقی کے عظمت و جلال کی بات ہے تو ملائکہ مُقَرَّبِیْن دن رات اس کی عبادت پر کمربستہ ہیں، بعض جب سے پیدا ہوئے ہیں تب سے حالتِ قیام میں، بعض رکوع میں، بعض سجدے میں اور بعض تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں، نہ قیام کرنے والے کا قیام پورا ہوتا ہے نہ رکوع کرنے والے کا رکوع، نہ سجدے کرنے والے کا سجدہ اور نہ تسبیح و تہلیل کرنے والوں کی تسبیح و تہلیل پوری ہوتی ہے اور یہ روزِ حشر تک اسی حالت میں رہیں گے اور صور پھونکے جانے کے وقت جب اس عبادت سے فارغ ہوں گے تو سب کے سب کہیں گے: سُبْحٰنَكَ مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ یعنی تو پاک ہے، ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کرسکے۔

اب ذرا تمام رسولوں کے سردار، تمام جہانوں میں سب سے بہتر، ساری مخلوق سے زیادہ علم والے اور سب سے افضل ہستی حضرت محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

وَسَلَّم کو دیکھو کہ بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے ہیں: ''لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ یعنی میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔''[1] مطلب یہ کہ میں تیری ایسی تعریف کرنے سے قاصر ہوں جس کا تو اہل ہے تو پھر ویسی عبادت کیسے کرسکتاہوں جس کا تو حق دار ہے۔ یونہی آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک موقع پر یہ ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی اپنے عمل سے جنت میں داخل نہیں ہو گا۔'' صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ بھی نہیں؟ ارشاد فرمایا: میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔[2]

بے شمار انعامات واحسانات

جہاں تک بات ہے بادشاہِ حقیقی کے انعامات واحسانات کی تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (پ۱۴، النحل: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو انھیں شمار نہ کر سکو گے۔

اور حدیثِ مبارک میں ہے کہ ''لوگوں کے اعمال کے تین دفتر ہوں گے، نیکیوں کا دفتر، گناہوں کا دفتر اور نعمتوں کا دفتر پھر نیکیوں کا نعمتوں سے مقابلہ کیا جائے گا تو ہر نیکی کے مقابل ایک نعمت لائی جائے گی حتّٰی کہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور بُرائیاں اور گناہ بچ جائیں گے تو ان کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ جو چاہے فرمائے۔''[3]

---

1 ...مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقال فی الرکوع والسجود، ص ۲۵۲، حدیث: ۴۸۶

2 ...بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ علی العمل، ۴/۲۳۸، حدیث: ۶۴۶۷

3 ...مسند بزار، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک، ۱۳/۹۹، حدیث: ۶۴۶۲ بتغیر

عیوب وآفات میں خطرناکی

باقی رہے نفس کے عیوب وآفات توان کا بیان پہلے ہی ہوچکا اور معاملے کی خطرناکی یہ ہے کہ آدمی نفس کے عیبوں اور آفتوں سے بے خبر رہتے ہوئے 70 سال تک عبادت میں محنت کرتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عبادت میں سے کوئی ایک عمل بھی قبول نہیں ہوتا اور کبھی کئی سال کی تھکاوٹ ومحنت ایک لمحہ سے برباد ہو جاتی ہیں اور سب سے خطرناک معاملہ یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور بندہ اُس کی عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے کر رہا ہوتا ہے، یوں وہ اپنا ظاہر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے اور باطن ودل لوگوں کے لئے بنا دیتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے ایسا دھتکارتا ہے کہ لوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

عتاب ورحمت بھری حکایت

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا: اے حسن کیا تجھے یاد ہے ایک دن تو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ لوگوں کی نظریں تیری طرف اُٹھیں تو تُو نے ان کے لئے اپنی نماز کو اور اچھا کر لیا، اگر تیری نماز کی ابتدا اخلاص میرے لئے نہ ہوتی تو آج میں تجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیتا اور ایک ہی بار میں تجھے اپنے قرب سے دور کر دیتا۔

بزرگوں کی باتیں

جب اہلِ بصیرت نے اس معاملے کی باریکی اور سختی میں غوروفکر کیا تو اپنے

معاملے میں ڈر گئے حتّٰی کہ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے اس عمل کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے تھے جو لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ

﴿1﴾... حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا فرماتی ہیں: میرا جو بھی عمل ظاہر ہو جائے میں اسے کسی گنتی میں نہیں لاتی۔

﴿2﴾... ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اپنی نیکیاں ایسے چھپاؤ جیسے اپنے گناہوں کو چھپاتے ہو۔

﴿3﴾... ایک دوسرے بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اگر تم نیکیاں چھپانے کے لیے کوئی جگہ بنا سکتے ہو تو ایسا کر لو۔

﴿4﴾... حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا سے پوچھا گیا: آپ کو کس چیز پر سب سے زیادہ نفع کی اُمید ہے؟ ارشاد فرمایا: اپنے عمل کے بڑے حصہ سے مایوس ہونے پر۔

﴿5﴾... ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع اور حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا اکٹھے ہوئے تو حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے کہا: یا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت ہو گی یا پھر جہنم۔ تو حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو گی یا جہنم۔ حضرت سیِّدُنا مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے فرمایا: مجھے آپ جیسے اُستاد کی ضرورت ہے۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا ابو یزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی فرماتے ہیں: میں نے 30 سال تک عبادت کی تو میں نے دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے: اے ابو یزید! ربّ تعالیٰ کے خزانے تو عبادت سے بھرے ہوئے ہیں اگر تو اس کی بارگاہ تک پہنچنا چاہتا ہے تو مسکینی اور انکساری اختیار کر۔

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا استاد ابو الفضل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے تھے: میں جانتا ہوں کہ میری عبادات مقبول نہیں۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: میں جانتا ہوں کہ مقبول ہونے کے لیے عمل کن چیزوں کا محتاج ہے اور یہ بھی خبر ہے کہ میں ان چیزوں کو نہیں بجالاتا تو یوں مجھے پتا ہے کہ میری عبادات مقبول نہیں۔ عرض کی گئی: تو پھر آپ عبادات کیوں کرتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: اس اُمید پر کہ کسی دن اللہ عَزَّ وَجَلَّ میری اصلاح فرمادے تو نفس نیکی کا عادی بن چکا ہو اور پھر مجھے نفس کو عبادت کی طرف پھیرنا نہ پڑے۔

یہ حال ان لوگوں کا ہے جو مجاہدات کرنے اور مشکلات کو عبور کرنے والے تھے۔ اسی کے لیے ایک شاعر نے کہا:

فَاطْلُبْ لِنَفْسِكَ صُحْبَةً مَّعَ غَيْرِهِمْ ‏ ‏ ‏ وَقَعَ الْاِيَاسُ وَخَابَتِ الْاٰمَال

هَيْهَاتَ تُدْرِكُ بِالتَّوَانِیْ سَادَةً ‏ ‏ ‏ كَدُّوا النُّفُوْسَ وَ سَاعَدَ الْاِقْبَال

ترجمہ: اپنے نفس کے لیے اِن نفوسِ قدسیہ کے علاوہ کوئی صحبت تلاش کر کیونکہ مایوسی پھیل چکی اور امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ہائے فسوس! تو سستی کے ساتھ اُن سرداروں سے ملنا چاہتا ہے جنہوں نے اپنی جانوں کو تھکا دیا اور توفیق اُن کی مددگار رہی۔

پھر مجھے خیال ہوا کہ میں یہاں صادق و مصدوق آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وہ حدیثِ مبارک بیان کروں جسے میں نے کئی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ

دل کو ہلا دینے والی روایت

حضرت سیِّدُنا ابنِ مبارک حضرت سیِّدُنا خالد بن معدان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے حضرت سیِّدُنا معاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے عرض کی: مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے خود پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنی ہو اور اُسے حفظ کیا ہو اور وہ حدیث اپنی شدت واہمیت کی وجہ سے آپ کو روز یاد آئی ہو۔ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پھر کافی دیر تک روتے رہے، اس کے بعد فرمایا: ہائے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور ہائے آپ کی ملاقات کا شوق! پھر فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ سواری پر سوار ہوئے اور مجھے بھی اپنے پیچھے سوار کر لیا پھر ہم چلے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی نگاہ آسمان کی جانب اُٹھائی اور کہا: تمام تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے جو اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ اے معاذ! میں نے عرض کی: لَبَّیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْن یعنی اے تمام رسولوں کے سردار! میں حاضر ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: میں تجھ سے ایسی بات بیان کرنے لگا ہوں کہ اگر تو اُسے یاد رکھے تو تجھے نفع دے گی اور اگر تو نے اُسے ضائع کر دیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تیری حُجَّت ختم ہو جائے گی۔

اے مُعاذ! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے زمین اور آسمان کی پیدائش سے پہلے سات فرشتوں کو پیدا فرمایا اور ہر آسمان کے دروازے پر اس دروازے کی قدر و منزلت کے مطابق ایک ایک فرشتے کو دربان مقرر فرمایا، پس کِرَاماً کَاتِبِیْن بندے کے اَعمال لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اُن میں سورج کی سی روشنی اور چمک ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ پہلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور کِرَاماً کَاتِبِیْن اُس کے عمل کو بہت زیادہ اور خالص سمجھتے ہیں پھر جب وہ دروازے پر پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ اُن سے کہتا ہے: اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو۔ میں غیبت پر مقرر فرشتہ ہوں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے، وہ

مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

پھر دوسرے دن فرشتے ایسے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں جن میں نور ہوتا ہے فرشتے اسے بہت زیادہ اور پاکیزہ سمجھتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ دوسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو کیونکہ اس عمل سے اس کی نیت دنیا کمانے کی تھی، مجھے میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہے کہ میں کسی ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ پھر فرشتے شام تک اُس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

کِرَاماً کَاتِبِیْن بندے کے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں اور اُن سے بڑا خوش ہوتے ہیں، اُن میں صدقہ، روزہ اور بہت سی نیکیاں ہوتی ہیں، فرشتے ان کو بہت زیادہ اور پاکیزہ خیال کرتے ہیں، پھر جب وہ تیسرے آسمان تک پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ کہتا ہے: ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو، میں تکبر والوں پر مقرر فرشتہ ہوں، میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں کسی ایسے آدمی کا عمل اُوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہو یہ آدمی مجلسوں میں لوگوں پر بڑائی مارتا ہے۔

یوں ہی فرشتے بندے کے اعمال لے کر اُوپر جاتے ہیں، وہ اعمال ستاروں کی طرح چمک رہے ہوتے ہیں اور اُن میں تسبیح کی آواز ہوتی ہے، اُن میں نماز، روزہ اور حج وعمرہ ہوتا ہے، جب فرشتے ان اعمال کو لے کر چوتھے آسمان پر جاتے ہیں تو وہاں مقرر فِرِشتہ اُن سے کہتا ہے: ٹھہر جاؤ اور اس عمل کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو، میں خود پسندی والوں کا فرشتہ ہوں، میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ایسے آدمی کا عمل اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہوتا

ہے، اس آدمی نے جب بھی کوئی عمل کیا اُس میں خود پسندی کا شکار ہو گیا۔

اسی طرح فرشتے کسی بندے کے اعمال لے کر اوپر جاتے ہیں وہ اعمال اس طرح آراستہ ہوتے ہیں جیسے دلہن سُسرال جانے کے وقت سجتی ہے، ان اعمال میں جہاد وحج جیسے اعمال ہوتے ہیں۔ اُن کی چمک سورج جیسی ہوتی ہے۔ جب فرشتے انہیں لے کر پانچویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو دربان فرشتہ کہتا ہے: میں حسد کرنے والوں کا فرشتہ ہوں، یہ آدمی لوگوں پر اُن چیزوں میں حسد کرتا تھا جو اُن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے فضل سے دی ہیں، یہ آدمی خدا تعالیٰ کی پسند پر ناراض تھا۔ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں ایسے شخص کا عمل اُوپر نہ جانے دوں جو اسے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہوا۔

اور فرشتے کسی بندے کا عمل لے کر اوپر جاتے ہیں، اُن میں کامل وضو، بہت سی نمازیں، روزے، حج اور عمرہ ہوتا ہے وہ چھٹے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں تو دروازے پر مقرر نگہبان فرشتہ کہتا ہے: میں رحمت کا فرشتہ ہوں، اِن اعمال کو عمل کرنے والے کے منہ پر دے مارو کیونکہ یہ آدمی کبھی کسی انسان پر رَحم نہیں کرتا تھا اور کسی بندے کو مصیبت پہنچتی تھی تو خوش ہوتا تھا۔ میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں اُس کے اعمال اوپر نہ جانے دوں جو مجھے چھوڑ کر غیروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

یوں ہی فرشتے ایک بندے کا عمل لے کر اوپر چڑھتے ہیں جس میں بہت سا صَدَقہ، نماز، روزہ، جہاد اور پرہیز گاری ہوتی ہے، اُن کی آواز گرج کے جیسی اور چمک بجلی کی چمک جیسی ہوتی ہے، پھر جب وہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس آسمان پر مقرر فرشتہ کہتا ہے: میں تذکرہ وشہرت پر مقرر فرشتہ ہوں، اِس عمل والے نے اپنے عمل سے مجلسوں میں تذکرہ، دوستوں میں بلندی اور بڑے لوگوں کے نزدیک جاہ پسندی کی نیت

کی تھی، میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ میں اس کے عمل کو اُوپر نہ جانے دوں کہ یہ مجھے چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ہر وہ عمل جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے خالص نہ ہو وہ ریاکاری ہے اور رِیاکار کا عمل اللہ عَزَّوَجَلَّ قبول نہیں فرماتا۔

اِسی طرح کِرَامًا کَاتِبِیْن بندے کے اَعمال یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ، عمرہ، اچھا اخلاق، خاموشی اور ذکرِ الٰہی لے کر اوپر جاتے ہیں اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے اُن کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ تک پہنچ کر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بندے کے عمل کے نیک اور خالص ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: تم میرے بندے کے عمل کے محافظ ہو جبکہ میں اُس کے دل کی نگرانی کرنے والا ہوں۔ اس نے اپنے اس عمل سے میرا ارادہ کیا نہ اِسے میرے لئے خالص کیا اور اس عمل سے اس کی جو نیت تھی میں اسے خوب جانتا ہوں، اس پر میری لعنت ہے، اس نے بندوں کو بھی دھوکا دیا اور تم کو بھی دھوکا دیا مگر یہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا کیونکہ میں غیبوں کا جاننے والا ہوں، دلوں کے خیالات سے واقف ہوں، کوئی چھپی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں اور کوئی بھی دور چیز مجھ سے دور نہیں، میرا علم حال کے متعلق بھی اُسی طرح ہے جیسے مستقبل کے متعلق ہے اور گزری ہوئی چیزوں کے ساتھ میرا علم اُسی طرح ہے جیسا کہ باقی و موجودہ چیزوں کے ساتھ اور پہلے لوگوں کو بھی میرا علم ویسے ہی محیط ہے جیسا بعد والوں کو محیط ہے، میں ہر پوشیدہ در پوشیدہ کو خوب جانتا ہوں، پھر بھلا میرا بندہ مجھے دھوکا کیسے دے سکتا ہے؟ وہ تو صرف بے خبروں کو دھوکا دیتا ہے جبکہ میں تو غیبوں پر بھی باخبر ہوں، اس بندے پر میری لعنت ہے۔ اب ساتوں فرشتے اور ساتھ جانے والے تین ہزار ملائکہ کہتے

ہیں: اے ہمارے ربّ! اس پر تیری لعنت اور ہماری بھی لعنت۔ پھر آسمان والے کہتے ہیں: اِس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت۔

اس کے بعد حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بہت زیادہ روئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس سے خلاصی اور نجات کی کیا صورت ہے؟ ارشاد فرمایا: اے مُعاذ! یقین کے ساتھ اپنے نبی کی پیروی کرو۔ میں نے عرض کی: آپ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اور میں مُعاذ بن جَبَل، مجھے نجات اور خلاصی کس طرح نصیب ہوگی؟ ارشاد فرمایا: اے مُعاذ! اگر تیرے عمل میں کوئی کوتاہی ہو تو لوگوں کی آبروریزی کرنے سے اپنی زبان کو روک لینا بالخصوص قرآنِ کریم ہمیشہ پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے والے اپنے حافظ بھائیوں سے اور تجھے اپنے نفس کے عیبوں کا علم لوگوں کی آبروریزی سے ضرور روکے گا، اپنے مسلمان بھائیوں کی مذمت کرکے خود کو صاف ستھرا مت بنانا، اپنے بھائیوں کو گِرا کر خود کو بلند مت کرنا، اپنے عمل میں ریاکاری نہ کرنا کہ لوگوں میں پہچانے جاؤ، دنیا میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ تمہیں آخرت کا معاملہ بھول جائے، اگر تمہارے پاس دو شخص ہوں تو ایک سے سرگوشی مت کرنا، لوگوں میں بڑائی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا کہ دنیا اور آخرت کی بھلائیاں تم سے منہ موڑلیں گی، اپنی مجلس میں فحش گوئی نہ کرنا ورنہ لوگ تمہاری بداخلاقی کی وجہ سے تم سے گُریز کرنے لگیں گے اور اپنی زبان سے لوگوں کی عزت کا پردہ چاک مت کرنا ورنہ تمہیں جہنم کے کتے پھاڑ ڈالیں گے جس کا بیان اس فرمانِ الٰہی میں ہے: وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًاۙ﴿۲﴾ (پ۳۰، النّٰزعٰت: ۲) اس کی تفسیر میں ایک معنی یہ ہے: ''جہنم میں کتے ہڈیوں سے گوشت نوچ ڈالیں گے۔''

حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ان باتوں کی کون طاقت رکھ سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: اے مُعاذ! میں نے جو باتیں تم سے بیان کی ہیں یہ اُس کے لئے آسان ہیں جس کے لئے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ آسان فرما دے اور تمہیں اِن میں سے یہ بات کافی ہے کہ "تم لوگوں کے لئے وہ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور اُن کے لئے وہ ناپسند کرو جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو تو یوں تم سلامتی اور نجات پا جاؤ گے۔"[1][2]

حضرت سیِّدُنا خالد بن مَعْدَان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: حضرت سیِّدُنا مُعاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ قرآنِ پاک کی تلاوت اتنی کثرت سے نہیں کرتے تھے جتنی کثرت سے یہ حدیث شریف بیان کیا کرتے تھے۔

اے بندے! تم نے یہ حدیث پاک سن لی، دیکھو! اس کا مضمون بہت عظیم ہے، خطرہ بڑا ہے اور انجام دردناک ہے جس سے ہوش اُڑ جاتے اور دل حیرت میں ڈوب جاتے ہیں، سینوں میں اِسے اٹھانے کی طاقت نہیں اور نُفُوس اس کی دہشت سے گھبرا رہے ہیں پس رونے اور عاجزی کرنے والوں کے ساتھ تم بھی دن رات اپنے اُس مولیٰ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور تَضَرُّع و عاجزی کرتے رہو جو تمام جہانوں کا

1... سیِّدُنا امام جلالُ الدین سُیُوطی شافعی، حافظ ابْنِ جوزی، حافظ مُنذری صاحِبُ الترغیب و الترہیب اور امام ذہبی عَلَیْہِمُ الرَّحْمَہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور موضوع حدیث لوگوں کے سامنے اس کی موضوعیت کے اظہار کے لیے تو بیان کی جاسکتی ہے یعنی یہ بیان کرنے کے لیے کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے۔ ورنہ اس کو بیان کرنا حرام ہے۔
(اللآلی المصنوعۃ، ۲/ ۲۸۴۔ الموضوعات، ۳/ ۱۶۱۔ الترغیب والترھیب، ۱/ ۵۱۔ تلخیص کتاب الموضاعات، ص ۳۱۰)

2... الترغیب والترھیب، المقدمۃ، الترھیب من الریاء... الخ، ۱/ ۴۸، حدیث: ۵۹

معبود ہے کیونکہ اس معاملے سے نجات رحمتِ الٰہی سے ہی ممکن ہے اور اس سمندر سے سلامتی اُسی کی نظر اور عنایت سے مل سکتی ہے لہٰذا غافلوں والی نیند سے بیدار ہو جاؤ، اس معاملے کی حقیقت سمجھو اور اس خوفناک گھاٹی میں اپنے نفس سے جہاد کرو۔ اُمید ہے اس طرح تم ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ہلاک ہونے سے بچ جاؤ گے اور ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد کی التجا ہے کیونکہ وہی سب سے بہتر مددگار ہے اور وہی بلند و بالا، سب سے بڑھ کر مہربان ہے اور نیکی کرنے کی قوت اور گناہ سے بچنے کی طاقت بلند و برتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

فصل عبادت میں اخلاص کا بیان

اپنے نفس کو نصیحت

اس مقام پر خلاصہ یہ ہے کہ جب تم اچھی طرح غور و فکر کرو گے تو اطاعتِ الٰہی کی قدر اور لوگوں کے عاجز و کمزور اور ناسمجھ ہونے کو دیکھ لو گے تو پھر تم اپنے دل سے مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہو گے لہٰذا بندوں کی جانب سے تعریف و توصیف اور تعظیم سے بے نیاز ہو جاؤ کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، اپنی عبادت سے اِن میں سے کسی شے کا ارادہ مت کرو اور جب تم دنیا کی ذلت و حقارت اور جلدی مٹ جانے کو دیکھو گے تو اپنی عبادت سے اِس کا بھی ارادہ نہیں کرو گے اور تم اپنے نفس سے کہو: اے نفس! تمام جہانوں کے رب کی تعریف، اس کا شکر اور اس کی جانب سے ملنی والی عزت بہتر ہے یا عاجز و جاہل مخلوق کی تعریف جو تیرے عمل کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ اس میں اُٹھائی جانے والی تکالیف کو پہچانتے ہیں اور وہ تیرے عمل اور اس کی مَشَقَّت کے

معاملے میں تیرے حق کو نہیں سمجھتے بلکہ وہ توبسا اوقات تجھ پر ایسے کو فضیلت دے دیتے ہیں جو تجھ سے ہزار درجہ کم ہوتا ہے اور وہ ایسے ہیں کہ اگر تجھے ان کی شدید حاجت ہوتی ہے تو وہ تجھے بُھلا دیتے ہیں اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تب بھی ان کے ہاتھ میں ہے ہی کیا اور ان کی قدرت کہاں تک ہے ؟ پھر یہ کہ وہ بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے قبضے میں ہیں وہ جب چاہے جہاں چاہے انہیں پھیر دے، لہٰذا اے میرے نفس! سمجھ جا اور مخلوق کی خاطر اپنی قیمتی عبادت کو ضائع مت کر اور اس ذات کی تعریف وعطا سے محروم نہ ہو جس کی تعریف کُل فخر اوراس کی عطا ہر ذخیرہ ہے۔ کسی کہنے والے نے سچ کہا:

سَهْرُ الْعُيُوْنِ لِغَيْرِ وَجْهِكَ بَاطِلٌ وَبُكَاءُهُنَّ لِغَيْرِ وَصْلِكَ ضَائِعٌ

ترجمہ: تیری رضا کے بغیر آنکھوں کی شب بیداری باطل اور تیری ملاقات کے علاوہ ان کا رونا بیکار ہے۔

اور یوں کہو کہ اے نفس! ہمیشہ کی جنت بہتر ہے یا دنیا کی حرام اشیاء اور اس کا تھوڑا اور فانی سامان ؟ ابھی تو تجھے قدرت ہے کہ تو اپنی عبادت کے ذریعے اِس دائمی نعمت (جنت) کو حاصل کر سکتا ہے لہٰذا کم ہمت، کمزور ارادے اور گھٹیا افعال والا مت بننا، کیا تو دیکھتا نہیں جب کبوتر بلندی پر اُڑنے والا ہو تو اس کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے لہٰذا تو بھی اپنی ساری ہمت بلند پروازی میں لگادے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالی کر لے کہ وہی ایک ایسا ہے جس کے قبضے میں سارا معاملہ ہے لہٰذا تو بے وَقعت شے کے پیچھے اپنی عبادت ضائع مت کر۔

بندے پر فضل ورحمت

اے بندے! یوں ہی جب تم اچھی طرح غور کرو گے تو اس عبادت میں اپنے اوپر

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتیں اور اس کے عظیم احسانات دیکھو گے کہ اسی نے تمہیں قدرت دی، عبادت کا سامان دیا اور رُکاوٹوں کو تم سے دور کیا حتّٰی کہ تم عبادت کے لئے فارغ ہو گئے، پھر اس نے توفیق و تائید کو تمہارے ساتھ خاص کیا اور عبادت کو تم پر آسان کر دیا اور اِس کے اچھے ہونے کو تمہارے دل میں ڈالا یہاں تک کہ تم نے اس پر عمل کیا۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ اُس ربّ تعالیٰ نے اپنی عظمت و جلالت، تم سے اور تمہاری عبادت سے بے نیازی اور تم پر اپنی کثیر نعمتوں کے باوجود تمہارے لئے اس تھوڑے عمل پر بڑی تعریف اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے جس کے تم مستحق نہیں۔ پھر اس پر وہ تمہیں شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے اور اس کی بدولت تمہاری تعریف کرتا اور تم سے محبت فرماتا ہے پھر یہ دیکھو کہ سب کچھ اسی کے عظیم فضل کی وجہ سے ہے کسی اور وجہ سے نہیں، ورنہ تمہارا کیا حق بنتا ہے اور تمہارے اس عیب دار حقیر عمل کی قدر و قیمت ہی کیا ہے؟

کھوٹی پونجی کی قبولیت

الغرض اپنے نفس سے کہو: اے نفس! اپنے رحیم و کریم اور پاک پروردگار کے اس احسان کو یاد کر جو اس نے عبادت کو بجالانے میں تجھ پر کیا اور اپنے عمل کو خود پسندی کی نگاہ سے دیکھنے سے شرم کر بلکہ ہم پر ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل واحسان ہے لہٰذا اس عبادت کے حصول پر تیرا کام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ایسی عاجزی وانکساری ہو کہ وہ تیری عبادت قبول فرمالے، کیا تو نے اس کے خلیل حضرت سیّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی وہ بات نہیں سنی جو انہوں نے اپنے ربّ کے گھر کی تعمیر کے بعد کہی تھی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فضل پر کیسے عاجزی وانکساری کرتے ہوئے اس کے قبول ہونے کی دعا کی تھی کہ:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے ہم سے

الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ (پ۱، البقرۃ:۱۲۷) قبول فرما بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا۔

اور جب اپنی دعا سے فارغ ہوئے تو عرض کی:

رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ (پ۱۳، ابراھیم:۴۰) ترجمۂ کنزالایمان: اے ہمارے رب اور میری دعا سن لے۔

اے نفس! پھر اگر اُس نے تیری اِس کھوٹی پونجی کو قبول فرما کر تجھ پر احسان کیا تو اُس نے اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور احسانِ عظیم فرمایا۔ یہ سعادت و غلبہ، عزت و رِفعت، خِلعَت و نعمت اور ذخیرہ و بزرگی کتنی اچھی ہے اور اگر تیری حالت اس کے برعکس ہو تو تیرے نقصان و خسارہ اور حرماں نصیبی پر افسوس۔

سب سے بڑا تحفہ

اے بندے! بیان کردہ طریقے میں مشغول ہو جاؤ، اگر تم اس پر ہمیشگی واستقامت رکھو گے، عبادت سے فراغت کے وقت دل میں اس کی تکرار کرو گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد مانگو گے تو یہ طریقہ تمہیں مخلوق اور نفس کی طرف متوجہ ہونے سے پھیر دے گا، تمہیں ریاکاری اور خود پسندی سے دور کر دے گا، تمہیں خالص باری تعالیٰ کے لیے عبادتوں پر ابھارے گا اور تمام حالات میں تم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احسان کو یاد کرنے میں لگائے رکھے گا۔ یوں تمہیں انتہائی اُمید افزا و پاکیزہ عبادات حاصل ہوں گی جن میں کوئی عیب نہ ہو اور ایسی نیکیاں میسر آئیں گی جن میں کوئی کدورت نہ ہو، ایسی مقبول عبادتیں نصیب ہوں گی جن میں کوئی خرابی نہ ہو اور بالفرض اگر ایسی عبادت زندگی میں ایک ہی دفعہ حاصل ہو اور پھر کبھی میسر نہ آئے تو بلاشبہ اصل میں یہی بڑی عبادت ہے۔ مجھے قسم ہے! اگرچہ ایسی عبادات کی تعداد کم ہو مگر ان کے معنیٰ بہت

زیادہ، قدر و قیمت بہت بڑی، نفع بہت زیادہ اور انجام بہت اچھا ہے۔ ایسی توفیق بہت کم ملتی ہے اور اس چیز کے ساتھ بندے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل بہت بڑا ہے۔ اب بتاؤ کہ اس تحفے سے بڑا تحفہ کونسا ہو سکتا ہے جسے تمام جہانوں کا ربّ عَزَّوَجَلَّ قبول فرمالے، اس سے اچھی کوشش کونسی ہو سکتی ہے جسے ربُّ العٰلَمِیۡن جَلَّ جَلَالُہٗ قبول کر کے اُس پر بندے کی تعریف فرمائے اور اس سے زیادہ عزت والی پونجی کونسی ہوگی جسے سارے جہانوں کا ربّ عَزَّوَجَلَّ چن لے اور اس سے راضی ہو جائے۔

اے کمزور انسان! اس بات سے ڈرو کہ کہیں خَسارہ پانے والے نہ ہو جاؤ اور اگر معاملہ بیان کردہ طریقے پر چل پڑا تو تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مخلص، اس کے احسان کو یاد رکھنے اور اس پر راضی رہنے والے بندے بن جاؤ گے، اس خوفناک گھاٹی کو اپنے پیچھے چھوڑ کر اس کی آفتوں سے سلامتی میں آجاؤ گے، اس کی بھلائیوں اور فوائد سے دامن بھر کر اس کی سعادتوں اور بزرگیوں پر ہمیشہ کے لئے فائز ہو جاؤ گے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی اپنے فضل واحسان سے توفیق دینے اور بچانے والا ہے اور نیکی کرنے کی طاقت اور گناہ سے بچنے کی قوت بلند و برتر اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی طرف سے ہے۔

حمد و شکر کی گھاٹی

شکر کی ضرورت واہمیت

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں اور ہمیں توفیق دے، ان چھ گھاٹیوں کو عبور کرنے اور آفتوں سے محفوظ عبادت کر کے مقصود میں کامیابی پانے کے بعد تم پر لازم ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

کی اس عظیم نعمت اور کریم احسان پر اس کی حمد و شکر بجالاؤ اور ایسا کرنا تم پر دو وجہ سے لازم ہے:(۱)...نعمت پر ہمیشگی کے لئے اور (۲)...اس میں اضافہ و ترقی کے لئے۔

جہاں تک نعمت پر ہمیشگی کی بات ہے تو شکر کی وجہ سے نعمتیں قید ہو کر ہمیشہ کے لیے باقی رہتی ہیں اور شکر کو ترک کر دینے سے نعمتیں بھی چلی جاتی ہیں۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ (پ۱۳، الرعد:۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

ایک مقام پر فرمایا:

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ(۱۱۲) (پ۱۴، النحل:۱۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے لگی تو اللہ نے اسے یہ سزا چکھائی کہ اسے بھوک اور ڈر کا پہناوا پہنایا بدلہ ان کے کئے کا۔

نیز ارشاد فرماتا ہے:

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ اٰمَنْتُمْؕ (پ۵، النساء:۱۴۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم حق مانو اور ایمان لاؤ۔

نعمتوں کو باندھ لو

حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ لِلنِّعَمِ اَوَابِدَ كَاَوَابِدِ الْوَحْشِ فَقَيِّدُوْهَا بِالشُّكْرِ یعنی نعمتیں بھی جنگلی جانوروں کی طرح ہوتی ہیں

توتم انہیں شکر (کی رسی کے) ساتھ باندھ لو۔[1]

جہاں تک نعمتوں میں اضافہ و ترقی کی بات ہے تو جب شکر کے ساتھ نعمت کو قید کر لیا جائے گا تو اس کا پھل زیادہ ہو جائے گا جیسا کہ درج ذیل ارشاداتِ باری تعالیٰ ہیں:

﴿1﴾...

لَىٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ (پ۱۳، ابراھیم: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا۔

﴿2﴾...

وَ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (پ۲٦، محمد: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنہوں نے راہ پائی اللہ نے ان کی ہدایت اور زیادہ فرمائی۔

﴿3﴾...

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَاؕ (پ۲۱، العنکبوت: ٦۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

پھر یہ کہ حکمت والا آقا جب دیکھتا ہے کہ غلام اس کی نعمت کا حق ادا کر رہا ہے تو وہ اس پر اور بھی انعام کرتا ہے اور اسے اس کا اہل سمجھتا ہے ورنہ اُس سے نعمت منقطع و ختم کر دیتا ہے۔

نعمتوں کی اقسام

نعمتوں کی بھی دو قسمیں ہیں: ﴿1﴾... دنیاوی نعمتیں اور ﴿2﴾... دینی نعمتیں۔

---

[1]...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، الشکر للہ، ۱/ ۴۷۳، الرقم: ۲۷بتغیر، ھذا قول عمر بن عبد العزیز

دنیاوی نعمتیں بھی دو طرح کی ہیں:(۱)... نفع کی نعمت (کچھ ملنا) اور (۲)... دفع کی نعمت (کچھ دور ہونا)۔

نفع کی نعمت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں فائدے اور نفع بخش چیزیں عطا فرمائے، اس کی پھر دو قسمیں ہیں:(۱)... سلامتی وعافیت کے لحاظ سے خلقت وپیدائش کا کامل ودرست ہونا اور (۲)... کھانے، پینے، لباس اور نکاح وغیرہ خواہشات ولذّات کا حاصل ہونا۔

دفع کی نعمت یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فاسد اور تکلیف دہ چیزوں کو تم سے دور کر دے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں:(۱)... جسمانی معذوریوں، تمام آفات اور بیماریوں سے تمہیں محفوظ رکھنا اور (۲)... رُکاوٹوں سے پہنچنے والے ضرر وتکلیف کو تم سے دور کرنا اور انسانوں، جِنوں، درندوں یا شیر وغیرہ میں جو تمہیں نقصان دینے کا ارادہ کرے اسے تم سے دور رکھنا۔

دینی نعمتوں کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱)... توفیق کی نعمت کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہیں پہلے اسلام پھر سنت اور پھر عبادت کی توفیق بخشی اور (۲)... عصمت (یعنی حفاظت) کی نعمت کہ پہلے تمہیں کفر وشرک سے بچایا اور پھر بدعت وگمراہی سے اور پھر تمام گناہوں سے محفوظ رکھا۔

ان نعمتوں کی تفصیل وہی عالِم ومالک جَلَّ جَلَالُہٗ شمار کر سکتا ہے جس نے تمہیں یہ نعمتیں دی ہیں جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

تم پر ان تمام نعمتوں کا احسان فرمانے کے بعد ان کا باقی رہنا اور ہر طرف سے

بڑھتے رہنا اُس ربّ تعالیٰ کا ایسا احسان ہے جہاں تمہارا وہم و گمان بھی نہیں پہنچ سکتا اور یہ تمام کی تمام ایک ہی شے سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد اور اُس کا شکر اور جب کوئی خصلت ایسی قدر و قیمت والی ہو اور اس میں یہ تمام فوائد ہوں تو غفلت کو پَسِ پُشت ڈال کر فوراً اسے اپنا لینا چاہیے۔ یہ ایک قیمتی ہیرا اور نادر نکتہ ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل و رحمت اور احسان سے توفیق عطا فرمائے۔

حمد و شکر کی حقیقت، تعریف اور حکم کا بیان

حمد و شکر میں فرق

اگر سوال پوچھا جائے کہ حمد و شکر کی حقیقت، ان کی تعریف اور ان کا حکم کیا ہے؟ تو یاد رکھو کہ علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے حمد و شکر میں فرق کیا ہے، حمد تسبیح و تہلیل کی صورتوں میں سے ہے لہٰذا یہ ظاہری کوششوں سے ہو گی اور شکر صبر اور تفویض یعنی امور کو سپردِ الٰہی کرنے کی صورتوں سے ہے لہٰذا یہ باطنی کوششوں سے ہو گا اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شکر کفرانِ نعمت یعنی ناشکری کے مقابل ہے اور حمد ملامت و مذمت کے مقابل ہے، حمد عام اور اکثر ہے جبکہ شکر خاص اور کم پایا جانے والا ہے۔ چنانچہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (پ۲۲، سبا: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

ثابت ہوا کہ شکر اور حمد دو الگ الگ معانی رکھتے ہیں۔

حمد و شکر کی تعریفات

اچھے کام پر کسی کی تعریف وثنا کرنا حمد کہلاتا ہے۔ ہمارے شیخ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے کلام سے یہی سمجھ آتا ہے جبکہ شکر کی تعریف میں علمائے کرام نے بہت کلام فرمایا ہے۔ چنانچہ

حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: علانیہ وپوشیدہ ہر حال میں تمام اعضاء سے ربّ کائنات عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرنا شکر کہلاتا ہے۔

ہمارے ایک شیخ نے بھی اسی طرح کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ”ظاہر و باطن میں اطاعتِ الٰہی بجالانا شکر ہے۔“ پھر انہوں نے اس تعریف کو اختیار فرمایا کہ ”ظاہر و باطن میں گناہوں سے بچنا شکر ہے۔“

ان کے علاوہ ایک بزرگ نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانیوں سے اپنے دل، زبان اور اعضاء کی اس طرح حفاظت کرنا کہ کسی بھی صورت ان سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہو۔“ اس قول اور اس سے پہلے والے قول میں فرق یہ ہے کہ ان بزرگ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ”حفاظت“ کو نافرمانیوں سے اجتناب پر ایک زائد معنٰی بنا دیا جبکہ نافرمانی سے اجتناب یہی ہوتا ہے کہ ”نافرمانی کی طرف لے جانے والے اسباب پائے جائیں تو نافرمانی نہ کی جائے۔“ اور یہاں فی نفسہٖ کوئی جداگانہ معنٰی نہیں پایا جاتا جس میں مشغول ہو کر بندہ ناشکری سے بچا رہے۔

ہمارے شیخ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”شکر یہ ہے کہ نعمت کے مقابلہ میں نعمت دینے والے کی ایسی تعظیم کی جائے جو اس کی نافرمانی اور ناشکری سے روک دے۔“ اور اگر تم کہو کہ احسان کے مقابلے میں احسان کرنے والے کی تعظیم کرنا تو یہ بھی درست ہے اور وہ احسان یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندے کو شکر کی توفیق دی اور یہ بہت اچھا

ہے۔ اس میں کافی تفصیل ہے جسے ہم نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" وغیرہ میں بیان کیا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ بندے کی طرف سے شکر ایسی تعظیم کو کہتے ہیں جو اسے احسان کرنے والے کی نافرمانی سے روک دے اور ایسا احسان اور شکر میں شکر کرنے والے کے حال کی خوبی اور ناشکری میں ناشکرے کے حال کی خرابی کو یاد رکھنے سے ہوتا ہے۔

حُجَّۃُ الْاِسلام کی رائے

میں کہتا ہوں: نعمت دینے والا اپنی نعمت کی بنا پر کم از کم اس بات کا حقدار ہے کہ اس نعمت کے ساتھ نافرمانی کی طرف نہ بڑھا جائے، کتنا بُرا ہے وہ شخص جو انعام کرنے والے کی نعمت کو اسی کی نافرمانی کے لئے ہتھیار بنالیتا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر حقیقت میں بندے پر اتنا شکر فرض ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو یاد کرنے کے لحاظ سے اُس کی ایسی تعظیم ہو جو بندے اور نافرمانی کے مابین حائل ہو جائے۔" جب اس نے ایسا کرلیا تو وہ شکر کی اصل کو پہنچ گیا۔ پھر ان نعمتوں کے مقابلے میں عبادت واطاعت کی خوب کوشش ہے کیونکہ یہ بھی نعمت کے حقوق میں سے ہے۔ الغرض نافرمانی سے بچنا بے حد ضروری ہے اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

مصیبت پر شکر یا صبر؟

اگر تم سوال کرو کہ شکر کا مقام کیا ہے؟ تو جان لو کہ شکر کا مقام نعمتیں ہیں، جس قدر دنیاوی یا دینی نعمتیں ہوں اسی قدر ان پر شکر ہو، باقی رہا دنیاوی زندگی میں جان، مال یا اہل وعیال میں مصیبتوں اور تکلیفوں کا آنا تو ان کے بارے میں علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا اختلاف ہے کہ آیا ان پر بھی شکر کرنا بندے کے لیے ضروری ہے یا

نہیں؟ بعض علمانے فرمایا: پریشانیاں ہونے کی حیثیت سے ان پر شکر کے بجائے صبر ضروری ہے کیونکہ شکر نعمت پر ہوتا ہے کسی دوسری شے پر نہیں۔

مصیبت کے پہلو میں نعمتیں

مذکورہ قول کے برعکس بعض علما فرماتے ہیں: ہر تکلیف کے پہلو میں کئی نعمتیں موجود ہوتی ہیں لہٰذا ان تکالیف سے جڑی نعمتوں پر شکر لازم ہے نہ کہ خاص تکلیف پر۔ ایسی نعمتوں کے بارے میں حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: میں جب بھی کسی مصیبت میں گرفتار ہوا تو اس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی چار نعمتیں دیکھیں: ایک یہ کہ وہ میرے دین میں نہیں آئی، دوسری یہ کہ اس سے بڑی نہیں آئی تیسری یہ کہ میں قضائے الٰہی پر راضی رہا اور چوتھی یہ کہ اس پر مجھے ثواب کی امید ہے۔

اور ایک قول یہ ہے: انہی نعمتوں میں سے ہے کہ یہ مصیبت و سختی دور ہو جانے والی ہے ہمیشہ رہنے والی نہیں اور یہ بھی ایک نعمت ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ہے کسی اور کی طرف سے نہیں اور اگر وہ تکلیف کسی بندے کے سبب تمہیں پہنچے تو وہ اُس کے خلاف تمہاری حجت ہو گی نہ کہ تمہارے خلاف اُس کی حجت (یعنی تمہیں فائدہ اور اُسے نقصان) لہٰذا بندے کے لیے مصیبت و سختی سے جڑی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازم ہے۔

مصیبت در حقیقت نعمت ہے

بعض علمائے کرام کا قول اس کے برعکس ہے اور یہی ہمارے شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک بھی سب سے بہتر ہے کہ دنیاوی تکلیفوں پر بندے کو شکر ادا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ تکالیف حقیقت میں نعمتیں ہوتی ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان تکالیف کے

بدلے بندے کو آخرت میں کثیر ثواب، عظیم منافع اور عزت والے انعامات دیئے جائیں گے جن کے مقابلے میں ان تکالیف کی کوئی حیثیت نہیں اور اس سے بڑھ کر بھلا کونسی نعمت ہو سکتی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تمہیں بدمزہ اور کڑوی دوا پلائے تاکہ خطرناک بیماری دور ہو جائے یا کسی بہت بڑی بیماری یا خوفناک خطرے کی وجہ سے کوئی تمہیں پچھنا یا بھری سِینگی[1] لگائے تو اِس کا نتیجہ جان کی صحت، بدن کی سلامتی اور زندگی کی بہار ہو گا تو اُس کا تمہیں کڑوی دوا پلا کر تکلیف دینا یا پچھنے و سینگی کا زخم لگانا حقیقت میں ایک بہت بڑا احسان اور عظیم نعمت ہو گی اگرچہ اس کی ظاہری صورت ناپسندیدہ ہے، طبیعت اس سے نفرت کرتی اور نفس وحشت محسوس کرتا ہے مگر پھر بھی تم اُس آدمی کا شکریہ ادا کرتے ہو بلکہ تم سے جتنا ہو سکتا ہے اُس سے حُسنِ سلوک کرتے ہو پس یہی حکم اِن مصیبتوں اور سختیوں کا بھی ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ آقائے دو عالَم، شہنشاہِ اُمَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مصائب پر بھی ایسے ہی حمد و شکر بجالاتے تھے جیسے خوش کرنے والی چیزوں پر کیا کرتے تھے چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یوں حمد کی: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا سَاءَ وَسَرَّ یعنی ہر خوش و ناخوش کرنے والی بات پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد ہے۔[2]

کون سی نعمت خیر ہے؟

اور کیا تم نے ربّ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں دیکھا:

---

1 ... یہ درد کے علاج کا ایک مخصوص طریقہ ہے جس میں سوراخ کیا ہوا سینگ درد کی جگہ رکھ کر منہ کے ذریعے جسم کی گرمی کھینچتے ہیں۔ (فیضان سنت، احکام روزہ، ۱/ ۱۰۵۳)

2 ... تخریج نہیں ملی۔ (علمیہ)

فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا (پ۴، النسآء: ۱۹) ترجمۂ کنزالایمان: تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

جس چیز کو اللہ عَزَّوَجَلَّ بھلائی اور خیر فرمادے وہ تمہارے وہم وگمان میں آنے والی بھلائی سے زیادہ ہے، اس قول کی تائید یہ بات بھی کرتی ہے کہ نعمت کا خیر ہونا یہ نہیں کہ اُس سے لذت حاصل ہو اور طبیعت کے تقاضے پر نفس اس کی خواہش کرے بلکہ خیر یہ ہے کہ نعمت درجہ کی بلندی کو زیادہ کرے اور اسی لئے نعمت کو "زیادہ ہونے" کے معنٰی میں استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا جب تکلیف بندے کی عزت وشرف میں بلندی کا سبب بنے تو حقیقت میں وہ نعمت ہی ہوتی ہے اگرچہ بظاہر اسے سختی و تکلیف شمار کیا جائے۔

شکر والا افضل یا صبر والا؟

اگر تم سوال کرو کہ شکر کرنے والا افضل ہے یا صبر کرنے والا؟ تو یاد رکھو کہ ایک قول کے مطابق شکر کرنے والا افضل ہے۔ دلیل یہ فرمانِ باری تعالٰی ہے:

وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (پ۲۲، سبا: ۱۳) ترجمۂ کنزالایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے شکر والوں کو سب سے خاص فرمایا ہے اور ایک مقام پر حضرت سیِّدُنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے متعلق ارشاد فرمایا:

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ﴿۳﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۳) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

اور حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللّٰہ عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں فرمایا:

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ (پ۱۴، النحل: ۱۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اس کے احسانوں پر شکر کرنے والا۔

اور شکر اس لیے بھی افضل ہے کہ اس میں عافیت اور انعام پایا جاتا ہے اور اسی لیے کسی نے کہا: "مجھے مصیبت میں مبتلا ہو کر صبر کرنے سے زیادہ پسند یہ ہے کہ مجھے نعمت دی جائے اور میں اس پر شکر ادا کروں۔"

صبر کی افضیلت پر دلائل

بعض کے نزدیک: صبر کرنے والا افضل ہے کیونکہ صبر میں بہت مشقت ہوتی ہے لہٰذا اس کا ثواب زیادہ اور درجہ بہت بلند ہو گا۔ صبر کرنے والوں کے متعلق فرامینِ باری تعالیٰ:

﴿1﴾...

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ (پ۲۳، صٓ: ۴۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ۔

﴿2﴾...

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝۱۰ (پ۲۳، الزمر: ۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔

﴿3﴾...

وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝۱۴۶ (پ۴، اٰل عمران: ۱۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔

حضرت مصنف کی رائے

میں کہتا ہوں: حقیقت میں صبر کرنے والا ہی شکر کرنے والا ہوتا ہے اور شکر کرنے والا ہی صبر کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ شکر گزار آزمائش و سختی کے گھر میں ہے جہاں سختی کے سوا کوئی چارہ نہیں اور اُسے بہر صورت اس پر صبر کرنا ہو گا اور پریشانی و بے صبری سے بچنا ہو گا کیونکہ شکر کہتے ہیں: نعمت دینے والے کی ایسی تعظیم کرنا جو اس کی نافرمانی سے روک دے جبکہ بے صبری نافرمانی ہے۔

یوں ہی صبر کرنے والا بھی نعمت سے خالی نہیں ہوتا جیسا کہ گزر چکا کہ بیان کردہ معنٰی کے مطابق سختی بھی حقیقت میں نعمت ہے لہٰذا اگر وہ صبر کرے تو یہ بھی در حقیقت شکر ہو گا کیونکہ اُس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کی خاطر خود کو بے صبری سے روکا ہے اور شکر بھی بالکل یہی ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ایسی تعظیم جو نافرمانیوں سے روک دے اور شکر کرنے والا خود کو ناشکری سے روکتا ہے تو وہ گناہ سے صبر کرتا ہے، خود کو شکر پر ابھارتا اور اطاعت پر ڈٹا رہتا ہے تو یوں وہ حقیقت میں صبر کرنے والا ہو گیا اور صابر نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعظیم کی حتّٰی کہ اِس تعظیم نے اُسے پہنچنے والی مصیبت پر بے صبری سے روک دیا اور صبر پر اُبھارا تو یوں وہ در حقیقت شکر کرنے والا ہو گیا۔

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نفس کی چاہت کے باوجود اُسے ناشکری سے روکنا ایک سختی ہے جس پر شکر گزار صبر کرتا ہے اور صبر و نافرمانی سے بچنے کی توفیق بھی ایک نعمت ہے جس پر صبر کرنے والا شکر ادا کرتا ہے لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ صبر و شکر ایک دوسرے سے جُدا نہیں کیونکہ ان دونوں پر اُبھارنے والی بصیرت ایک ہی ہے اور ہمارے بعض علما کے مطابق وہ استقامت کی بصیرت ہے، انہی وجوہات کی بنا پر ہم نے

کہا: صبر اور شکر ایک دوسرے سے جُدا نہیں۔

گفتگو کا یہ خلاصہ اچھی طرح سمجھ لو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

فصل حمد و شکر کے واجب ہونے کا بیان

دو بنیادی باتیں

اے بندے! اس گھاٹی کو عبور کرنے میں اپنی پوری کوشش لگا دے جس کا بوجھ آسان، فائدہ بڑا اور نچوڑ و خلاصہ پسندیدہ ہے۔ اب یہاں دو بنیادی باتوں پر غور کرو۔

پہلی بنیادی بات: نعمت اسی کو دی جاتی ہے جو اس کی قدر و قیمت جانتا ہو اور وہ قدر جاننے والا شکر گزار ہی ہے، ہماری اس بات کی دلیل ربّ عَزَّوَجَلَّ کا وہ فرمان ہے جس میں کفار کی بات بیان کر کے ان کا رد کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَاؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ(۵۳)

(پ۷، الانعام: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

ان جاہلوں کا خیال تھا کہ عظیم نعمت اور قیمتی احسان اسی پر ہوتا ہے جس کے پاس مال زیادہ ہو اور وہ حسب و نسب میں اعلیٰ ہو۔ کفار نے کہا: ان غلام و آزاد فقیروں کو کیا ہو گیا، یہ سمجھتے ہیں ہم جیسے معزز لوگوں کو چھوڑ کر یہ عظیم نعمت انہیں عطا کی گئی ہے۔ پھر تکبُّر کرتے اور مذاق اُڑاتے ہوئے کہنے لگے: ”کیا یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہم میں سے۔“ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس روشن نکتے کے ساتھ انہیں جواب دیا:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ(۵۳)

(پ۷، الانعام: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

قدر والے کو نعمت ملتی ہے

آیت کی وضاحت یہ ہے کہ کریم بادشاہ نعمت اسی کو دیتا ہے جو نعمت کی قدر وقیمت جانتا ہو اور قدر وقیمت وہی جانتا ہے جو دل وجان سے اس نعمت کی طرف بڑھے، غیر کے مقابلے میں اسی کو ترجیح دے اور اس کے حصول کی راہ میں آنے والی مشکلات کی پروانہ کرے اور ساتھ ہی ساتھ نعمت دینے والے کی چوکھٹ کو بطورِ شکر تھامے رکھے۔ ہمارے (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے) اَزَلی علم میں تھا کہ یہی کمزور لوگ اس نعمت (یعنی ایمان) کی قدر وقیمت جانتے ہیں اور شکر ادا کرنے والے ہیں لہٰذا اے کافرو! یہی لوگ تم سے زیادہ اس کے حقدار تھے، تمہارے جاہ وحشمت، مال ودولت اور دنیاوی حسب ونسب کا کوئی اعتبار نہیں، تم تو دین، حق اور معرفتِ الٰہی کے بجائے حسب ونسب ہی کو تمام تر نعمت سمجھتے ہو اور اسی کے ساتھ ایک دوسرے پر فخر وبڑائی کا مظاہرہ کرتے ہو، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ تم اس دین، علم اور حق کو قبول کرنے کے قریب ہوتے بھی ہو تو اسی پر احسان جتاتے ہو جو اسے تمہارے پاس لایا اور اس نعمت سے تم اس لئے بھی محروم رہے کہ تم اسے حقیر سمجھتے ہو اور اس سے کوئی شَغَف نہیں رکھتے جبکہ وہ کمزور لوگ اس دین پر اپنی جانیں قربان کرتے ہیں، اس کی خاطر پوری ہمت لگادیتے ہیں اور اس راہ میں ان کا کچھ بھی ضائع ہو جائے یہ اس کی پروا کرتے ہیں نہ اپنے دشمنوں کو کسی خاطر میں لاتے ہیں تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہی لوگ اس نعمت کی قدر وقیمت جانتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی عظمت ایسی راسخ ہو گئی کہ اس کے لئے ہر شے قربان کرنا ان پر آسان ہو گیا، ہر سختی برداشت کرنا لذت وسُرور بن گیا اور انہوں نے اپنی تمام عُمر اس نعمت کی شکر گزاری میں بسر کرنے کا تہیہ کر لیا۔

پس اسی لئے یہ لوگ ہمارے علمِ اَزَلی میں اس عظیم نعمت اور قیمتی احسان کے اہل قرار پائے اور ہم نے تمہارے بجائے انہیں اس نعمت کے ساتھ خاص کر لیا۔

دینی نعمت کی قدردانی

پھر میں کہتا ہوں: یونہی تم دیکھو گے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جن لوگوں کو کسی دینی نعمت علم یا عمل کے ساتھ خاص کیا حقیقت میں وہی لوگ اس نعمت کی قدر و قیمت کو زیادہ جاننے والے، اس کی زیادہ تعظیم کرنے والے، اس کے حصول میں زیادہ کوشش کرنے والے اور سب سے بڑھ کر اِس کی عزت کرنے والے اور سب سے زیادہ اس کا شکر ادا کرنے والے ہوں گے جبکہ بعض کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس سے محروم رکھا تو یہ انہیں تقدیر کے مطابق نعمت سے ان کی لاپرواہی اور تعظیم میں کوتاہی کی وجہ سے محروم رکھا ہے پھر اگر علم و عبادت کی تعظیم عوام اور بازاری لوگوں کے دلوں میں بھی ویسی ہی ہوتی جیسی کہ علما اور عبادت گزاروں کے دلوں میں ہے تو وہ کبھی بازاروں کو ترجیح نہ دیتے بلکہ بازاروں کو چھوڑنا ان پر آسان ہو جاتا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جب کوئی فقیہ (عالِم) کسی ایسے مسئلے کو واضح کر لیتا ہے جو پہلے اس پر مشتبہ تھا تو اس کا دل کیسے خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور سُرور کتنا بڑھ جاتا ہے، اس کے دل میں اس کی قدر و منزلت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اگر اسے لاکھوں دینار بھی دیئے جاتے تو وہ اتنا خوش نہ ہوتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقیہ کو کوئی دینی مسئلہ اٹک جاتا ہے تو وہ سال بھر بلکہ 10 سال تک بلکہ 20 سال تک اس میں غور و فکر کرتا رہتا ہے مگر پھر بھی اکتاتا نہیں حتّٰی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے تو وہ اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بہت بڑا احسان اور عظیم نعمت سمجھتا ہے اور اس پر خود کو دولت مندوں سے بڑھ کر دولت

مند اور عزت داروں سے بڑھ کر عزت دار سمجھتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو کسی بازاری یا کسی سُست طالبِ علم کو اپنے جیسا علم و محبت میں شوق و رغبت رکھنے والا سمجھ کر اس کے سامنے یہ مسئلہ بیان کر دیتا ہے مگر وہ بازاری یا سُست طالبِ علم اسے پوری طرح نہیں سنتا بلکہ کلام طویل ہونے کی صورت میں اُسے اکتاہٹ ہوتی ہے اور وہ سو جاتا ہے اور اگر وہ مسئلہ اس کے سامنے واضح کر بھی دیا جائے تب بھی وہ اسے کوئی بڑی بات نہیں سمجھتا۔

یہی حال اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں رجوع کرنے والے کا ہوتا ہے، وہ رِیاضت اور نفس کو شہوتوں اور لذتوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کس قدر محنت و کوشش کرتا ہے اور اعضاء کو بے جا حرکات و سکنات سے لگام دیئے رکھتا ہے، اس اُمید پر کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پوری طہارت اور آداب کے ساتھ دو رکعت کی توفیق عطا فرما دے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کس قدر گریہ وزاری کرتا ہے کہ شاید اللہ عَزَّوَجَلَّ قلبی صفائی اور حلاوت کے ساتھ گھڑی بھر مناجات نصیب کر دے پھر اگر وہ مہینے، سال بلکہ اپنی ساری زندگی میں ایک مرتبہ بھی یہ انداز پانے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو بہت بڑا احسان اور عظیم ترین نعمت سمجھتا ہے اور بے حد خوش ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرتا ہے اور وہ اِس کی خاطر اٹھائی گئی مشقتوں، شب بیداریوں اور لذتوں کو چھوڑنے کی کوئی پروا نہیں کرتا۔

غافل و عاجز لوگ

پھر تم ایسے لوگوں کو بھی دیکھو گے جو خود کو عبادتوں کا شوقین خیال کرتے ہیں اور چاہتے ہیں ہمیں خالص عبادت نصیب ہو جائے لیکن اگر ایسی عبادت کے لئے انہیں رات کے کھانے کا ایک لقمہ چھوڑنا پڑے یا کوئی فضول بات ترک کرنی پڑے یا پھر ایک ساعت کی نیند قربان کرنی پڑے تو ان کا نفس اس پر آمادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی

ان کے دل اس پر راضی ہوتے ہیں اور اگر اتفاق سے اُن کو خالص عبادت حاصل ہو بھی جائے تو وہ اُسے کوئی بڑی شے سمجھتے ہیں نہ اُس کا کوئی زیادہ شکر ادا کرتے ہیں بلکہ اُنہیں خوشی اُس وقت ہوتی ہے اور اُن کی زبان سے حمد کا کلمہ اُس وقت نکلتا ہے جب اُنہیں کوئی درہم یا روٹی کا کوئی ٹکڑا مل جائے یا پسندیدہ سالن نصیب ہو جائے یا پھر بدن کی سلامتی کے لئے نیند آ جائے تو اُس وقت کہتے ہیں: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ یہ اللہ کا احسان ہے۔'' پھر بھلا اِن جیسے غافل و عاجز لوگ اُن محنت و کوشش کرنے والے نیک بخت لوگوں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اسی لئے یہ بے چارے محروم جبکہ توفیقِ الٰہی پانے والے کامیاب و کامران ہیں پس اسی طرح ہدایت کے معاملے کو بھی اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ نے تقسیم فرما دیا ہے کہ وہی تمام جہانوں کو سب سے بہتر جانتا ہے اور یہ تفصیل ہے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے اس مبارک فرمان کی:

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ ترجمۂ کنز الایمان: کیا اللہ خوب نہیں جانتا حق ماننے والوں کو۔

(پ۷، الانعام: ۵۳)

یاد رکھو تم جب بھی بھلائی سے محروم ہوتے ہو اپنے نفس ہی کی وجہ سے ہوتے ہو لہٰذا خوب کوشش کرو تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کی قدر کو پہچانو اور کما حقُّہٗ اس کی تعظیم کرو پھر تم اس کے اہل ہو جاؤ گے اور پھر ربّ تعالیٰ نعمت کو تمہارے پاس باقی رکھ کر تم پر احسان فرمائے گا جیسا کہ اس نے نعمت دے کر احسان فرمایا بے شک وہ مہربان اور رحم فرمانے والا ہے، یہ بات ہم دوسری بنیادی بات میں بیان کرتے ہیں۔

لالچِ دنیا نے تباہ کر دیا

دوسری بنیادی بات: جو نعمت کی قدر نہیں جانتا نعمت اس سے چھین لی جاتی ہے

اور قدر نہ جاننے والا ناشکرا ہوتا ہے اور اس کا شکر بجا نہیں لاتا، اس کی دلیل ربّ عَزَّوَجَلَّ

کا یہ فرمان ہے:

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ

(پ۹، الاعراف: ۱۷۵، ۱۷۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے محبوب انھیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تُو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔

یہ آیت بلعم بن باعورا کے متعلق ہے، یہاں گویا کہ ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ہم نے اس بندے پر دین کے معاملے میں بڑی اور عظیم نعمتیں فرمائیں اور اپنی بارگاہ میں بڑا اور بلند رُتبہ عطا کیا تو وہ ہمارے نزدیک جاہ و جلال اور بلند قدر و منزلت والا ہو گیا لیکن وہ ہماری نعمتوں کی قدر سے جاہل رہا اور کمتر و کمینی دنیا اور گھٹیا نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو گیا، اس نے یہ بھی نہ جانا کہ دنیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے چھوٹی دینی نعمت کے بلکہ مچھر کے پر برابر بھی اہمیت نہیں رکھتی اور وہ نعمتوں کی ناشکری میں اس کتے کی مانند ہو گیا جو عزت و ذلت اور بزرگی و حقارت کی پہچان ہی نہیں رکھتا، اُس کے نزدیک عزت روٹی کے ایک ٹکڑے میں ہوتی ہے جسے وہ کھا لے یا دستر خوان کی

ایک ہڈی میں جسے اُس کی طرف پھینک دیا جائے، چاہے تم اُسے اپنے ساتھ تخت پر بٹھاؤ یا اپنے سامنے گندگی اور مٹی میں کھڑا کر دو بہر صورت اس کی تمام تر لالچ اور نعمت وعزت روٹی کے ایک ٹکرے یا ہڈی میں ہوتی ہے۔

پس یہ بُرا بندہ بھی ایسا ہے کہ ہماری نعمتوں، عطاؤں اور عزتوں کی ناقدری وناشکری کی تو اس کی بصیرت کند ہو گئی، ہمیں چھوڑ کر غیر کی طرف متوجہ ہونے کے سبب مقام قرب میں اس کا ادب بُرا ہو گیا، ہماری نعمتوں کو بھول کر حقیر دنیا اور گھٹیا لذت کی طرف متوجہ ہو گیا تو پھر ہم نے اس پر اپنی تدبیر کی نگاہ ڈالی اور اسے انصاف کے میدان میں لا کھڑا کیا۔ پھر ہم نے اس کے متعلق اپنا زبردست فیصلہ جاری فرمایا تو اس سے اپنی تمام عزتیں اور خلعتیں سلب فرمالیں اور اس کے دل سے اپنی معرفت نکال دی پس وہ ہماری اُن تمام نعمتوں سے خالی ہو گیا جو ہم نے اُسے اپنے فضل سے عطا کی تھیں اور ایک بھگایا ہوا کتا یا دھتکارا ہوا شیطان ہو گیا۔ نَعُوْذُ بِاللہ ثُمَّ نَعُوْذُ بِاللہ مِنْ سَخَطِہٖ وَاَلِیْمِ عِقَابِہٖ اِنَّہٗ رَءُوْفٌ رَّحِیْم یعنی ہم بار بار اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی اور اس کے دردناک عذاب سے پناہ چاہتے ہیں بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ بہت مہربان رحم فرمانے والا ہے۔

بادشاہ اور غلام کی مثال

یہاں اُس بادشاہ کی مثال سے بھی سمجھ سکتے ہو جو اپنے کسی غلام کو عزت دے، اُسے اپنے خاص کپڑے پہنائے، اپنا قرب بخشے اور اسے اپنے تمام خادموں اور دربانوں کا سردار بنا دے پھر اُسے اپنے دروازے پر موجود رہنے کا حکم دے اور دوسری طرف یہ فرمان جاری کرے کہ اِس کے لئے فلاں جگہ محل تعمیر کئے جائیں، بلند تخت بچھائے جائیں، طرح طرح کے کھانے چنے جائیں، اس کے لئے کنیزیں سجائی جائیں اور خوبرو

نوجوان دست بستہ کھڑے رہیں یہاں تک کہ جب وہ بادشاہ کی خدمت سے واپس لوٹے تو اُسے اُن محلات میں باعزت مخدوم بادشاہ کی حیثیت سے ٹھہرایا جائے۔اب بادشاہ کی خدمت اور اپنے بادشاہ بننے کے درمیان دن کی ایک گھڑی یااس سے بھی کم وقت رہتا ہو اور اسی دوران یہ غلام بادشادہ کے دروازے پر جانوروں کی دیکھ بھال کرنے والے کسی نوکر کو روٹی کا ٹکڑا کھاتے یا کسی کتے کو ہڈی چباتے ہوئے دیکھے تو بادشاہ کی خدمت کو چھوڑ کر اُن کو دیکھنے میں مشغول ہو جائے اور شاہی خلعت وعزت کی طرف سے توجہ ہٹا کر روٹی کھانے والے نوکر کی طرف دوڑے اور اپنا ہاتھ پھیلا کر اس سے روٹی کا ٹکڑا مانگنے لگے یا ہڈی کے لئے کتے سے مزاحمت کرنے لگے اور اُن پر رشک کرتے ہوئے ان کی اس حالت کو بڑا سمجھنے لگے تو کیا بادشاہ جب اس آدمی کو اِس حالت میں دیکھے گا تو یہ نہ کہے گا کہ اس بے وقوف اور کمینے شخص نے ہماری دی ہوئی عزت کا حق نہ پہچانا اور ہم نے اسے جو خِلعَت عطا کی، اپنی بارگاہ میں قرب دیا، اس پر اپنی خاص نظرِ عنایت کی اور اس کے لئے دولت کے ذخیرے اور کئی قسم کی نعمتیں مہیا کیں اِس نے ان کی قدر وقیمت کو سمجھا ہی نہیں، یہ تو بڑا جاہل ہے اور اِسے چیزوں کے درمیان تمیز ہی نہیں، اِس سے تمام انعام واکرام چھین لو اور اسے ہمارے دروازے سے دُور کر دو۔

پس یہی حال دنیا کی طرف مائل عالِم اور خواہش کی پیروی کرنے والے عبادت گزار کا ہوتا ہے حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے عبادت، نعمتوں کی پہچان، شریعت اور احکام کی معرفت سے نوازا مگر وہ ان کی قدر وقیمت نہیں پہچانتا اور اس چیز کی طرف مائل ہوتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک انتہائی حقیر وکمتر ہے، یہ اس کی رغبت اور حرص رکھتا ہے اوراِس کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے عطا کردہ علم وحکمت اور عبادت

وحقائق جیسی عظیم نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کی محبت بڑی اور زیادہ ہو گئی ہے۔

نیز اُس بندے کا بھی یہی معاملہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کئی قسم کی توفیق عطا فرمائی، اُسے کئی طرح کی خدمت وعبادت سے زینت بخشی اور اکثر اوقات اس پر نظرِ رحمت فرمائی یہاں تک کہ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر فرمایا، اسے اپنی بارگاہ میں سرداری ووجاہت عطا کی، اسے مقامِ شفاعت عطا فرمایا اور اسے عزت وشرف کی وہ منزل عطا فرمائی کہ اگر وہ دعا کرے تو ربّ تعالیٰ قبول فرمالے اور لَبَّیْكَ فرمائے، وہ مانگے تو ربّ تعالیٰ اسے عطا فرما کر غنی کر دے اور اگر ایک جہان کی شفاعت کرے تو ربّ تعالیٰ سب کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرما کر اسے راضی کر دے، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کسی چیز کی قسم کھائے تو وہ اسے پوری فرمادے، اس کے دل میں کسی چیز کا خیال آئے تو زبان پر سوال آنے سے پہلے ہی ربّ عَزَّوَجَلَّ اسے عطا فرمادے پس جس کی یہ حالت ہو مگر پھر وہ اِس نعمت دینے والے کی قدر پہچانے نہ ہی اس نعمت کے مرتبہ کو دیکھے بلکہ انہیں چھوڑ کر بے حیاوبے کار نفس کی خواہش کی طرف پھر جائے یا فانی وگھٹیا دنیا کی چمک کو مرکزِ نگاہ بنالے اور ان عزتوں، نعمتوں، تحفوں اور احسانوں کو نہ دیکھے اور نہ ہی آخرت کے عظیم ثواب اور دائمی نعمتوں کی طرف نظر کرے تو اس سے زیادہ حقیر اور بُرا انسان بھلا اور کون ہو سکتا ہے؟ اگر جانے تو اس کا خطرہ کس قدر بڑا؟ اور اگر سمجھے تو اس کا فعل کس قدر بے حیائی والا ہے؟ ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے عظیم فضل اور وسیع رحمت سے ہماری اصلاح فرمائے بے شک وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

نعمت کی تحقیر مت کرو

اے بندے! خود پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی قدرو منزلت پہچاننے کے لئے تمہیں

پوری کوشش کرنا ضروری ہے پس اگر وہ تمہیں کوئی دینی نعمت عطا فرمائے تو دنیا اور اس کے سامان کی طرف توجہ کرنے سے بچو کیونکہ اگر تم اس طرف متوجہ ہوئے تو یہ رب تعالیٰ کی جانب سے ملنے والی دینی نعمت کے ساتھ ایک قسم کی تحقیر ہوگی، کیا تم نے نہیں سنا کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ نے تمام رسولوں کے سردار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کیا فرمایا ہے؟ وہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۸﴾

(پ۱۴، الحجر: ۸۷، ۸۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک ہم نے تم کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی اور ان کا کچھ غم نہ کھاؤ اور مسلمانوں کو اپنے رحمت کے پروں میں لے لو۔

آیتِ مبارکہ کی وضاحت یہ ہے کہ جسے بھی قرآنِ عظیم کی نعمت دی گئی اس پر لازم ہے کہ حقیر دنیا میں رغبت تو دور کی بات اُس کی طرف پسندیدگی کی نظر بھی نہ کرے اور اس عظیم نعمت پر شکر بجالائے کیونکہ یہ ایسی عزت وبزرگی ہے جس کے طفیل حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے چچا پر احسان کرنے کی تمنا کی مگر نہ فرمایا گیا اور اسی بزرگی کے سبب حضور سیِّدِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے چچا ابو طالب پر احسان کی تمنا فرمائی تو نہ ہوا۔ اس کے برعکس دنیا کا مال تو ایک مصیبت ہے جس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر کافر، فرعون، مُلحِد و زِندیق اور جاہل و فاسق کو مبتلا کرتا ہے جو کہ اُس کی ذلیل ترین مخلوق ہیں اور وہ اِس گھٹیا دنیا کو ہر نبی، صِدِّیق اور

عالِم و عابد سے دور رکھتا ہے جو کہ اُس کی بہترین مخلوق ہیں اور بعض اوقات تو انہیں روٹی کا ٹکڑا اور کپڑے کا چیتھڑا بھی نصیب نہیں ہوتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں احسان جتاتا ہے کہ اس نے انہیں دنیا کی گندگی سے آلودہ نہیں فرمایا۔ چنانچہ

اپنوں سے عیش و آرام کی دوری

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسٰی اور حضرت سیِّدُنا ہارون عَلَیْہِمَا السَّلَام سے فرمایا: اگر میں چاہوں تو تمہیں ایسی زینت دوں جسے دیکھ کر فرعون جان لے کہ ایسی زینت اس کی طاقت سے باہر ہے اور میں ضرور ایسا کر سکتا ہوں مگر میں تم دونوں سے دنیا دور کر کے تمہیں اس سے بے پروا کر دوں گا اور میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں، میں انہیں دنیاوی نعمتوں سے ایسے ہی دور رکھتا ہوں جیسے مہربان چرواہا اپنے اونٹوں کو خارش زدہ اونٹوں سے دور رکھتا ہے، میں انہیں دنیا کے عیش و آرام سے اس لئے دور نہیں رکھتا کہ ان کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ میری جانب سے عزت و انعام کو پورے طور پر حاصل کریں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْلَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُیُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَیْهَا یَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًاؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ

ترجمۂ کنز الایمان: اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم ضرور رحمٰن کے منکروں کے لیے چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتے جن پر چڑھتے اور ان کے گھروں کے لیے چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے اور طرح طرح کی آرائش اور یہ جو کچھ

الدُّنْیَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۵﴾ ع (پ۲۵، الزخرف: ۳۳ تا ۳۵) ہے جیتی دنیا ہی کا اسباب ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

سب سے بڑی نعمت اسلام ہے

اے بندے! اگر تم کچھ بصیرت رکھتے ہو تو دونوں کے مابین فرق پر غور کرو اور کہو کہ ”تمام تعریفیں اس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے اپنے اولیاء واصفیاء والا احسان ہم پر بھی فرمایا اور اپنے دشمنوں والے فتنے کو ہم سے دور رکھا۔“ اور یہ اس لئے کہ ہم کثیر شکر، بڑی حمد، بڑے احسان اور عظیم نعمت کے ساتھ خاص ہو جائیں جو کہ اسلام ہے پس یہی پہلی اور آخری نعمت ہے جس کے شکر میں تم اپنے دن رات ایک کر دو اور اگر تم اس کی قدر وقیمت سمجھنے سے عاجز ہو تو جان لو کہ اگر تمہیں دنیا کی ابتدا میں ہی پیدا کر دیا جاتا پھر تمہیں اسلام کی دولت سے نواز دیا جاتا اور تم اس ابتدائی وقت سے ابد تک اس کا شکر ادا کرتے رہتے تب بھی اس کا تھوڑا سا حق بھی ادا نہ کر پاتے کیونکہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

علمِ مُصَنِّف اور اعترافِ حقیقت

میں کہتا ہوں: اس نعمت کی قدر سے متعلق جتنا میرا علم ہے اُسے یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا، اگر میں اس کے بارے میں دس لاکھ صفحات بھی لکھ دوں تب بھی میرا علم اس سے زیادہ ہے، اس اعتراف کے ساتھ کہ میرا اس بارے میں علم ایک قطرہ اور لاعلمی سمندر کی حیثیت رکھتی ہے۔

نعمتِ ایمان ہی سب سے بڑھ کر ہے۔ کیا تم نے حضور سیِّدُ الْمُرْسَلِیْن، خَاتَمُ النَّبِیِّیْن

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے ربّ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ (پ۲۵، الشوریٰ: ۵۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل۔

پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا ﴿۱۱۳﴾ (پ۵، النسآء: ۱۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور **اللہ** کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایک قوم سے ارشاد فرمایا:

بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۶، الحجرات: ۱۷)

ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ **اللہ** تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

بڑی نعمت پر شکر گزاری

ایک مرتبہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی الْاِسْلَام یعنی سب تعریفیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کہ اُس نے اسلام عطا فرمایا۔ تو ارشاد فرمایا: بے شک تم بہت بڑی نعمت پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعریف وحمد کررہے ہو۔"[1]

جب خوشخبری لانے والا حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اُس سے پوچھا: تم حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو کس دین پر چھوڑ کر آئے

---

1 ...شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ وشکرھا، ۴/۱۱۹، حدیث: ۴۴۹۸

ہو؟ عرض کی: اسلام پر۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اب نعمت پوری ہوئی۔

منقول ہے کہ ادائے شکر میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو سب سے پیارا اور بہترین کلمہ یہ ہے کہ بندہ یوں کہے: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ اَنۡعَمَ عَلَیۡنَا وَھَدَانَا لِلۡاِسۡلَامِ یعنی تمام تعریفیں اُس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہم پر انعام فرمایا اور ہمیں اسلام کی ہدایت بخشی۔

خفیہ تدبیر اور اقوالِ اسلاف

خبردار! شکر سے ہرگز غافل مت ہونا اور اسلام، معرفت، توفیق اور گناہوں سے حفاظت کے جس مقام پر اس وقت تم ہو اس سے دھوکا مت کھانا کیونکہ باوجود ان نعمتوں کے یہ مقام بے خوفی کا ہے نہ غفلت کا کیونکہ تمام امور انجام سے جُڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ

﴿1﴾... حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡوَلِی فرمایا کرتے تھے: جو اپنے دین پر بے خوف ہوگا اُس سے دین چھین لیا جائے گا۔

﴿2﴾... ہمارے شیخ حضرت سیِّدُنا ابو بکر ورّاق عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق فرمایا کرتے تھے: جب تم کافروں کا حال اور ان کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کا سنو تو اپنے متعلق بے خوف مت ہو جانا کیونکہ معاملہ بہت خطرناک ہے اور تم نہیں جانتے کہ انجام کیا ہوگا اور تمہارے متعلق غیب میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے، لہٰذا ان اوقات کی صفائی سے دھوکا مت کھانا کیونکہ ان کے نیچے گہری آفتیں موجود ہیں۔

عصمت میں آفت

﴿3﴾... ایک بزرگ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے فرمایا: اے عصمتوں سے دھوکا کھانے والو! ان

عصمتوں کے نیچے قسم قسم کی آفتیں ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ابلیس کو کئی طرح کی عصمت سے نوازا لیکن حقیقت میں وہ اس کی بارگاہ میں مردود تھا، یونہی ربّ تعالیٰ نے بلعم بن باعورا کو کئی قسم کی ولایت عطا فرمائی مگر درحقیقت وہ اس کے دشمنوں میں سے تھا۔

﴿4﴾... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم ارشاد فرماتے ہیں: بہت سے لوگ اپنے اوپر احسان کی وجہ سے دھوکے میں ہیں، بہت سے لوگ اپنے متعلق اچھی رائے کے باعث آزمائش میں ہیں اور بہت سے لوگ پردہ پوشی کے سبب فریب میں ہیں۔

نوازشات سے دھوکا نہ کھانا

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے پوچھا گیا: بندہ سب سے بڑھ کر کس شے سے دھوکا کھاتا ہے؟ ارشاد فرمایا: مہربانیوں اور نوازشات سے۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

(پ۹، الاعراف: ۱۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: جلد ہم انھیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انھیں خبر نہ ہوگی۔

مطلب یہ کہ ہم ان پر نعمتیں مکمل کرتے جاتے ہیں اور انہیں شکر بُھلائے رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

اَحْسَنْتَ ظَنَّكَ بِالْاَيَّامِ اِذْ حَسُنَتْ ۔۔۔ وَ لَمْ تَخَفْ سُوْءَ مَا يَاْتِيْ بِهِ الْقَدَرُ

وَسَالَمَتْكَ اللَّيَالِيْ فَاغْتَرَرْتَ بِهَا ۔۔۔ وَ عِنْدَ صَفْوِ اللَّيَالِيْ يَحْدُثُ الْكَدَرُ

ترجمہ: دِنوں کے اچھے ہونے پر تو انہیں اچھا سمجھتا ہے اور اُس بُرائی سے نہیں ڈرتا جو تقدیر لانے والی ہے۔ اور تو اپنی راتوں کی سلامتی سے دھوکا کھاجاتا ہے حالانکہ بے غبار راتوں میں پریشانی ظاہر ہوتی ہے۔

خوب جان لو جیسے جیسے تم بارگاہِ الٰہی سے قریب ہوتے جاؤ گے معاملہ اور بھی زیادہ سخت، خوفناک، پیچیدہ اور مشکل ہوتا جائے گا اور تم پر خطرہ بھی بہت بڑا ہو گا، کیونکہ ہر چیز بلندی پر پہنچنے کے بعد جب واپس پلٹتی ہے تو بڑی شدت کے ساتھ پلٹتی ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا:

مَا طَارَ طَیْرٌ فَارْتَفَعَ اِلاَّ کَمَا طَارَ وَقَعَ

ترجمہ: پرندہ جس طرح اڑ کر بلندی پر جاتا ہے اسی طرح واپس نیچے بھی آتا ہے۔

پس اس وقت کسی بھی حال میں بے خوف ہونے، شکر سے غفلت برتنے اور حفاظت کے معاملے میں گریہ وزاری چھوڑ دینے کی کوئی راہ نہیں۔

حفاظتِ ایمان کی دعا

﴾6﴿... حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرمایا کرتے: تم کیسے بے خوف ہو سکتے ہو حالانکہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی:

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ (پ۱۳، ابراھیم: ۳۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

اور حضرت سیِّدُنا یوسف صدّیق عَلَیْہِ السَّلَام نے دعا کی:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا (پ۱۳، یوسف: ۱۰۱)

ترجمۂ کنزالایمان: مجھے مسلمان اٹھا۔

﴿7﴾... حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے: ”اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! سلامتی عطا فرما، سلامتی عطا فرما۔“ ایسا لگتا گویا آپ کشتی میں ہیں اور ڈوبنے کا خوف ہے۔

کہیں اسلام نہ چھن جائے!

﴿8﴾... حضرت سیِّدُنا محمد بن یوسف بن اسباط رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو پوری رات روتے دیکھا تو عرض کی: آپ گناہوں پر اس قدر روتے ہیں؟ انہوں نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: گناہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس تنکے سے بھی زیادہ معمولی ہیں، میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ کہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ سے اسلام نہ چھین لے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ۔)

ناشکری لے ڈوبی

﴿9﴾... ایک عارف بزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے بلعم بن باعورا کے بارے میں پوچھا کہ وہ اتنی نشانیوں اور بزرگیوں کے بعد کیسے مردود ہو گیا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: جو کچھ میں نے اُسے دیا تھا اس پر اس نے ایک دن بھی میرا شکر ادا نہیں کیا اگر وہ ایک مرتبہ بھی میرا شکر ادا کر لیتا تو میں اس سے اپنی عطائیں سلب نہ فرماتا۔

اے بندے! جاگ جا اور شکر کی حفاظت کر اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عطا کردہ دینی احسانات پر اس کی حمد کر، ان میں سب سے بڑا احسان اسلام اور معرفتِ الٰہی ہے اور سب سے چھوٹا احسان تسبیح کرنے کی اور بے فائدہ بات سے بچنے کی توفیق ہے۔ اُمید

ہے وہ تجھ پر اپنی نعمتیں مکمل فرمادے اور زوال کی کڑواہٹ میں تجھے مبتلا نہ فرمائے، کیونکہ عزت کے بعد ذلت، قرب کے بعد دوری اور وصال کے بعد فراق دشوار ترین معاملہ ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت وبزرگی والا اور رحمت ومہربانی فرمانے والا ہے۔

فصل: بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کے وجوب کا بیان

اعلیٰ خوبی اور ستھرا مرتبہ

اس مقام میں گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تم نے اپنے اوپر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن عظیم نعمتوں اور بڑے احسانات میں اچھی طرح غور وفکر کیا جنہیں تمہارا دل شمار کر سکتا ہے نہ تمہاری سوچ اُن کا احاطہ کر سکتی ہے حتّٰی کہ تم نے ان تمام مشکل گھاٹیوں کو پیچھے چھوڑ دیا تو تمہیں علوم وحقائق تک رسائی ہو گئی، گناہوں کی غلاظت سے پاک ہو گئے، عوائق وعوارض سے آگے بڑھ گئے، عبادت پر ابھارنے والی چیزیں پا گئے اور اِسے خراب کرنے والی چیزوں سے محفوظ ہو گئے۔ پس تمہیں کس قدر اعلیٰ خوبی اور ستھرا مرتبہ مل گیا کہ اس کی ابتدا بصیرت ومعرفت اور انتہا عزت وقرب ہے، اپنے اس مقام پر اپنی عقل وتوفیق کے مطابق غور کرو اور اپنی طاقت بھر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرو کہ وہ تمہاری زبان کو اپنی حمد وثنا میں مشغول رکھتا اور تمہارے دل کو اپنی عظمت سے پُر رکھتا ہے، تمہیں ایسا مقام عطا فرماتا ہے جو تمہارے اور اُس کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور تمہاری قوت وطاقت کے مطابق تمہیں اپنی عبادت پر اُبھارتا ہے، اس اعتراف کے ساتھ کہ تم اس کے انعام واحسان کے حق میں کوتاہی کرنے والے ہو۔

ولیوں کا اندازِ شکر

تمہیں جب بھی اس کے شکر میں غفلت، سستی یا لغزش ہو جائے تو جلدی سے لوٹ آؤ، مجاہدہ کرو، گریہ وزاری کرو اور وسیلہ تلاش کرتے ہوئے عرض کرو: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اے میرے مولا! جس طرح مستحق نہ ہونے کے باجود تو نے مجھ پر اپنے فضل سے احسان فرمایا تھا اُسی طرح مستحق نہ ہونے کے باوجود اب بھی اپنے فضل سے احسان کو پورا فرما۔" اور تم اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کو اُس کے اُن ولیوں کی طرح پکارو جنہوں نے ہدایت کا تاج پایا اور معرفت کی حلاوت چکھی تو اپنی جانوں کے متعلق دھتکار و اہانت کی تپش، گمراہی اور دوری کی وحشت اور زوال و معزولی کی کڑواہٹ سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ وہ اس کے دروازے پر مدد طلب کرتے ہوئے گریہ وزاری کرتے ہیں، اُس کی طرف گڑگڑاتے ہوئے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور خلوتوں میں دھاڑیں مار مار کر پکارتے ہیں:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾

(پ۳، اٰل عمرٰن: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔

میں کہتا ہوں: اس دعا کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! ہم نے تیری طرف سے ایک نعمت پائی تو دوسری نعمت کے امیدوار بن گئے کیونکہ تو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے پس جیسے تو نے ابتدا میں ہم پر کمال انعام فرمایا اب انتہا میں بھی اُسے پورا

کرنے کی رحمت سے ہمیں نواز دے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی مخلوق میں اپنے منتخب مسلمان بندوں کو جو دعا سکھائی وہ یہ ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ﴿۵﴾ ترجمۂ کنزالایمان: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔

(پ۱، الفاتحۃ: ۵)

یعنی ہمیں سیدھی راہ پر ثابت قدمی اور استقامت عطا فرما۔ وَاللهُ اَعْلَمُ (اللہ عَزَّوَجَلَّ بہتر جانتا ہے۔)

بس یونہی بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے رہو کیونکہ معاملہ بڑا خطرناک ہے۔

دنیا کے بنیادی مصائب

منقول ہے کہ حکماء نے غور و فکر کرکے دنیا کی پانچ چیزوں کو مصائب وآلام قرار دیا ہے: (۱)...حالتِ سفر میں بیماری (۲)...بڑھاپے میں غربت (۳)...جوانی میں موت (۴)...بینائی کے بعد اندھا ہونا اور (۵)... نعمتوں کی معرفت کے بعد ان کا انکار۔

کسی شاعر نے اس سے بھی اچھی بات کہی کہ:

لِكُلِّ شَیْءٍ اِذَا فَارَقْتَهٗ عِوَضٌ ۔۔۔ وَ لَیْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضِ

ترجمہ: تجھے ہر چیز کو چھوڑنے کا کوئی نہ کوئی عوض مل جائے گا لیکن اگر تو نے باری تعالیٰ کو چھوڑا تو اس کا کوئی عوض نہیں۔

ایک اور شاعر نے کہا:

اِذَا اَبْقَتِ الدُّنْیَا عَلَى الْمَرْءِ دِیْنَهٗ ۔۔۔ فَمَا فَاتَهٗ مِنْهَا فَلَیْسَ بِضَائِرِ

ترجمہ: اگر دنیا آدمی کو دین پر باقی رہنے دے تو پھر جتنی دنیا بھی ضائع ہو جائے کوئی نقصان نہیں۔

قیمتی و نایاب خزانے

لہٰذا خود پر ہونے والی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ہر نعمت اور اس کی مدد کا شکر ادا کرو جو اس نے تمہاری ان گھاٹیوں کے عبور کرنے میں فرمائی اور تمہیں ثابت قدم رکھا اور تمہیں چاہت و تمنا سے بڑھ کر عطا فرمایا۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو پھر یقیناً تم نے اس پُر خطر گھاٹی کو پیچھے چھوڑ دیا اور کامیابی میں تمہیں دو قیمتی اور نایاب خزانے ملے جو کہ استقامت اور زیادت ہیں۔ اب جو نعمتیں اس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں وہ ہمیشہ رہیں گی ان کے زوال کا خوف نہ کرو بلکہ ربّ تعالیٰ تمہیں وہ نعمتیں بھی عطا فرمائے گا جو تمہارے پاس نہیں ہیں اور تم ان کی اچھی طرح طلب اور تمنا بھی نہیں کر سکتے اب ان کے فوت ہونے کا خوف بھی نہ کرو، اس وقت تم ان عارفین میں سے ہو جاؤ گے جو دین کو جاننے والے، توبہ کرنے والے، پاک، دنیا سے بے رغبتی رکھنے والے، عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنے والے، شیطان پر غصہ کرنے والے، دل اور تمام اعضاء سے تقویٰ کا حق ادا کرنے والے، چھوٹی امیدوں والے، خیر خواہی کرنے والے، عاجزی وانکساری والے، توکُّل والے، معاملات کو سپردِ خدا کرنے والے، قضا پر راضی رہنے والے، صبر والے، خوفِ خدا والے، رحمتِ الٰہی کے امیدوار، اخلاص والے، احساناتِ الٰہیہ کو یاد کرنے والے اور تمہارے مالک و مولیٰ ربّ العالمین عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے والے ہیں۔ اس کے بعد تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو سیدھی راہ پر قائم رہنے والے، مُعزَّز اور صدّیقین ہیں۔

اس کلام پر غور کرو اور توفیق دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے۔

شکر گزار تھوڑے ہیں

اگر تم کہو کہ جب معاملہ اس قدر مشکل ہے تو اس درجہ کی عبادت کرنے والے اور اس مقام پر پہنچنے والے تو بہت کم ہوں گے، بھلا اس قدر محنت مشقت اور ان شرائط پر عمل کرنے کی طاقت کس میں ہے؟ تو جان لو کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے، چار فرامینِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمایئے:

﴿1﴾...

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝۱۳ (پ۲۲، سبا: ۱۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

﴿2﴾...

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۲۴۳ (پ۲، البقرۃ: ۲۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

﴿3﴾...

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۶۳ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۳)

ترجمۂ کنز الایمان: بلکہ اُن میں اکثر بے عقل ہیں۔

﴿4﴾...

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۱ (پ۱۲، یوسف: ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: مگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔

لیکن جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آسان فرمادے اس کے لیے آسان ہے، بس بندے کے ذمے کوشش کرنا ہے اور ہدایت عطا فرمانا ربّ عَزَّوَجَلَّ کے ذِمَّۂ کرم پر ہے۔

ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

جب بندہ کمزور ہونے کے باوجود مجاہدے پر ڈٹ جائے تو پھر قدرت والے غنی وکریم ربّ عَزَّوَجَلَّ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

سختیاں آسان ہوجاتی ہیں

اگر تم کہو کہ عمر مختصر اور یہ گھاٹیاں مشکل اور طویل ہیں تو مختصر عمر میں ان شرائط کو پورا کرکے یہ گھاٹیاں کیسے عبور کی جاسکتی ہیں؟ تو سنو! میری عمر کی قسم! بے شک یہ گھاٹیاں طویل ہیں اور شرائط بھی سخت ہیں لیکن جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو چُن لیتا ہے تو اس پر ان گھاٹیوں کی طوالت کم کردیتا اور اس کی سختیاں آسان فرمادیتا ہے یہاں تک کہ بندہ انہیں عبور کرنے کے بعد کہتا ہے: ''یہ راہ کتنی قریب اور مختصر تھی اور یہ معاملہ کتنا نرم وآسان تھا۔'' اس معاملے میں اس انتہا پر ٹھہرتے ہوئے میں کہتا ہوں:

عَلَمُ الْمَحَجَّةِ وَاضِحٌ لِمُرِيْدِهٖ ... وَاَرَى الْقُلُوْبَ عَنِ الْمَحَجَّةِ فِيْ عَمٰى

وَلَقَدْ عَجِبْتُ لِهَالِكٍ وَ نَجَاتُهٗ ... مَوْجُوْدَةٌ وَ لَقَدْ عَجِبْتُ لِمَنْ نَجَا

ترجمہ: سیدھی راہ کی نشانی اپنے طلبگار کے لئے واضح ہے اور میں دلوں کو دیکھ رہا ہوں کہ سیدھی راہ سے اندھے ہیں۔ میں ہلاک ہونے والے پر تعجب کرتا ہوں حالانکہ اس کی نجات موجود ہے اور مجھے نجات پانے والے پر بھی تعجب ہے۔

یہاں تک کہ بعض لوگ ان گھاٹیوں کو 70 سال میں طے کرتے ہیں، بعض 20

سال میں، بعض 10 سال میں بعض ایک سال میں، بعض ایک مہینہ میں، بعض ایک ہفتے میں بلکہ بعض تو ایک ساعت میں طے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ بعض تو ربّ تعالیٰ کی توفیقِ خاص اور عنایت سے ایک لمحہ میں اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

لمحے بھر میں مقام و مرتبہ

کیا تم نے اصحابِ کہف کا واقعہ ملاحظہ نہیں کیا کہ ایک قدم میں کس مقام پر پہنچ گئے، جب انہوں نے اپنے بادشاہ دقیانوس کے بدلتے تیور دیکھے تو کہا:

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ (پ۱۵، الکھف: ۱۴)

ترجمۂ کنزالایمان: ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کو نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔

پس اتنا کہنے کے بعد انہیں معرفت نصیب ہو گئی اور انہوں نے اس راہ کے حقائق کی بصیرت حاصل کر لی اور اس راہ کو پار کر کے اپنا معاملہ سپردِ خدا کرنے والے، توکُّل کرنے والے اور سیدھی راہ پر قائم رہنے والے بن گئے، کیونکہ انہوں نے کہا:

فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ یَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یُهَیِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ (پ۱۵، الکھف: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنادے گا۔

اور یہ سب چیزیں اصحابِ کہف کو ایک ساعت یا ایک لمحے میں نصیب ہو گئیں۔

پل بھر میں مقامِ معرفت

کیا تمہیں فرعون کے جادوگروں کا قصہ یاد نہیں کہ وہ پل بھر میں مقامِ معرفت

پر فائز ہو گئے، وہ اس طرح کہ جب انہوں نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ دیکھا تو کہا:

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ (پ۱۹، الشعراء: ۴۷، ۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہان کا رب ہے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

پس انہوں نے راستے کی بصیرت حاصل کر لی تو ایک لمحہ بلکہ اس سے بھی کم وقت میں اسے طے کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو پہچاننے والے، اس کی قضا پر راضی، اس کی آزمائشوں پر صابر، اس کی نعمتوں پر شاکر اور اس کی ملاقات کے مشتاق بن گئے اور پکارے اٹھے:

لَا ضَیْرَ٘ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ (پ۱۹، الشعرآء: ۵۰)

ترجمۂ کنز الایمان: کچھ نقصان نہیں ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

دنیا سے دین کی طرف

ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم پہلے ایک بادشاہ تھے، انہوں نے بادشاہت چھوڑ کر اس راہِ حق کا ارادہ کیا اور اتنی قلیل مدت میں اسے طے کر لیا جتنی دیر میں وہ ''بلخ'' سے ''مرو'' پہنچ جاتے حتّٰی کہ وہ اس مقام تک جا پہنچے کہ ایک شخص پُل کے اوپر سے گہرے پانی میں گر رہا تھا تو آپ نے فرمایا: ''ٹھہر جا۔'' تو وہ ہوا میں ہی رُک گیا اور اُس کی جان بچ گئی۔

رابعہ بصریہ کی زندگی میں انقلاب

حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا ایک عمر رسیدہ کنیز تھیں، انہیں

بصرہ کے بازار میں گھمایا جاتا تھا مگر عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی خریدنے میں دلچسپی نہیں لیتا تھا۔ پھر ایک تاجر کو ان پر رحم آیا اور اس نے انہیں سو دِرہم میں خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْھَا نے اس راہِ آخرت کو اختیار کر لیا، ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ ان کے مرتبے کی بلندی کی وجہ سے بصرہ کے علما و مشائخ اور قُراء و اولیاء ان کی زیارت کو آنے لگے۔

بہر حال عنایت اور فَضلِ خداوندی جس کے شامل حال نہ ہو اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور بسا اوقات وہ کسی ایک ہی گھاٹی کی کسی وادی میں 70 سال پڑا رہتا ہے اور اسے پار نہیں کر پاتا اور کتنی ہی بار چیختے چلاتے ہوئے کہتا ہے: "یہ راستہ کتنا تاریک اور مشکل ہے، یہ معاملہ کتنا تنگ اور دشوار ہے۔" جبکہ حقیقت میں تو معاملہ ایک ہی اصل کی طرف لوٹتا ہے اور وہ ہے عادل و حاکم اور زبردست جاننے والے ربّ تعالٰی کا حکم۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تم پوچھو کہ ایک بندے کو توفیقِ خاص نصیب ہوئی اور دوسرا محروم رہا ایسا کیوں ہے جبکہ بندہ ہونے میں دونوں برابر ہیں؟ تو سنو! اس سوال کے وقت جلال کے پردوں سے ایک فرمانے والا فرماتا ہے: ادب ملحوظ رکھو اور ربوبیت کے راز اور بندگی کی حقیقت پہچانو کیونکہ ربّ عَزَّوَجَلَّ جو بھی کرے اس سے پوچھا نہیں جائے گا اور بندوں سے پوچھا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: دنیا میں اس راہِ سلوک کی مثال آخرت میں پُل صراط کی گھاٹی اور اس کی مسافت کو عبور کرنے کی طرح ہے، یونہی لوگوں کا حال بھی پُل صراط پار کرنے والوں کی طرح ہے کہ کوئی تو بجلی کی سی تیزی سے گزر جائے گا، کوئی تیز ہوا کے

جھونکے کی طرح پار ہو جائے گا، کوئی تیز رفتار گھوڑے کی سی فرلانگ بھرے گا، کوئی اُڑ کر جائے گا، کوئی پیدل چلے گا، کوئی گھسٹتا ہوا پار کرے گا حتّٰی کہ کوئلہ ہو جائے گا اور کوئی جہنم کی آواز سنے گا اور کسی کو آنکڑوں میں جکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ پس دنیا میں راہِ سلوک کا اپنے مسافروں کے ساتھ یہی حال ہے۔ تو یہ دو راستے ہیں: ایک دنیا کا اور دوسرا آخرت کا۔ آخرت کا راستہ نفوس (یعنی انسانی جانوں) کے لئے ہے جس کی ہولناکیوں کو آنکھ والے دیکھیں گے اور دنیا کا راستہ دلوں کے لئے جس کی ہولناکیاں صرف عقل و بصیرت والے ہی دیکھتے ہیں اور آخرت میں راستہ طے کرنے والوں کے احوال اس لئے مختلف ہوں گے کیونکہ دنیا میں ان کے احوال مختلف تھے۔

اس پر پورا غور کرو یہ بڑی اہم بات ہے۔

فصل دلوں سے طے ہونے والی روحانی راہِ آخرت کا بیان

نور کی طلب

اس باب میں ایک تحقیقی بات ذہن نشین کر لو کہ یہ راہِ آخرت طویل یا مختصر ہونے میں دنیاوی راستوں کی طرح نہیں ہے جس پر لوگوں کے جسم چلتے اور اپنی طاقت کے مطابق اُسے قدموں سے طے کرتے ہیں بلکہ یہ روحانی راستہ ہے جس پر دل سفر کرتے اور عقیدوں اور بصیرتوں کے مطابق افکار و نظریات اسے طے کرتے ہیں، اس کی اصل آسمانی نور اور نظرِ الٰہی ہے جو بندے کے دل پر پڑتی ہے تو بندہ حقیقت میں دونوں جہاں کا معاملہ دیکھ لیتا ہے۔ اس نور کی طلب میں بندہ بسا اوقات سو سال لگا دیتا ہے مگر اس کے

نام ونشان تک نہیں پہنچ پاتا اور یہ اس لیے کہ اس کے طلب کرنے میں غلطی، کوشش کرنے میں کوتاہی اور راستے سے عدمِ واقفیت ہوتی ہے جبکہ کوئی دوسرا بندہ 50 دن میں، کوئی 10 دن میں، کوئی ایک دن میں اور کوئی ربُّ الْعٰلَمِیْن کی عنایت سے ایک ہی لمحے میں یہ نور پالیتا ہے۔ ہدایت دینے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی ہے لیکن بندے کو کوشش کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا اس پر حکم کی تعمیل ضروری ہے حالانکہ معاملہ تقسیم اور مقدر ہو چکا ہے اور ربّ عَزَّوَجَلَّ عدل کرنے والا حاکم ہے وہ جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر تم سوال کرو کہ یہ خطرہ کس قدر بڑا اور یہ معاملہ کتنا سخت تر ہے اور بندہ کمزور ہونے کے باوجود اس کا شدید محتاج ہے تو پھر اس قدر مشقت اور اتنی کڑی شرائط کیوں ہیں؟ تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں: تم اپنی بات میں بالکل سچے ہو بلاشبہ معاملہ سخت اور خطرہ بڑا ہے اور اسی لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍؕ(۴)

(پ۳۰، البلد: ۴)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

نیز ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُؕ-اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاۙ(۷۲)

(پ۲۲، الاحزاب: ۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انھوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

اور اِسی لیے تمام جہانوں کے سردار، محبوبِ پروردگار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”لَوْعَلِمْتُمْ مَا اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّلَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا یعنی اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو ضرور زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔“[1]

کاش! میں پیدا نہ ہوا ہوتا

مروی ہے کہ ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے: کاش! لوگ پیدا نہ ہوتے اور جب پیدا ہو ہی گئے ہیں تو کاش! جان لیتے کہ کس لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن بھی اسی طرح فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ

﴾1﴿... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: خوفِ عذاب کے سبب میں چاہتا ہوں کہ میں سبزہ ہوتا جسے چوپائے کھاجاتے۔

﴾2﴿... امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے کسی سے یہ آیتِ مبارکہ سنی:

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْــٴًـا مَّذْكُوْرًا ① (پ۲۹، الدھر: ۱)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک آدمی پر ایک وقت وہ گزرا کہ کہیں اس کا نام بھی نہ تھا۔

تو ارشاد فرمایا: کاش! یہ حالت ایسی ہی رہتی (انسان پیدا ہوتا نہ پابندیوں میں آتا)۔

﴾3﴿... امینُ الامت حضرت سیِّدُنا ابو عُبَیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: میری تمنا ہے کہ میں ایک مینڈھا ہوتا تو میرا گوشت ٹکڑے کرکے شوربا بنالیا جاتا مگر میں پیدا نہ ہوا ہوتا۔

1... بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقۃ فی الکسوف، ۱/۳۵۷، حدیث: ۱۰۴۴
مسند امام احمد، ۸/۱۲۱، حدیث: ۲۱۵۷۲

﴿4﴾... حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: آدمی کو نادان پیدا کیا گیا ہے اگر آدمی میں نادانی نہ ہوتی تو کبھی زندگی سے لطف اندوز نہ ہوتا۔

﴿5﴾... حضرت سیِّدُنا فُضَیْل بن عِیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب نے فرمایا: مجھے بڑے سے بڑے نیک بندے پر بھی رشک نہیں آتا، کیا یہ لوگ قیامت کی ہولناکیاں نہیں دیکھیں گے؟ مجھے تو اس پر رشک آتا ہے جو پیدا ہی نہ ہوا۔

﴿6﴾... حضرت سیِّدُنا عطا سلمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے فرمایا: اگر آگ بھڑکا کر کہا جائے کہ ”جو خود کو اس میں گرا دے گا وہ کچھ بھی نہ رہے گا۔“ تو مجھے ڈر ہے کہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی میں خوشی سے مر نہ جاؤں۔

اے بندے! تیرا کہنا درست ہے کہ معاملہ سخت ہے بلکہ معاملہ تمہارے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر سخت اور بڑا ہے مگر تقدیرِ الٰہی میں یہ مقدر ہو چکا ہے اور اس کی تدبیر فرمانے والا غالب علم والا ہے، بندے کے لیے چھٹکارے کی راہ بس یہی ہے کہ وہ بندگی میں ساری کوشش لگا دے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا رہے امید ہے ربّ تعالیٰ اس پر رحم فرما کر اپنے فضل سے اسے سلامتی نصیب فرما دے۔

دونوں جہان میں سلامتی و بادشاہت

رہا تمہارا یہ کہنا کہ اتنی مشقت و کڑی شرائط کیوں؟ تو یہ بات تمہاری طرف سے ایک بڑی غفلت کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ تمہیں تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ”کمزور بندے کی طلب کے مقابلے میں اس کی حیثیت ہی کیا ہے؟ کیا تم جانتے ہو کہ کمزور بندے کی طلب کیا ہے؟ سنو! بندے کی کم از کم طلب دو چیزیں ہیں: (۱)... دونوں جہاں میں

سلامتی اور (٢)... دونوں جہاں میں بادشاہت۔“

جہاں تک دنیا کے فتنوں اور ہتھکنڈوں سے سلامتی کی بات ہے تو ان سے مُقرَّب ملائکہ کی بھی آزمائش کی گئی ہے کیا تم نے ہاروت وماروت کا قصہ نہیں سنا؟[1] بلکہ یہاں تک مروی ہے کہ جب بندے کی روح آسمان تک لے جائی جاتی ہے تو آسمانوں کے فرشتے تعجب کرتے ہوئے کہتے ہیں: جس گھر میں ہمارے بہترین فرشتے بھی مبتلائے آزمائش ہوگئے یہ وہاں سے کیسے نجات پا گیا؟

رہی بات آخرت کی تو اس کی ہولناکیوں اور سختیوں سے حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی پکارا ٹھیں گے: ”نَفْسِیْ نَفْسِیْ لَاۤ اَسْئَلُكَ الْیَوْمَ اِلَّا نَفْسِیْ یعنی ہائے میری جان، ہائے میری جان، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! آج میں تجھ سے اپنی ہی امان چاہتا ہوں۔“ حتّٰی کہ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے: اگر بروز قیامت کسی شخص کے پاس 70 انبیائے

1... سیِّدی اعلیٰ امام اہلسنت، مجدِّدِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے ”فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 397“ پر ہاروت و ماروت کے بارے میں جو کلام فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”ہاروت اور ماروت کا واقعہ جس طرح عوام میں مشہور ہے ائمۂ کرام اس کا شدید اور سخت انکار کرتے ہیں، اس کی تفصیل شفاء شریف اور اس کی شروحات میں موجود ہے، یہاں تک کہ امام اَجَل قاضی عِیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ”ہاروت اور ماروت کے بارے میں یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہیں اور راجح یہی ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی آزمائش کے لیے مقرر فرمایا کہ جو جادو سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ ”اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ“ (پ۱، البقرۃ: ۱۰۲) ہم تو آزمائش ہی کے لیے مقرر ہوئے ہیں تُو کفر نہ کر۔ اور جو ان کی بات نہ مانے وہ اپنے پاؤں پہ چل کے خود جہنم میں جائے، یہ فرشتے اگر اسے جادو سکھاتے ہیں تو وہ فرمانبرداری کر رہے ہیں نہ کہ نافرمانی کر رہے ہیں۔

(الشفاء، فصل فی القول فی عصمۃ الملائکۃ، الجزء الثانی، ص ۱۷۵، ۱۷۶)

کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام جتنا بھی عمل ہو اتب بھی وہ گمان کرے گا کہ وہ نجات نہیں پا سکتا۔[1] پس جو ان فتنوں سے سلامت رہنا چاہے وہ اسلام کے ذریعے ان سے سلامتی کے ساتھ نکل سکتا ہے، پھر اسے ان ہولناکیوں میں سے کوئی بھی فتنہ نقصان نہیں دے گا اور وہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے گا، اُسے کوئی بھی مصیبت نہیں پہنچے گی۔ اب بتاؤ کیا یہ کوئی معمولی طلب ہے؟

ولیوں کی شانیں

جہاں تک بادشاہت اور بزرگی کی بات ہے تو بادشاہت یہ ہے کہ بندہ اپنی مرضی اور تَصَرُّف کو نافذ کر سکے اور دنیا میں درحقیقت یہ مقام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں اور اُس کے حکم و فیصلے سے راضی برگزیدہ بندوں کے لیے ہے، بحر و بر اور تمام زمین ان کے لیے ایک قدم کی مسافت رکھتی ہے، پتھر اور ڈھیلے ان کے لیے سونا چاندی ہیں، جن وانس، چوپائے اور پرندے ان کے تابع فرمان ہوتے ہیں اور یہ نفوس قدسیہ جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے کیونکہ یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے اور اُس کا چاہا ضرور ہوتا ہے، یہ مخلوق میں کسی سے نہیں ڈرتے اور ساری مخلوق ان سے ڈرتی ہے، یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تمام مخلوق ان کی خدمت و غلامی کرتی ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کو تو ان کا عُشرِ عَشیر بھی نصیب نہیں بلکہ ان کی بادشاہت تو بہت تھوڑی اور ذلیل ہے جبکہ آخرت کی بادشاہت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْكًا كَبِیْرًا ۝۲۰ (پ۲۹، الدھر: ۲۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔

---

1 ...مستدرک حاکم، کتاب الاھوال، ذکر اھل علیین، ۵/۸۱۱، حدیث: ۸۷۸۹

اُخروی بادشاہت بڑی سلطنت

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آخرت کی بادشاہت کو"بڑی سلطنت"فرمایا تو یہ سب سے بڑی ہے اور تم جانتے ہو کہ دنیا اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ قلیل(یعنی تھوڑی)ہے اور یہ اپنی ابتدا سے انتہا تک بھی قلیل ہے اور اس قلیل میں سے بھی ہمارا حصہ قلیل ہے۔ ہم میں سے کوئی اپنا مال وجان خرچ کرکے بھی قلیل دنیا سے قلیل مدت کے لیے قلیل حصہ پانے میں کامیاب ہو پاتا ہے اور اگر اُسے یہ حاصل ہو جائے تو لوگ اُسے عیب لگاتے بلکہ اُس سے حسد کرتے ہیں اور اس نے دنیا کی خاطر جو مال اور جان خرچ کی ہوتی ہے اس کو زیادہ نہیں سمجھتا۔ جیسا کہ اِمرءُ القیس کا یہ شعر بیان کیا جاتا ہے:

بَکٰی صَاحِبِیْ لَمَّا رَاَی الدَّرْبَ دُوْنَہٗ وَاَیْقَنَ اِنَّا لَاحِقَانِ بِقَیْصَرَا

فَقُلْتُ لَہٗ لَا تَبْکِ عَیْنُکَ اِنَّمَا نُحَاوِلُ مُلْکًا اَوْ نَمُوْتَ فَنُعْذَرَا

ترجمہ: میرے ساتھی نے جب روم کا داخلی راستہ اپنے سامنے دیکھا اور یقین کر لیا کہ ہم قیصرِ روم سے ملاقات کرنے والے ہیں تو رونے لگا۔ میں نے اُس سے کہا: تیری آنکھ نہ روئے، ہم حیلے سے بادشاہت حاصل کریں یا مر جائیں دنیا نے ہمیں عیب ہی لگانا ہے۔

تو غور کرو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ہمیشہ رہنے والی جنت میں بہت بڑی سلطنت چاہتا ہے، کیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے دو رکعتیں پڑھنے یا دو درہم خرچ کرنے یا دو راتیں جاگنے کو بہت بڑا سمجھتا ہے؟ ہر گز نہیں، بلکہ اگر اس کے 10 لاکھ جسم، 10 لاکھ روحیں اور 10 لاکھ زندگیاں ہوں اور ہر زندگی دنیا کی عمر جتنی ہو پھر وہ ان تمام زندگیوں کو اس پیارے مطلوب (اُخروی سلطنت) میں لگا دے تب بھی یہ تھوڑا ہے۔ پھر اگر اس کے بعد اپنے مطلوب ومقصود میں کامیابی مل جائے تو یہ بہت بڑی غنیمت اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف

سے اس پر بہت بڑا افضل ہے۔ اے کمزور انسان! غافلوں والی نیند سے بیدار ہو جا۔

فرمانبردار بندے کی 40 بزرگیوں کا بیان

پھر میں نے غور کیا کہ جب بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کرتا، اس کی عبادت پر کمر بستہ ہو جاتا اور ساری زندگی اسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جو کچھ عطا فرماتا ہے وہ 40 بزرگیاں ہیں جن میں سے 20 دنیا میں دی جاتی ہیں اور 20 آخرت میں عطا ہوتی ہیں۔

دنیا کی 20 بزرگیاں

﴿1﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا تذکرہ اور تعریف فرماتا ہے۔ کتنا معزز ہے وہ بندہ جس کا تذکرہ و تعریف تمام جہانوں کا پروردگار عَزَّوَجَلَّ فرمائے۔

﴿2﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے شکر کی توفیق عطا فرماتا اور اسے عزت و عظمت دیتا ہے۔ اگر تیرے جیسی کوئی کمزور مخلوق تیرا شکریہ ادا کرے اور تجھے عزت دے تو تُو اسے بزرگی سمجھتا ہے، پھر اوّلین و آخرین کا معبود ایسا کرے (تجھے عظمت سے نوازے) تو اس کا عالَم کیا ہو گا!۔

﴿3﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس سے محبت فرماتا ہے۔ اگر محلے کا رئیس یا شہر کا حاکم تجھ سے محبت کرے تو تُو اسے فخر سمجھے گا اور نازک مقامات پر اس کا فائدہ اٹھائے گا تو پھر ربُّ الْعٰلَمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ کی محبت کا عالَم کیسا ہو گا!۔

﴿4﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے اُمور کو اپنے ذِمّۂ کرم پر لے کر ان کی تدبیر فرماتا ہے۔

﴿5﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے رزق کا کفیل ہو جاتا ہے اور ہلنے جلنے اور محنت و مَشَقَّت کے بغیر ہر حال میں اس تک رزق پہنچتا ہے۔

﴿6﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا مددگار ہوتا ہے، اس کے ہر دشمن اور بُرا چاہنے والے کو اس سے دور فرماتا ہے۔

﴿7﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا انیس ہو جاتا ہے پھر وہ کسی حال میں وحشت محسوس کرتا ہے نہ ہی اُسے کسی تغیُّر و تبدُّل کا خوف رہتا ہے۔

﴿8﴾... نفس کو عزت دی جاتی ہے۔ پھر اسے دنیا اور دنیا والوں کی خدمت کی ذلت نہیں پہنچتی بلکہ وہ اس بات پر بھی راضی نہیں ہوتا کہ دنیا کے بادشاہ اور زبردست لوگ اس کی خدمت کریں۔

﴿9﴾... اُسے بلند ہمتی عطا کی جاتی ہے، پھر وہ دنیا اور اہل دنیا کی آلودگیوں سے الگ ہو جاتا ہے، دنیا کے تماشوں اور خرافات کی طرف توجہ نہیں کرتا جیسا کہ عقلمند مرد بچوں اور عورتوں کے کھیلوں سے الگ رہتے ہیں۔

﴿10﴾... اُسے دل کی تونگری عطا ہوتی ہے۔ یوں وہ دنیا کے ہر غنی سے بے پرواہو جاتا ہے، ہمیشہ خوش دل اور کُشادہ سینہ رہتا ہے اور کوئی سانحہ انہیں ڈراتا ہے نہ کسی چیز کا نہ ہونا انہیں بے چین کرتا ہے۔

﴿11﴾... اُسے دل کے نور سے نوازا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ علوم و اسرار اور ایسی حکمتوں تک پہنچ جاتا ہے جن کا تھوڑا سا حصہ بھی طویل عُمر اور بہت زیادہ جدوجہد کے بعد نصیب ہوتا ہے۔

﴿12﴾... شرحِ صدر عطا ہوتا ہے، پھر دنیا کے مصائب و آلام اور لوگوں کی مکاریوں اور عیاریوں سے اس کا سینہ تنگ نہیں ہوتا۔

﴿13﴾... لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت و وَقعت بڑھا دی جاتی ہے تو پھر ہر نیک و بد اس کا احترام کرتا ہے اور ہر فرعون اور ظالم و جابر اس سے ڈرتا ہے۔

﴿14﴾... دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی، اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے اپنا اور بندوں کا

محبوب بنا دیتا ہے پس تم دیکھو گے کہ دل اس سے فطری طور پر محبت کرتے ہیں اور بے اختیار اس کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

﴿15﴾... اُسے ہر شے میں برکتِ عامہ عطا ہوتی ہے کہ اس کی گفتگو، جان، فعل، لباس، مکان میں برکت رکھ دی جاتی ہے حتّٰی کہ اُس کے پاؤں کے نیچے آنے والی مٹی، وہ جگہ جہاں وہ ایک دن ہی بیٹھا ہو اور وہ انسان جس نے اُسے دیکھا یا ایک گھڑی اُس کی صحبت اختیار کی ہو اُسے بھی بابرکت بنا دیا جاتا ہے۔

﴿16﴾... پانی اور زمین اس کے لئے مسخر کر دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ چاہے تو ہوا میں اُڑے، چاہے تو پانی پر چلے اور چاہے تو روئے زمین کو ایک گھڑی سے بھی کم میں طے کر لے۔

﴿17﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ درندوں، جنگلی جانوروں اور شیر وغیرہ کو اس کے زیرِ نگیں کر دیتا ہے تو جنگلی جانور اس کی بات مانتے ہیں اور سانپ بچھو اس کے قدموں میں لوٹتے ہیں۔

﴿18﴾... زمین کی کنجیاں اسے عطا کر دی جاتی ہیں، وہ جہاں چاہے ہاتھ مار کر خزانہ حاصل کر لے، ضرورت ہو تو زمین پر پاؤں مار کر پانی کے چشمے جاری کر دے اور جہاں بھی پڑاؤ کرے اور چاہے تو دستر خوان آ جائے۔

﴿19﴾... دربارِ الٰہی میں اسے وجاہت و سرداری ملتی ہے پس مخلوق اس کی خدمت کرنے کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناتی ہے اور اس کی برکت و وجاہت کے طفیل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کا سوال کرتی ہے۔

﴿20﴾... اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ بھی مانگتا ہے تو وہ اُسے عطا فرماتا ہے، کسی کی سفارش کرتا ہے تو قبول کی جاتی ہے اور اگر وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

پر کسی چیز کی قسم کھالے تو ربّ تعالٰی اسے پورا فرما دیتا ہے[1] حتّٰی کہ ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر پہاڑ کو اشارہ کریں تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے پس انہیں زبان سے سوال کرنے یا ہاتھ سے اشارہ کرنے کی حاجت نہیں پڑتی بس یہاں دل میں کسی شے کا خیال آیا وہاں وہ شے حاضر ہو گئی۔

یہ ہیں وہ 20 بزرگیاں جو فرمانبردار بندے کو دنیا میں عطا ہوتی ہیں۔

آخرت کی 20 بزرگیاں

آخرت میں فرماں برداروں کو دی جانے والی 20 بزرگیاں درج ذیل ہیں:

﴿21﴾... **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سب سے پہلے اس پر موت کی سختیاں آسان فرماتا ہے، وہ سختیاں جن سے حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے دل بھی ڈر گئے یہاں تک کہ انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ ''وہ ان پر یہ سختیاں آسان فرما دے۔'' پس ان میں سے بعض موت کو ایسا خوشگوار پاتے ہیں جیسے پیاسے کے لئے ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ طَیِّبِیْنَۙ

(پ۱۴، النحل: ۳۲)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں۔

---

[1]... مُفَسِّر شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **مراٰۃ المناجیح، جلد 7، صفحہ 58** پر اس کی شرح میں فرماتے ہیں: اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ وہ بندہ اگر **اللہ** تعالٰی کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی یہ کر دے تو رب تعالٰی ضرور کر دے یہ ہے بندہ کی ضد اپنے رب پر۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو خدا اس کی قسم پوری کر دے مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرے بیٹا ہو گا یا ربّ کی قسم آج بارش ہو گی تو ربّ تعالٰی ان کی زبان سچی کرنے کے لیے یہ کر دے۔

﴿22﴾... اُسے ایمان اور معرفت پر ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے اور یہ خوف و گھبراہٹ والا معاملہ ہے اور اسی پر رونا اور گڑ گڑانا چاہیے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ (پ۱۳، ابراھیم: ۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں

﴿23﴾... خوشخبری وامان کے ساتھ راحت اور پھول بھیجے جاتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ (پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک وہ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

پس اُسے آخرت میں پیش آنے والے حالات کا خوف ہوتا ہے نہ دنیا میں جو کچھ چھوڑا اس کا غم۔

﴿24﴾... جنت میں ہمیشہ رہنا اور ربّ عَزَّوَجَلَّ کے جوارِ رحمت کا قرب نصیب ہوتا ہے۔

﴿25﴾... باطن میں اس کی روح کو نفع ہوتا کہ اُسے عزت واحترام اور نوازشات کے ساتھ فرشتوں پر بلند کیا جاتا ہے اور ظاہر میں اس کے بدن کو نفع ملتا ہے کہ جنازے کی تعظیم ہوتی، نمازِ جنازہ میں لوگ بکثرت آتے، اس کی تجہیز وتکفین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، اس پر بڑے ثواب کی اُمید کرتے اور اُسے اپنے لئے سب سے بڑی سعادت وغنیمت تصور کرتے ہیں۔

﴿26﴾... سوالاتِ قبر کی آزمائش سے امان دی جاتی اور درست تلقین اِلقا ہوتی ہے اور وہ اِس ہولناکی سے بے خوف ہو جاتا ہے۔

﴿27﴾... اس کی قبر کو کشادہ اور مُنَوَّر کر دیا جاتا ہے تو وہ قیامت تک کے لئے جنت کا باغ بن جاتی ہے۔

﴿28﴾... اس کی روح کو اُنسیت، خوشگواری اور عزت دی جاتی ہے، یوں کہ اسے سبز پرندوں کے پوٹوں میں نیکوکاروں کے ساتھ کر دیا جاتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اُنہیں اپنے فضل سے جو عطا فرماتا ہے اس پر شاد ہوتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔

﴿29﴾... اُسے عزت وبزرگی کے ساتھ قبر سے اٹھایا جائے گا اور حُلّے اور تاج پہنا کر براق پر سوار کیا جائے گا۔

﴿30﴾... اُس کا چہرہ روشن اور منور ہو گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ (پ۲۹، القیامۃ: ۲۲، ۲۳)

ترجمۂ کنز الایمان: کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ (پ۳۰، عبس: ۳۸، ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے ہنستے خوشیاں مناتے۔

﴿31﴾... قیامت کی ہولناکیوں سے امن نصیب ہو گا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا جو

اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۴۰﴾ جی میں آئے کرو بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(پ۲۴، حٰمٓ السجدۃ:۴۰)

﴾32﴿... نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بعض کو اس کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

﴾33﴿... حساب میں آسانی ہو گی اور بعض کا حساب بالکل بھی نہیں ہو گا۔

﴾34﴿... میزان میں نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گا اور بعض کو وزن کے لئے روکا ہی نہیں جائے گا۔

﴾35﴿... اُسے حضور شَفیعِ محشر، ساقی کوثر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حوض پر حاضری نصیب ہو گی، وہ اس سے ایک بار پیئے گا تو پھر کبھی پیاسا نہ ہو گا۔

﴾36﴿... وہ پل صراط پار کر کے جہنم سے بچ جائے گا حتّٰی کہ بعض بندے جہنم کی بھنک بھی نہیں سنیں گے اور ان کے لئے آگ بجھ جائے گی۔

﴾37﴿... میدانِ محشر میں شفاعت کرے گا جیسے حضرات انبیاء و مُرسَلین عَلَیْہِمُ السَّلَام شفاعت فرمائیں گے۔

﴾38﴿... جنت میں ہمیشہ کی بادشاہت سے نوازا جائے گا۔

﴾39﴿... سب سے بڑی رضا و خوشنودی نصیب ہو گی۔

﴾40﴿... تمام جہانوں کے ربّ اور اولین و آخرین کے معبود جَلَّ جَلَالُہٗ کی بلا کیف ملاقات نصیب ہو گی۔

بزرگیاں شمار سے باہر ہیں

میں کہتا ہوں: یہ 40 بزرگیوں کی گنتی میرے ناقص علم اور سمجھ کے مطابق ہے اور

میں نے اس میں بھی بہت اجمال و اختصار سے کام لیا ہے اور بنیادی چیزوں کو بیان کیا ہے۔ اگر میں ان بزرگیوں کی تفصیل بیان کروں تو کتاب میں اس کی سکت نہیں، کیا تم دیکھتے نہیں میں نے "ہمیشہ کی بادشاہت" کو ایک بزرگی شمار کیا ہے اگر میں اس کی تفصیل کر دوں تو حور و قصور اور جنتی ملبوسات وغیرہ کے اعتبار سے صرف یہی ایک بزرگی 40 بزرگیوں کی تعداد سے بڑھ جائے۔ پھر ان میں سے ہر قسم کی اس قدر تفصیلات ہیں جن کا احاطہ صرف وہی کر سکتا ہے جو ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا اور ان کا خالق و مالک جَلَّ جَلَالُہٗ ہے اور ہم اس کی معرفت کی خواہش کیونکر کر سکتے ہیں جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍۚ (پ۲۱، السجدۃ: ۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی ہے۔

اور حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جنت میں وہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا۔[1]

نہ ختم ہونے والی باتیں

اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۹)

ترجمۂ کنزالایمان: ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔

حضرات مُفَسِّرِین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: "یہ وہ باتیں ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ جنتیوں سے ازراہِ لطف و کرم فرمائے گا۔" جس کی شان ایسی ہو تو کیا اس کے 10

1... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، ۲/ ۳۹۱، حدیث: ۳۲۴۴

لاکھویں حصے کو بھی بشر کی سوچ پہنچ سکتی ہے اور مخلوق کا علم اُس کا احاطہ کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں! بلکہ سوچیں تھک چکیں اور عقلیں قاصر ہو چکیں اور حق یہ ہے کہ ہونا بھی یوں ہی چاہیے اور یہ عطا غالب علم والے کے عظیم فضل اور قدیم جود و نوال کے مطابق ہے۔ آگاہ رہو کہ اس عظیم مطلوب کے لیے عمل کرنے والے عمل اور کوشش کرنے والے کوشش کریں اور یقین رکھیں کہ ان کا یہ عمل و کوشش اس کے مقابلے میں انتہائی تھوڑا ہے جس کے وہ محتاج ہیں، جسے وہ طلب کرتے ہیں اور جس کے وہ درپے ہیں۔

چار ضروری باتیں

لوگوں کو جاننا چاہیے کہ بندے پر چار چیزیں لازم ہیں: (۱)...علم (۲)...عمل (۳)...اخلاص اور (۴)...خوف۔ سب سے پہلے راستے کا علم حاصل کرے ورنہ اندھا ہی رہے گا، پھر علم پر عمل کرے ورنہ حجاب میں رہے گا، پھر عمل میں اخلاص لائے ورنہ نقصان اُٹھائے گا پھر امان نصیب ہونے تک ہمیشہ ڈرتا اور آفات سے بچتا رہے ورنہ دھوکے میں پڑا رہے گا۔

حضرت سیِّدُنا ذُوالنُّون مصری عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَلِی نے بالکل سچ فرمایا کہ ”سب لوگ مردے ہیں سوائے علما کے اور سب علما سو رہے ہیں سوائے عمل کرنے والوں کے اور سب عمل کرنے والے دھوکے میں ہیں سوائے اخلاص والوں کے اور اخلاص والے بہت بڑے خطرے میں ہیں۔“

چار لوگوں پر انتہائی تعجب ہے

میں کہتا ہوں: چار لوگوں پر انتہائی تعجب ہے:

﴿1﴾... اس بے علم عمل کرنے والے پر تعجب ہے کہ وہ آنے والے حالات کو جاننے کی کوشش کیوں نہیں کرتا؟ دلائل اور عبرتوں اور ڈر و خوف والی آیات میں غور و فکر کرکے اور دل میں اُٹھنے والے خیالات و خطرات سے بے قرار ہو کر موت کے بعد پیش آنے والے معاملات کو جاننے کا اہتمام کیوں نہیں کرتا؟ جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۙ (پ۹، الاعراف: ۱۸۵)

ترجمۂ کنز الایمان: کیا انھوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو جو چیز اللہ نے بنائی۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓىٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۙ﴿۵﴾ (پ۳۰، المطففین: ۵،۴)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انھیں اٹھنا ہے ایک عظمت والے دن کے لیے۔

﴿2﴾... اس علم والے پر تعجب ہے جو عمل نہیں کرتا۔ وہ اسے یاد کیوں نہیں رکھتا جو یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس کے سامنے بڑی ہولناک اور انتہائی مشکل گھاٹیاں ہیں۔ یہ بہت بڑی خبر ہے جس سے تم منہ پھیرے ہوئے ہو۔

﴿3﴾... اس عمل والے پر تعجب ہے جو مخلص نہیں۔ کیا وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان میں غور نہیں کرتا:

فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۱۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

﴿4﴾... اس مخلص بندے پر تعجب ہے جو ڈرتا نہیں۔ کیا وہ ان معاملات پر غور نہیں

کرتا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے اولیا، برگزیدہ بندوں اور عبادت گزاروں کے ساتھ فرماتا ہے جو اُس کے اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں حتّٰی کہ اس نے اپنی مخلوق میں سب سے مُعَزَّز ہستی حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىٕنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (پ۲۴، الزمر: ٦٥)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا۔

اور اس جیسی دیگر آیات بھی ہیں، حتّٰی کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوْف رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے: شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ وَاَخَوَاتُھَا یعنی مجھے سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔(1)

راہِ عبادت کا خلاصہ و تفصیل

پھر پورے معاملے کا خلاصہ اور تفصیل وہ ہے جسے رَبُّ الْعَالَمِین جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنی پیاری کتاب کی ان چار آیات طیبہ میں بیان فرمادیا ہے:

﴿1﴾...

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

﴿2﴾...

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہر جان دیکھے کہ کل کے

1...معجم کبیر، ۱۷/ ۲۸۶، حدیث: ۷۹۰

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ (پ۲۸، الحشر: ۱۸)

لیے کیا آگے بھیجا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿3﴾...

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (پ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جنھوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔

پھر سب سے سچے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے ایک آیت میں سارے مضمون کا خلاصہ فرمادیا:

﴿4﴾...

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا یُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶ (پ۲۰، العنکبوت: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔

امام غزالی کی دعائیں

ہم قدم کی ہر لغزش اور قلم کی ہر کوتاہی کی اللہ عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگتے ہیں اور اُس سے اپنے اُن اقوال کی مغفرت طلب کرتے ہیں جو ہمارے اعمال کے موافق نہیں، ہم اس سے اپنی ہر اس بات کی بخشش کا سوال کرتے ہیں جس کے متعلق ہم نے دعوٰی واظہار کیا کہ "یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین کا علم ہے" حالانکہ اس میں کوتاہی تھی، ہم اُس سے ہر اس خیال کی معافی مانگتے ہیں جس نے ہمیں کسی عبارت، شعر اور علمی فائدے کو خوبصورت ومزین کرنے پر ابھارا۔ اے میرے بھائیو! ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

ہمیں اور تمہیں اپنے علم پر عمل کرنے اور خالص اسی کی رضا چاہنے والا بنا دے اور ہمارے علم کو ہم پر وبال نہ بنائے بلکہ جب اعمال ہمیں لوٹائے جائیں تو اس وقت اس علم کو نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے بے شک وہ جواد و کریم ہے۔

ہم نے راہِ آخرت کو طے کرنے کے سلسلے میں یہی کچھ بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اور ہم نے مقصود کو پورا کیا، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِمَوْلُوْدٍ دَعَا اِلٰى اَفْضَلِ مَعْبُوْدٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا یعنی اور سب سے بہتر معبود کی طرف بلانے والے سب سے بہتر پیدا ہونے والے حضرت سیِّدُنا محمد مصطفٰے، احمد مجتبٰی اور آپ کے آل واصحاب پر بے حد درود اور خوب سلام ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ربّ تعالٰی کی مدد و توفیق سے کتاب "منہاج العابدین" مکمل ہوئی۔

....

آسمانوں میں شہرت رکھنے والے بندے

فرمانِ مصطفٰے: دنیا میں بھوکے رہنے والے لوگوں کی اَرواح کو **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ قبض فرماتا ہے اور ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر غائب ہوں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا، موجود ہوں تو پہچانے نہیں جاتے، دنیا میں پوشیدہ ہوتے ہیں مگر آسمانوں میں ان کی شہرت ہوتی ہے، جب جاہل و بے علم شخص انہیں دیکھتا ہے تو بیمار گمان کرتا ہے جبکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ انہیں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کا خوف دامن گیر ہوتا ہے قیامت کے دن یہ لوگ عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسند الفردوس، ۱/ ۲۳۵، حدیث: ۱۶۵۹)

تفصیلی فہرست

کون کس کی خاطر پیدا ہوا؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: میں نے محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو اپنی خاطر، آدم (عَلَیْہِ السَّلَام) کو محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی خاطر اور باقی سب کچھ آدم (عَلَیْہِ السَّلَام) کی خاطر پیدا کیا اب جو شخص اس شے میں مصروف ہوگا جو میں نے اس کی خاطر پیدا کی ہے تو وہ شے اسے مجھ سے دور کر دے گی مگر جو شخص (سب سے منہ موڑ کر) میری یاد میں مشغول ہوگا تو میں ہر اس شے کا رخ اس کی طرف کر دوں گا جو میں نے اس کی خاطر پیدا کی۔

(قوت القلوب مترجم، ۲/ ۶۰۸)

ماخذومراجع

قرآن پاک	کلام باری تعالٰی	
نام کتاب	**مصنف / مؤلف**	**مطبوعہ**
ترجمۂ کنزالایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ متوفّٰی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۲ھ
خزائن العرفان	مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۵ھ
نور العرفان	مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی
التفسیر الکبیر	امام محمد بن عمر بن حسین رازی شافعی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ
تفسیر القرطبی	امام محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۶۷۱ھ	دار الفکر ۱۴۲۰ھ
صراط الجنان	مفتی ابو الصالح محمد قاسم قادری مدظلہ	مکتبۃ المدینۃ ۱۴۳۶ھ
صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۹ھ
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۶۱ھ	دار ابن حزم ۱۴۱۹ھ
سنن الترمذی	امام محمد بن عیسٰی ترمذی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
سنن ابی داود	امام ابوداود سلیمان بن اشعث علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی ۱۴۲۱ھ
سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۶ھ
سنن ابن ماجہ	امام محمد بن یزید قزوینی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۷۳ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن دارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۰۷ھ
السنن الکبرٰی	امام احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ
ابن حبان	امام حافظ ابوحاتم محمد بن حبان علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۵۴ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
المصنف	امام عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المصنف	امام حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ھمام علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	امام ابوبکر احمد بن عمرو بزار علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۲۴ھ
فردوس الاخبار	حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۰۶ھ
مسند الشامیین	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۹ھ

الادب المفرد	امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۵۶ھ	ملتان پاکستان
مستدرک	امام محمد بن عبد اللہ حاکم علیہ الرحمہ متوفّٰی ۴۰۵ھ	دار المعرفۃ بیروت ۱۴۱۸ھ
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
الموسوعۃ	امام عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریۃ ۱۴۲۶ھ
المعجم الکبیر	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث ۱۴۲۲ھ
المعجم الاوسط	حافظ سلیمان بن احمد طبرانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۰ھ
نوادر الاصول	محمد بن علی حسین حکیم ترمذی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۶۰ھ	مکتبۃ الامام بخاری
جامع بیان العلم	امام یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر قرطبی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۸ھ
حلیۃ الاولیاء	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
الزھد	امام احمد بن محمد بن حنبل علیہ الرحمہ متوفّٰی ۲۴۱ھ	دار الغد الجدید ۱۴۲۶ھ
الزھد	امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمہ متوفّٰی ۱۸۱ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
الترغیب والترھیب	حافظ عبد العظیم بن عبد القوی منذری علیہ الرحمہ متوفّٰی ۶۵۶ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۵ھ
جمع الجوامع	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی شافعی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۱ھ
اخلاق النبی وآدابہ	امام عبد اللہ بن محمد المعروف بابی الشیخ علیہ الرحمہ متوفّٰی ۳۶۹ھ	دار الکتاب العربی ۱۴۲۸ھ
الشفا	عیاض بن موسیٰ بن عیاض مالکی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۵۴۴ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ھند
العلل المتناھیۃ	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ھ
الملل والنحل	ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شھرستانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۵۴۸ھ	دار السرور ۱۳۶۸ھ
اللآلئ المصنوعۃ	امام جلال الدین عبد الرحمن سیوطی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۷ھ
الموضوعات	عبد الرحمن بن علی بن جوزی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۵۹۸ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
تاریخ اصبھان	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ
تاریخ جرجان	ابو القاسم حمزہ بن یوسف سھمی جرجانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۴۲۷ھ	عالم الکتب ۱۴۰۷ھ
تاریخ ابن عساکر	ابو القاسم علی بن حسن ابن عساکر علیہ الرحمہ متوفّٰی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
البدایۃ والنھایۃ	اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی علیہ الرحمہ متوفّٰی ۷۷۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ

معرفة الصحابة	حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ٤٣٠ھ	دار الکتب العلمیة ١٤٢٢ھ
المقاصد الحسنة	امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی علیہ الرحمہ متوفّٰی ٩٠٢ھ	دار الکتاب العربی ١٤٢٥ھ
عمدة القاری	امام بدر الدین محمود بن احمد عینی علیہ الرحمہ متوفّٰی ٨٥٥ھ	دار الفکر بیروت ١٤١٨ھ
فتح الباری	امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ متوفّٰی ٨٥٢ھ	دار الکتب العلمیة ١٤٢٥ھ
اتحاف السادة...	علامہ سید محمد مرتضی زبیدی علیہ الرحمہ متوفّٰی ١٢٠٥ھ	دار الکتب العلمیة ٢٠٠٩ء
بریقة محمودیة	مولانا ابو سعید خادمی علیہ الرحمہ متوفّٰی ١١٦٨ھ	مصر ١٣١٨ھ
التعریفات للجرجانی	السید الشریف الجرجانی علیہ الرحمہ متوفّٰی ٨١٦ھ	دار النعمان
النہایة لابن اثیر	مبارک بن محمد ابن الاثیر الجزری علیہ الرحمہ متوفّٰی ٦٠٦ھ	دار الکتب العلمیة ١٤٢١ھ
الدر المختار	محمد بن علی المعروف بعلاء الدین حصکفی علیہ الرحمہ متوفّٰی ١٠٨٨ھ	دار المعرفة بیروت ١٤٢٠ھ
رد المحتار	محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ متوفّٰی ١٢٥٢ھ	دار المعرفة بیروت ١٤٢٠ھ
الفتاوی الہندیة	علامہ ہمام مولانا شیخ نظام علیہ الرحمہ متوفّٰی ١١٦١ھ	دار الفکر ١٤١١ھ
فتاوی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ متوفّٰی ١٣٤٠ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
بہار شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ متوفّٰی ١٣٦٧ھ	مکتبة المدینہ
مراٰة المناجیح	مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ متوفّٰی ١٣٩١ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
بہجة الاسرار	امام ابو الحسن علی بن یوسف شطنوفی علیہ الرحمہ متوفّٰی ٧١٣ھ	دار الکتب العلمیة ١٤٢٣ھ
فیضان سنت	علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی مدظلہ	مکتبة المدینہ

سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شہزادے اور شہزادیاں

... تین شہزادے تھے جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: (1) حضرت سیِّدُنا قاسم (2) حضرت سیِّدُنا عبد اللہ (3) حضرت سیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان۔ **چار شہزادیاں** تھیں جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں: (1) حضرت سیِّدَتُنا زینب (2) حضرت سیِّدَتُنا رُقَیَّہ (3) حضرت سیِّدَتُنا اُمِّ کُلثُوم (4) حضرت سیِّدَتُنا فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُنَّ۔

(المواہب اللدنیة، الفصل الثانی فی ذکر اولاد الکرام، ٤/ ٣١٣)

مجلس المدینۃ العلمیہ اور دیگر مجالس کی طرف سے پیش کردہ 447 کُتُب ورسائل

﴿شعبہ فیضانِ قرآن﴾

01... تفسیر صراط الجنان جلد:1(کل صفحات:524)
02... تفسیر صراط الجنان جلد:2(کل صفحات:495)
03... تفسیر صراط الجنان جلد:3(کل صفحات:573)
04... تفسیر صراط الجنان جلد:4(کل صفحات:592)
05... تفسیر صراط الجنان جلد:5(کل صفحات:617)
06... تفسیر صراط الجنان جلد:6(کل صفحات:717)
07... تفسیر صراط الجنان جلد:7(کل صفحات:619)
08... تفسیر صراط الجنان جلد:8(کل صفحات:674)
09... تفسیر صراط الجنان جلد:9(کل صفحات:619)
10... معرفۃ القرآن جلد:1(پارہ 1 تا 5، کل صفحات:404)
11... معرفۃ القرآن جلد:2(پارہ 6 تا 10، کل صفحات:376)
12... معرفۃ القرآن جلد:3(پارہ 11 تا 15، کل صفحات:407)
13... معرفۃ القرآن جلد:3(پارہ 11 تا 15، کل صفحات:407)

﴿شعبہ فیضانِ حدیث﴾

01... فیضان ریاض الصالحین جلد:1(کل صفحات:656)
02... فیضان ریاض الصالحین جلد:2(کل صفحات:688)

﴿شعبہ کُتُب اعلیٰ حضرت﴾

اُردو کُتُب

01... راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل(رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاء بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاء)(کل صفحات:40)
02... کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات(كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمِ فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِم)(کل صفحات:199)
03... فضائل دعا(اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاء مَعَهٗ ذَيْلُ الْمُدَّعَاءِ لِاَحْسَنِ الْوِعَاء)(کل صفحات:326)
04... عیدین میں گلے ملنا کیسا؟(وِشَاحُ الْجِيْدِ فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْد)(کل صفحات:55)
05... والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق(اَلْحُقُوْق لِطَرْحِ الْعُقُوْق)(کل صفحات:125)
06... معاشی ترقی کا راز(حاشیہ و تشریح تدبیر فلاح و نجات و اصلاح)(کل صفحات:41)
07... الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت(مکمل چار حصے)(کل صفحات:561)
08... شریعت و طریقت(مَقَالُ الْعُرَفَاء بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاء)(کل صفحات:57)
09... اعلیٰ حضرت سے سوال جواب(اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِي)(کل صفحات:100)

10...ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْیَاقُوْتَۃُ الْوَاسِطَۃ) (کل صفحات:60)

11... حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اَعْجَبُ الْاِمْدَاد) (کل صفحات:47)

12... ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ ھِلَال) (کل صفحات:63)

13...اولاد کے حقوق (مَشْعَلَۃُ الْاِرْشَاد) (کل صفحات:31) 14...حدائق بخشش (کل صفحات:446)

15...ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74) 16...اَلْوَظِیْفَۃُ الْکَرِیْمَۃ (کل صفحات:46)

17... کنز الایمان مع خزائن العرفان (کل صفحات:1185) 18... فیضانِ خطبات رضویہ (کل صفحات:24)

19...اعتقاد الاحباب (دس عقیدے) (کل صفحات:200) 20 ...بیاض پاک حُجَّۃُ الْاِسْلَام (کل صفحات:37)

عربی کُتُب

21...جَدُّ الْمُمْتَار عَلٰی رَدِّ الْمُحْتَار (سات جلدیں) (کل صفحات:4000)

22...اَلتَّعْلِیْقُ الرَّضَوِی عَلٰی صَحِیْحِ الْبُخَارِی (کل صفحات:458) 23...اَلْفَضْلُ الْمَوْھَبِی (کل صفحات:46)

24...اَلزَّمْزَمَۃُ الْقُمْرِیَّۃ (کل صفحات:93) 25...اَجْلَی الْاِعْلَام (کل صفحات:70)

26...کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاھِم (کل صفحات:74) 27...اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃ (کل صفحات:60)

28...اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ (کل صفحات:62) 29...تَمْھِیْدُ الْاِیْمَان (کل صفحات:77)

﴿شعبہ تراجم کُتُب﴾

01...سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:88)

02... مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِر فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر) (کل صفحات:112)

03... نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَ مُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:142)

04... نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّۃ) (کل صفحات:54)

05...جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِح فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح) (کل صفحات:743)

06... جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد:1) (اَلزَّوَاجِر عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:853)

07... جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد:2) (اَلزَّوَاجِر عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:1012)

08...امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی وصیتیں (وَصَایَا اِمَامِ اَعْظَم عَلَیْہِ الرَّحْمَہ) (کل صفحات:46)

09...دین و دنیا کی انوکھی باتیں (اَلْمُسْتَطْرَف فِیْ کُلِّ فَنٍّ مُسْتَظْرَف، جلد:1) (کل صفحات:552)

10...اصلاحِ اعمال (جلد:1) (اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیَّۃ شَرْحُ طَرِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃ) (کل صفحات:866)

11... مختصر منہاج العابدین (تَنْبِيْهُ الْغَافِلِيْن مُخْتَصَرُ مِنْهَاجِ الْعَابِدِيْن) (کل صفحات:281)
12... نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْف وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَر) (کل صفحات:98)
13... اللہ والوں کی باتیں (جلد:1) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:896)
14... اللہ والوں کی باتیں (جلد:2) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:625)
15... اللہ والوں کی باتیں (جلد:3) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:580)
16... اللہ والوں کی باتیں (جلد:4) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:510)
17... اللہ والوں کی باتیں (جلد:5) (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَ طَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء) (کل صفحات:571)
18... فیضانِ مزاراتِ اولیاء (كَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر) (کل صفحات:144)
19... دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّهْد وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)
20... عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَة فِيْ طَلَبِ الْحَدِيْث) (کل صفحات:105)
21... احیاء العلوم (جلد:1) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1124)
22... احیاء العلوم (جلد:2) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1393)
23... احیاء العلوم (جلد:3) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:1290)
24... احیاء العلوم (جلد:4) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:911)
25... احیاء العلوم (جلد:5) (اِحْيَاءُ عُلُوْمِ الدِّيْن) (کل صفحات:814)
26... ایک چپ سو سکھ (حُسْنُ السَّمْت فِي الصَّمْت) (کل صفحات:37)
27... راہِ علم (تَعْلِيْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِيْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)
28... حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق) (کل صفحات:649)
29... فیضانِ علم و علما (فَضْلُ الْعِلْمِ وَ الْعُلَمَاء) (کل صفحات:38)
30... اچھے برے عمل (رِسَالَةُ الْمُذَاكَرَة) (کل صفحات:122)
31... احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْيَاء) (کل صفحات:641)
32... شکر کے فضائل (اَلشُّكْرُ لِلّٰه عَزَّوَجَلَّ) (کل صفحات:122)
33... عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم حصہ اول) (کل صفحات:412)
34... عُيُوْنُ الْحِكَايَات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)
35... شاہراہِ اولیاء (مِنْهَاجُ الْعَارِفِيْن) (کل صفحات:36)

﴿شعبہ درسی کُتب﴾

22... فیض الادب (مکمل حصہ اوّل، دوم)(کل صفحات:228)
23... فیضانِ سورۂ نور (کل صفحات:128)
24... دروس البلاغة مع شموس البراعة (کل صفحات:242)
25... نصاب النحو (کل صفحات:285)
26... نخبة الفکر مع شرح نزهة النظر (کل صفحات:175)
27... فیضان تجوید (کل صفحات:161)
28... صرف بہائی مع حاشیہ صرف بنائی (کل صفحات:64)
29... نصاب المنطق (کل صفحات:161)
30... نحو میر مع حاشیة نحو منیر (کل صفحات:205)
31... نصاب الادب (کل صفحات:200)
32... المرقاة مع حاشية المشکاة (کل صفحات:106)
33... انوار الحدیث (کل صفحات:466)
34... شرح الفقه الاکبر (للقاری) (کل صفحات:231)
35... نصاب التجوید (کل صفحات:85)
36... قصیدہ بردہ سے روحانی علاج (کل صفحات:22)
37... تعریفاتِ نحویة (کل صفحات:53)
38... خلاصة النحو (حصہ اول و دوم) (کل صفحات:214)
39... شرح مائة عامل (کل صفحات:38)
40... تیسیر مصطلح الحدیث (کل صفحات:194)
41... نصاب الصرف (کل صفحات:352)
42... خاصیات ابواب الصرف (کل صفحات:141)
43... خلفائے راشدین (کل صفحات:352)
44... الکافیه مع شرح ناجیه (کل صفحات:259)
45... المحادثة العربیة (کل صفحات:104)
46... تلخیص اصول الشاشی (کل صفحات:144)
47... نصاب اصولِ حدیث (کل صفحات:95)

﴿شعبہ فیضان مدنی مذاکرہ﴾

01... قسط2: مقدس تحریرات کے آداب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)
02... قسط8: سرکار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اندازِ تبلیغ دین (کل صفحات:32)
03... قسط5: گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:25)
04... قسط18: تجدید ایمان و تجدیدِ نکاح کا آسان طریقہ (کل صفحات:27)
05... قسط1: وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)
06... قسط7: اصلاحِ امت میں دعوتِ اسلامی کا کردار (کل صفحات:28)
07... قسط4: بلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)
08... قسط3: پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48)
09... قسط15: اپنے لئے کفن تیار رکھنا کیسا؟ (کل صفحات:32)
10... قسط16: نیکیاں چھپاؤ (کل صفحات:108)
11... قسط13: ساداتِ کرام کی تعظیم (کل صفحات:30)
12... قسط6: جنتیوں کی زبان (کل صفحات:31)
13... قسط11: نام کیسے رکھے جائیں؟ (کل صفحات:44)
14... قسط10: وَلِیُّ اللہ کی پہچان (کل صفحات:36)

15...قسط14: تمام دنوں کا سردار (کل صفحات:32)
16...قسط12: مساجد کے آداب (کل صفحات:36)
17...قسط9: یقین کامل کی برکتیں (کل صفحات:32)
18...قسط17: یتیم کسے کہتے ہیں؟ (کل صفحات:28)

﴿شعبہ تخریج﴾

01...صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا عشقِ رسول (کل صفحات:274)
02...فیضان یٰسٓ شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم (کل صفحات:20)
03...بہارِ شریعت جلد سوم (حصہ 14تا20) (کل صفحات:1332)
04...جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ (کل صفحات:470)
05...تحقیقات (کل صفحات:142)
06...بہارِ شریعت جلد دوم (حصہ 7تا13) (کل صفحات:1304)
07...فیضانِ نماز (کل صفحات:49)
08...بہارِ شریعت جلد اول (حصہ 1تا6) (کل صفحات:1360)
09...جنتی زیور (کل صفحات:679)
10...اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ (کل صفحات:59)
11...آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)
12...عجائب القراٰن مع غرائب القراٰن (کل صفحات:422)
13...علم القرآن (کل صفحات:244)
14...بہارِ شریعت (سولہواں حصہ) (کل صفحات:312)
15...کراماتِ صحابہ (کل صفحات:346)
16...گلدستہ عقائد و اعمال (کل صفحات:244)
17...اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)
18...سیرتِ رسولِ عربی (کل صفحات:758)
19...منتخب حدیثیں (کل صفحات:246)
20...اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)
21...اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)
22...جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)
23...سوانح کربلا (کل صفحات:192)
24...حق و باطل کا فرق (کل صفحات:50)
25...19دُرُود و سلام (کل صفحات:16)
26...بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)
27...اسلامی زندگی (کل صفحات:170)
28...مکاشفۃ القلوب (کل صفحات:692)
29...سرمایۂ آخرت (کل صفحات:200)
30...سیرتِ مصطفٰی (کل صفحات:875)
31...آئینۂ عبرت (کل صفحات:133)

﴿شعبہ فیضانِ صحابہ﴾

01...فیضانِ فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (جلد اول) (کل صفحات:864)
02...فیضانِ فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (جلد دوم) (کل صفحات:856)
03...حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:132)
04...حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:89)

05...حضرت طلحہ بن عبید اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:56)

06...حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:72)

07...فیضانِ صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:720)

08...حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ عَنْہ (کل صفحات:60)

09...فیضانِ سعید بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:32)

10...فیضان امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ (کل صفحات:56)

﴿شعبہ فیضانِ صحابیات﴾

01...بارگاہِ رسالت میں صحابیات کے نذرانے (کل صفحات:48)

02...فیضانِ حضرت آسیہ (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا) (کل صفحات:36)

03...صحابیات اور نصیحتوں کے مدنی پھول (کل صفحات:144)

04...صحابیات اور پردہ (کل صفحات:56)

05...فیضانِ بی بی مریم (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا) (کل صفحات:91)

06...شانِ خاتونِ جنت (کل صفحات:501)

07...صحابیات اور عشق رسول (کل صفحات:64)

08...فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ (کل صفحات:84)

09...فیضانِ امہات المؤمنین (کل صفحات:367)

10...فیضانِ عائشہ صدیقہ (کل صفحات:608)

﴿شعبہ اصلاحی کُتب﴾

01...اعرابی کے سوالات عربی آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جوابات (کل صفحات:118)

02...حضرت سیِّدُنا عمر بن عبد العزیز کی 425 حکایات (کل صفحات:590)

03...غوثِ پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے حالات (کل صفحات:106)

04...40 فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)

05...اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ سوم) (کل صفحات:352)

06...اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ اول) (کل صفحات:60)

07...تکبر (کل صفحات:97)

08...اسلام کی بنیادی باتیں (حصہ دوم) (کل صفحات:104)

09...حرص (کل صفحات:232)

10...اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)

11...بدشگونی (کل صفحات:128)

12...نیک بننے اور بنانے کے طریقے (کل صفحات:696)

13...ریاکاری (کل صفحات:170)

14...فیضانِ اسلام کورس (حصہ دوم) (کل صفحات:102)

15...فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

16...فیضانِ اسلام کورس (حصہ اول) (کل صفحات:79)

17...نور کا کھلونا (کل صفحات:32)

﴿شعبہ امیر اہلسنت﴾

02...سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)

03... حقوق العباد کی احتیاطیں (تذکرہ امیر اہلسنت قسط6) (کل صفحات:47)

04... اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32)

05... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط7) (پیکر شرم وحیا) (کل صفحات:86)

06...25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)

07... دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)

08... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط3) (سنّتِ نکاح) (کل صفحات:86)

09... شادی خانہ بربادی کے اسباب اور ان کا حل (کل صفحات:16)

10... پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں (کل صفحات:32)

11... آداب مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)

12... گونگا مبلغ (کل صفحات:55)

13... اوباش دعوتِ اسلامی میں کیسے آیا؟ (کل صفحات:32)

14... گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)

15... غریب فائدے میں ہے (بیان1) (کل صفحات:30)

16... خوفناک بلا (کل صفحات:33)

17... میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟ (کل صفحات:32)

18... ناکام عاشق (کل صفحات:32)

19... دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220)

20... انوکھی کمائی (کل صفحات:32)

21... اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟ (کل صفحات:32)

22... نور ہدایت (کل صفحات:32)

23... جوانی کیسے گزاریں؟ (بیان2) (کل صفحات:32)

24... قبر کھل گئی (کل صفحات:48)

25... میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)

26... سنگر کی توبہ (کل صفحات:32)

27... مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)

28... پراسرار کتا (کل صفحات:27)

29... چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)

30... اجنبی کا تحفہ (کل صفحات:32)

31... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط1) (کل صفحات:49)

32... بیٹے کی رہائی (کل صفحات:32)

33... چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)

34... چمکدار کفن (کل صفحات:32)

35... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط2) (کل صفحات:48)

36... غافل درزی (کل صفحات:36)

37... تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط4) (کل صفحات:49)

38... جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)

39... نو مسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)

40... خوشبودار قبر (کل صفحات:32)

41... والدہ کا نافرمان امام کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)

42... نادان عاشق (کل صفحات:32)

﴿شعبہ اولیاوعلما﴾

﴿شعبہ بیاناتِ دعوتِ اسلامی﴾

مجلس المدینۃ العلمیہ کی معاونت سے دیگر مجالس کی کُتُب

﴿مجلسِ افتاء﴾

02... فتاوٰی اہلسنّت احکام روزہ واعتکاف(کل صفحات:34)

03...بنیادی عقائد و معمولات اہلسنت(کل صفحات:135) 04...فتاوٰی اہلسنّت احکامِ زکوٰۃ(کل صفحات:612)

05...مالِ وراثت میں خیانت مت کیجئے(کل صفحات:42) 06...عقیدۂ آخرت(کل صفحات:41)

07...کرسی پر نماز پڑھنے کے احکام(کل صفحات:34) 08تا15...فتاوٰی اہلسنّت(آٹھ حصے)

﴿مرکزی مجلسِ شوریٰ﴾

01...مدنی کاموں کی تقسیم کے تقاضے(کل صفحات:73)

02...کامل مرید(کل صفحات:48)

03...گستاخِ رسول کا عملی بائیکاٹ(کل صفحات:52)

04...وقفِ مدینہ(کل صفحات:86)

05...اللہ والوں کا اندازِ تجارت(کل صفحات:68)

06...12مدنی کام(کل صفحات:72)

07...فیصلہ کرنے کے مدنی پھول(کل صفحات:56)

08...عشقِ رسول(کل صفحات:54)

09...صحابی کی انفرادی کوشش(کل صفحات:124)

10...مقصدِ حیات(کل صفحات:60)

11...یہ وقت بھی گزر جائے گا(کل صفحات:39)

12...جنت کا راستہ(کل صفحات:56)

13...رسائل دعوت اسلامی(کل صفحات:422)

14...فیضانِ مرشد(کل صفحات:46)

15...شوہر کو کیسا ہونا چاہئے؟(کل صفحات:47)

16...چوک درس(کل صفحات:36)

17...پیر پر اعتراض منع ہے(کل صفحات:59)

18...بیٹی کی پرورش(کل صفحات:72)

19...علما پر اعتراض منع ہے(کل صفحات:34)

20...موت کا تصور(کل صفحات:44)

21...تنظیمی کاموں کی تقسیم(کل صفحات:50)

22...پیارے مرشد(کل صفحات:48)

23...ایک زمانہ ایسا آئے گا(کل صفحات:51)

24...علم و علما کی شان(کل صفحات:51)

25...ہمیں کیا ہو گیا ہے؟(کل صفحات:116)

26...جامع شرائط پیر(کل صفحات:87)

27...گناہوں کی نحوست(کل صفحات:112)

28...صدائے مدینہ(کل صفحات:32)

29...ایک آنکھ والا آدمی(کل صفحات:48)

30...سیرتِ ابو درداء(کل صفحات:75)

31...سود اور اس کا علاج(کل صفحات:92)

32...صدقے کا انعام(کل صفحات:60)

33...احساسِ ذمہ داری(کل صفحات:50)

34...غیرت مند شوہر(کل صفحات:47)

35... اجتماعی سنتِ اعتکاف کا جدول(کل صفحات:195)

36...برائیوں کی ماں(کل صفحات:112)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نیک نمازی بننے کیلئے

ہر جمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے الٰہی کیلئے اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ❁ سنّتوں کی تربیت کے لئے مَدَنی قافلے میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ❁ روزانہ ''فکرِ مدینہ'' کے ذَرِیعے مَدَنی اِنْعامات کا رِسالہ پُر کر کے ہر مَدَنی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مَدَنی مقصد: ''مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔'' اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اپنی اِصلاح کے لیے ''مَدَنی اِنْعامات'' پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے ''مَدَنی قافلوں'' میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ
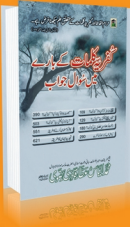
فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net